بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من یرد اللہ بہ خیرًا یفقھہ فی الدین

مجموعہ

فتاویٰ بریلی شریف

مرتبین:

محمد عبد الرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی • محمد یونس رضا اویسی

مرکزی دار الافتاء سوداگران بریلی شریف

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں
https://t.me/tehqiqat
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لئے
https://
archive.org/details/
@zohaibhasanattari

طالب دعا زوہیب حسن عطاری
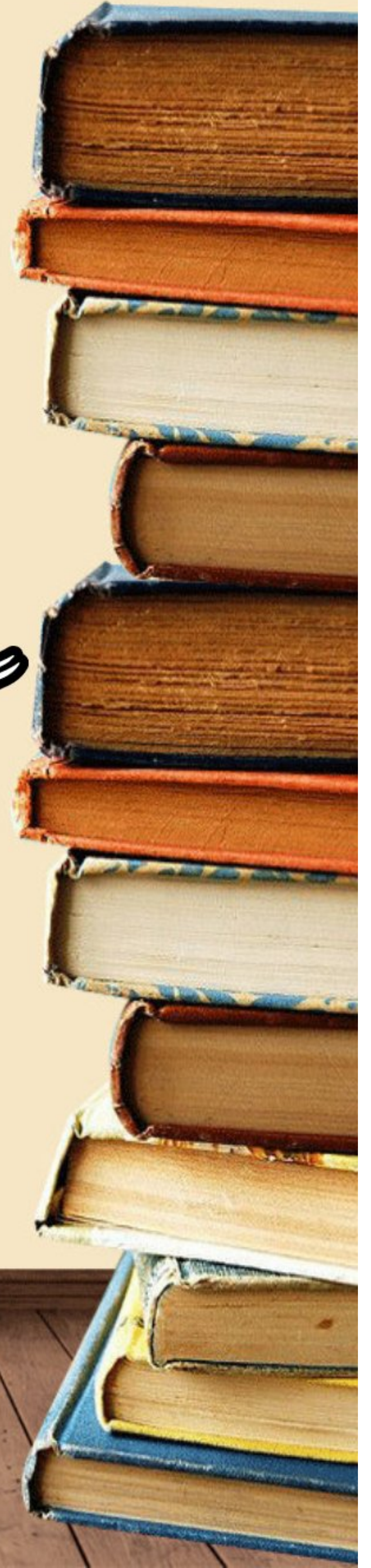
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من یرد اللہ بہ خیرًا یفقہہ فی الدین

مجموعہ

فتاویٰ بریلی شریف

تاج الشریعہ حضرۃ العلام الحاج
الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
قادری ازہری دام ظلہ علینا

استاذ الفقہاء عمدۃ المحققین
حضرت علامہ مفتی قاضی
محمد عبد الرحیم
صاحب بستوی مدظلہ العالی

مرتبین:

محمد عبد الرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی ○ محمد یونس رضا اویسی

مرکزی دار الافتاء سوداگران بریلی شریف

زاویہ پبلشرز

6- مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ - لاہور

فون: 042-7248657 موبائل: 0300-9467047

۲۰۰۴ء

باراول ______ ۱۰۰۰

ہدیہ ______ 200 روپے

زیرِ اہتمام
نجابت علی تارڑ

ملنے کے پتے

- ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور ۷۲۲۱۹۵۳-۰۴۲
- دارالاخلاص۔ ۴-۳ صدف پلازہ محلہ جنگی قصہ خوانی بازار۔ پشاور شہر ۲۵۶۷۵۳۹-۰۹۱
- مکتبہ قادریہ نزد چوک میلاد مُصطفیٰ۔ سرکلر روڈ۔ گوجرانوالہ ۲۳۷۶۹۹-۰۴۳۱
- مکتبہ غوثیہ ہول سیل (پرانی سبزی منڈی) کراچی ۴۹۱۰۵۸۴-۰۲۱
- مکتبہ عثمانیہ۔ رامتلائی روڈ۔ سیالکوٹ ۶۱۰۸۳۱۲-۰۳۰۰
- احمد بک کارپوریشن۔ کمیٹی چوک۔ راولپنڈی ۵۵۵۸۳۲۰-۰۵۱
- مکتبہ المجاہد۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ۔ بھیرہ شریف ۹۱۱۷۶۳-۰۴۵۲۱
- مکتبہ چشتیہ۔ بھیرہ شریف ضلع سرگودھا
- منہاج القرآن پبلی کیشنز۔ ضیاء مارکیٹ۔ سرگودھا ۷۲۱۶۳۰-۰۴۵۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

گزارش احوال واقعی؟

مجموعہ فتاویٰ بریلی جو آپ کے ہاتھ پہنچ رہا ہے اس کا نام بلند مرتبت علمی شخصیات نے ''مجموعہ فتاویٰ مرکز دارالافتاء'' کے نام سے شائع کیا' مگر اس نام میں خاص کشش اور جاذبیت کا قدرے فقدان دیکھا تو ہم نے فیصلہ کیا کہ اسے مجموعہ ''فتاویٰ بریلی'' سے طبع کرایا جائے تاکہ بریلی شریف کی شہرت و مقبولیت کے باعث اسے زیادہ سے زیادہ پذیرائی حاصل ہو۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہرۂ آفاق شخصیت کی نسبت سے بریلی کے نام کو جو مقام نصیب ہوا وہ تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ حالانکہ اس شہر سے کئی اور لوگ بھی منسوب ہیں مگر ان کی نسبت ثمراتِ دینیہ' اسلامیہ کے لیے اچھی ثابت نہ ہو سکی۔

بہرحال! ہمیں یہ سعادت نصیب ہے کہ ہم فتاویٰ کی متعدد کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ جن میں فتاویٰ فیض الرسول (کامل)' الفتاویٰ المصطفویہ' فتاویٰ حامدیہ' جامع الاحادیث الرضویہ' احیاء العلوم' الشفاء شریف' قصص الانبیاء ابن کثیر جبکہ فتاویٰ نوریہ اور فتاویٰ رضویہ جدید و قدیم بھی بآسانی مہیا کر سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں بہارِ شریعت' نفحات الانس مترجم' سنہری عبادات ترجمہ کیمیائے سعادت' زینت المحافل ترجمہ نزہۃ المجالس کے علاوہ سینکڑوں علمی و تاریخی' اسلامی اور اصلاحی تصانیف شائع کر چکے ہیں۔ یہ فضل ربی اور نگاہِ حبیب اکرم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا مظاہرہ ہے۔

دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمیں مزید خدمتِ دین متین سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین۔

ملک شبیر حسین

مالک: ادارہ شبیر برادرز ۴۰ اُردو بازار لاہور

فہرست مضامین

تفصیلات مضامین	صفحہ نمبر

تقریظ جلیل

صدر العلماء حضرت علامہ الحاج مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ! کتاب مجموعہ "فتاویٰ مرکزی دارالافتاء" چھپنے جا رہی ہے، اسکے بعض مضامین جو میں نے پڑھے نہایت عمدہ تحقیقی ہیں اور پوری ذمہ داری کے ساتھ سپرد قلم کئے گئے ہیں، امید ہے کہ باقی جوابات بھی انہیں کا پرتو ہونگے اور ان میں بھی تحقیق و تدقیق میں کوئی فروگذاشت نہیں کی گئی ہوگی اس میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس دور کے بعض الجھے ہوئے مسائل پوری تفصیل سے لکھ دئے گئے ہیں۔

میں دعاء کرتا ہوں کہ مولائے کریم اس مجموعہ کی طباعت و اشاعت کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور قبول عام عطا فرمائے۔

آمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد

و آلہ و صحبہ و بارك و سلم

کتبہ محمد تحسین رضا غفرلہ

۷/صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

تقریظ جمیل

استاذ الفقہاء عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی قاضی **محمد عبدالرحیم** صاحب بستوی مدظلہ العالی

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ حبیبہ المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

پیش نظر فتاویٰ ''مجموعہ فتاویٰ مرکزی دارالافتاء'' کو میں نے بغور دیکھا اس میں زیادہ تر جدید مسائل ہیں اور نہایت ہی عمدہ ہیں۔

دارالافتاء کے دوذی ہوش علماء مولانا نشتر فاروقی و مولانا محمد یونس رضا سلمہما نے بڑی جدو جہد کے ساتھ مرتب کیا ہے اور فتاویٰ کی تصحیح وغیرہ میں مفتی محمد مظفر حسین قادری و مفتی محمد ناظم علی بارہ بنکوی صاحبان نے ان کی کامل رہنمائی فرمائی نیز دارالافتاء کے جملہ افراد نے انکا ہر طرح سے ہاتھ بٹایا ہے۔ اللہ عزوجل ان سب کے علم وعمل میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔

اس مجموعہ کو صاحبزادہ مولانا محمد عسجد رضا خان سلمہ المنان کے حکم اور جناب محمد رفیق صاحب نوری تعمیراتی انجینئر جامعۃ الرضا کی تحریک پر شائع کیا جارہا ہے۔

مولا تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مجموعہ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ قبول فرمائے اور عوام و خواص کیلئے نافع سے نافع تر بنائے۔

آمین آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ر سوداگران بریلی شریف

۶ر صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

انتساب

اس سرزمین پاک، سرمۂ دیدۂ افلاک یعنی بریلی کی خاک کی قسمت وعظمت کے نام جس کی گود میں اس عظیم ہستی نے جنم لیا...... جس نے لاکھوں گم گشتگان راہ منزل کو صراط مستقیم پر گامزن کردیا...... جس نے اپنے میخانۂ عشق وعرفان سے ایک عالم کو مست وبیخود کردیا...... جس کی بارگاہ علم وفضل سے ہزاروں دانشوران قوم وملت علوم ومعارف کے گھٹا بنکر اٹھے اور دنیا کے گوشے گوشے کو سیراب کردیا۔ ؎

جو ابر یہاں سے اٹھا ہے سارے جہاں پہ برسا ہے
جو ابر یہاں سے اٹھے گا سارے جہاں پہ برسے گا

یعنی

امام العاشقین، زبدۃ العارفین، شیخ الاسلام والمسلمین، علامہ ابن علامہ، محقق ابن محقق مجدد مأۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، امام اہلسنّت، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز۔

جن کی روشن کردہ ''شمع ہدایت'' آج بھی افق سنیت پر علوم معارف کا

اختر

بن کر عالم اسلام کو روشن ومنور کئے ہوئے ہے۔ ؎

گر قبول افتد زہے عز وشرف

نشتر فاروقی ☆ محمد یونس رضا

احوال واقعی

مرکز اہل سنت بریلی شریف کو یہ طرۂ امتیاز حاصل ہے کہ جب جب اسلامیان ہند کی طرف کفر وضلالت اور ظلم واستبداد کے طوفانوں نے رخ کیا تب تب اس نے اپنے علم وعرفان اور عشق وایمان کی سرمدی توانائیوں کو بروئے کار لاکر اس باد مخالف کا رخ یکسر موڑ دیا ہے اور ملت کے ایمان واسلام کی قابل تقلید حفاظت وصیانت کا اہم فریضہ انجام دیتے ہوئے جب جب جس جس وقت جس جس حربے کی ضرورت پڑی بروقت فراہم کیا۔

مجاہد جنگ آزادی حضرت علامہ رضا علی خاں قادری بریلوی، خاتم المحققین حضرت علامہ نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفے رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی قدست اسرارہم نے جہاں اپنے اپنے دور میں تبلیغ وارشاد، دعوت واصلاح کے ذریعہ مسلمانان ہند کے ایمان واسلام کی حفاظت وصیانت کی ہے وہیں یکے بعد دیگرے اپنے عہد میں افتاء وقضاء کے ذریعہ نہ صرف خود مسلمانوں کی کامل رہنمائی فرمائی ہے بلکہ ملت کی مزید رہنمائی کے لئے اپنے گلستان علم وفضل سے ایسی ایسی کلیوں کو جنم دیا ہے جنھوں نے پھول بن کر کہیں صدر الشریعہ کی شکل میں، کہیں ملک العلماء کی شکل میں، کہیں صدر الافاضل کی شکل میں، کہیں شیر بیشۂ اہلسنت کی شکل میں، کہیں برہان ملت کی شکل میں، کہیں قطب مدینہ کی شکل میں، کہیں محدث اعظم کی شکل میں، کہیں مجاہد ملت کی شکل میں اپنے علمی فیضان سے ایک عالم کو معطر وعطر بیز کیا۔

امام الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد رضا علی خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء میں فرمایا اور تادم واپسی یعنی ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء تک ۳۴/سال یہ خدمت جلیلہ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے، خاتم الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے فتویٰ نویسی کی شروعات اپنی تعلیم وتربیت سے فراغت کے بعد تقریباً ۱۸۴۷ء میں فرمائی اور اپنی زندگی کے آخری لمحات تک یعنی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء تک قریب ۳۳/سال اس عظیم الشان کام کو بحسن وخوبی انجام دیتے رہے، امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء میں بعمر ۱۳/سال مسئلہ رضاعت سے فرمایا اور تاحیات یعنی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء تک ۵۲/سال یہ اہم ذمہ داری بے لوث انجام دیتے رہے، شیخ الانام حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۵ء میں فرمایا اور تاحین حیات یعنی ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء تک ۴۸/سال یہ خدمت خالص لوجہ اللہ انجام دیتے رہے، تاجدار اہلسنت شبیہ غوث اعظم مفتی اعظم عالم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء میں فرمایا اور تادم آخری یعنی ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء تک ۷۱/سال یہ عظیم ذمہ داری بطریق احسن انجام دیتے رہے اس کے بعد حضور تاج الشریعہ کا دور شروع ہوتا ہے آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۹۶۷ء میں فرمایا اور ۳۵/سالوں سے یہ سلسلۂ زرّین آج بھی جاری وساری رکھے ہوئے ہیں گویا خاندان رضا میں فتاویٰ نویسی کی یہ ایمان افروز روایت ایک سو اکہتر ۱۷۱/سالوں سے مسلسل چلی آرہی ہے۔

دنیا میں بہت کم خاندانوں کو یہ سرمدی سعادت نصیب ہوتی ہے کہ ایک ہی خاندان اور ایک ہی نسل میں مسلسل کئی صدیوں تک علم وفضل، شہرت وشرافت کا دریا موجیں لیتا رہے

اور۱۰ ارنسلوں تک بھی اس کے تسلسل کی کوئی کڑی ٹوٹنے نہ پائے، شجاعت جنگ محمد سعید اللہ خاں سے لیکر وزیر خزانہ محمد سعادت یار خاں تک، صاحب کشف وکرامت حضرت علامہ محمد اعظم خاں سے لیکر حضرت علامہ حافظ محمد کاظم علی خاں تک، رئیس الفقہاءؒ حضرت علامہ مفتی رضا علی خاں سے لیکر رئیس المتکلمین حضرت علامہ مفتی نقی علی خاں تک، اعلیٰ حضرت مجدد دین وملّت امام احمد رضا خاں سے لیکر حجۃ الاسلام اور مفتیٔ اعظم تک، مفسر اعظم علامہ ابراہیم رضا خاں قادری سے لیکر تاج الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ الحاج الشاہ المفتی محمد اختر رضا خاں قادری بریلوی دام ظلہ علینا تک علم وفضل کی یہ دریا بلا رکے بہتا رہا اور مزید بہہ رہا ہے، کبھی ایسا نہ ہوا کہ ان گلہائے فضل وکمال کے رنگینی وعطر بیزی میں کوئی ادنیٰ سی کمی واقع ہوئی ہو بلکہ ان میں ہر فرد اپنے عہد کا عہد ساز بنا اور صفحۂ قلوب پر اپنا نقش روشن چھوڑ گیا۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند نے اپنی بے پناہ خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر احیائے سنّت واماتت بدعت اور دین حنیف پر ہونے والے طاغوتی حملوں کے دفاع کا جو عظیم کارنامہ انجام دیا ہے دنیائے سنّیت اس سے بے خبر نہیں، مسند تبلیغ وارشاد ہو یا حلقۂ اصلاح وہدایت، معرکۂ مجاہدہ وریاضت ہو یا خلق خدا کی خدمت، حیات مقدسہ کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جو طالبان حق کے لئے مشعل راہ وسنگ میل نہ ہو، کچھ ایسی ہی صلاحیتوں اور خوبیوں کا حامل آپ اپنے مستقبل کے جانشین کو دیکھنا چاہتے تھے جو صحیح معنوں میں آپ کی جانشینی کا حق ادا کر سکے، حضور مفتیٔ اعظم ہند جب اس نظریئے سے اپنے اطراف وجوانب نظر دوڑاتے تو آپ کی نظر انتخاب حضور تاج الشریعہ پر آکر مرکوز ہو جاتی کیونکہ آپ اہل علم وفضل وفتویٰ ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب تقویٰ بھی ہیں، چنانچہ ایک موقع پر حضور مفتیٔ اعظم ہند نے حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ فضیلۃ الشیخ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی محمد اختر رضا خاں القادری البریلوی دام ظلہ علینا کو اپنی ملی ومذہبی

وراثت خصوصاً افتاء وقضاء جیسی اہم ذمہ داریاں سونپتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں، یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے، اب تم اس کام کو انجام دو، میں اسے تمہارے سپرد کرتا ہوں'' پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا'' آپ لوگ اب اختر میاں سلمہ سے رجوع کریں انھیں کو میرا قائم مقام اور جانشین جانیں''

بس پھر کیا تھا خلق خدا آپ کی دیوانی ہوتی چلی گئی، اہل دانش آپ کی زلف علم وفضل کے اسیر ہوتے چلے گئے، آپ نے فتاویٰ نویسی، تصنیف وتالیف، تقریر وتحریر اور تبلیغی دوروں کے ذریعہ علوم و معارف کے وہ دریا بہائے کہ لوگ عش عش کر اٹھے، آج بڑے بڑے قدآور علما اور دانشواران قوم وملت آپ کی شوکت علمی کا لوہا مانتے ہیں، اور کیوں نہ ہو کہ آپ ''علوم رضا'' کے سچے وارث وامین اور مفتی اعظم ہند کے حقیقی جانشین ہیں۔

الحمدللہ آپ ان اہم ذمہ داریوں کو تقریباً ۳۵ رسالوں سے مسلسل بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں، آپ کی زندگی ایک ایک لمحہ، حیات طیبہ کی ایک ایک سانس اعلائے کلمۃ الحق واہل حق اور خدمت خلق کے لئے وقف ہے، آپ کی زیست کا ایک ایک عمل میزان شریعت وطریقت پر تولا ہوا ہے'' ولی وہ ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آئے'' یہ ایک مشہور مقولہ ہی نہیں حدیث پاک بھی ہے ،حضور تاج الشریعہ کی ذات بابرکات اس حدیث کی'' مجسم تصویر'' ہے پرنور چہرے پر ایسی دلکشی ودلربائی جس پر بناؤ سنگار کی ہزاروں رعنائیاں قربان، اگر لاکھوں کے مجمع میں بے نقاب ہوں تو ''اہل جمال'' کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں، اگر بولنے پر آجائیں تو ''فن خطابت'' دست بستہ آداب بجالائے، لکھنے پر آجائیں تو وقت کا'' شہنشاہ قلم'' گھٹنے ٹیک دے، ملک شعروسخن میں قدم رکھ دیں تو اپنے وقت کا ماہر فن ادیب بھی ''طفل مکتب'' نظر آئے، نکات بیان کرنے پر آجائیں تو ''رازی وغزالی'' کی یاد تازہ ہو جائے، علم حدیث کو اپنا موضوع بنالیں تو ''بخاری ومسلم'' کی محفل

سنور جائے الغرض آپ علوم ظاہری کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر اور علوم باطنی کے کوہ ہمالہ ہیں، کشورِ علم و فضل کے شہنشاہ اور اقلیم روحانیت کے تاجدار ہیں، اس دور میں آپ کی عظیم شخصیت مسلمانانِ ہند کی سرمدی سعادتوں کی ضمانت ہے۔

آج پورے ایشیا میں بریلی شریف خصوصاً ''مرکزی دارالافتاء'' کے فتاویٰ سند کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس میں بھی عندالعوام والخواص جو اہمیت و وقعت و عظمت حضور تاج الشریعہ کے تحریر کردہ فتویٰ کو حاصل ہے دنیائے سنیت کے بڑے بڑے مفتیان کرام کے فتویٰ کو حاصل نہیں حتیٰ کہ حضور تاج الشریعہ کی تصدیق جس فتویٰ پر ہوا سے عوام تو عوام خواص بھی اہمیت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ نے اردو عربی فارسی کے علاوہ انگریزی زبان میں بھی فتاویٰ تحریر فرمائے راقم الحروف آپ کی ۳۵ رسالہ فتاویٰ نویسی کا عظیم سرمایہ ترتیب دے رہا ہے جو تقریباً پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، حضور تاج الشریعہ تصنیف و تالیف، فتویٰ نویسی، تبلیغی دوروں کے علاوہ آج مرکزی دارالافتاء میں ''تخصص فی الفقہ'' کے علماء کرام کو ''رسم المفتی'' ''اجلی الاعلام'' اور ''بخاری شریف'' وغیرہ کا درس دے رہے ہیں ساتھ ہی آپ بخاری شریف پر عربی میں حاشیہ بھی تحریر فرمارہے ہیں۔

مرکزی دارالافتاء

حضور مفتیٔ اعظم ہند کے وصال فرمانے کے بعد اسلامیان ہند نے اپنے مذہبی و ملی معاملات میں احکام شرعیہ سے آگاہی کے لئے براہ راست حضور تاج الشریعہ سے استفتاء کرنا آغاز کیا اور آپ ان کے مدلل و مفصل جوابات تحریر فرماتے رہے یہ سلسلہ تقریباً ایک ڈیڑھ سال تک جاری رہا لیکن رفتہ رفتہ سوالات کی کثرت ہونے لگی آپ نے سوالات کے انبار دیکھ کر یہ محسوس

فرمایا کہ بروقت ان کے جوابات تحریر کرنا ایک آدمی کے بس کی بات نہیں بلکہ اس کے لئے باقاعدہ ایک ٹیم کی ضرورت ہے، چنانچہ آپ نے ۱۹۸۲ء میں ''مرکزی دارالافتاء'' قائم فرمایا جس میں دو مفتیان کرام اور ایک ناقل کی تقرری عمل میں آئی، لیکن ۱۹۸۴ء میں ایک بار پھر سوالات کی کثرت اور تبلیغی دوروں سے عدم فرصت کی بناء پر آپ نے محسوس کیا کہ دارالافتاء میں مزید مفتیان کرام کی حاجت ہے چنانچہ استاذ الفقہاء عمدۃ المحققین حضرت علامہ الحاج قاضی محمد عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ العالی تشریف لائے اور دارالافتاء کا کام بحسن وخوبی انجام پانے لگا، اس وقت دارالافتاء میں بانئ مرکزی دارالافتاء فقیہ اعظم تاج الملۃ والشریعہ فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ الحاج الشاہ المفتی محمد اختر رضا خاں القادری البریلوی دام ظلہ علینا کے علاوہ ۵/مفتیان کرام استاذ نا الکریم عمدۃ المحققین حضرت علامہ الحاج الشاہ قاضی محمد عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ العالی، حضرت علامہ مفتی محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی مدظلہ، حضرت علامہ مفتی محمد مظفر حسین قادری امام وخطیب جامع مسجد بریلی شریف، حضرت علامہ مفتی محمد یونس رضا اویسی گریڈیہوی، راقم الحروف محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی اور امین الفتویٰ حضرت مولینا محمد عبدالوحید صاحب رضوی بریلوی کار افتاء میں مصروف ہیں، آج مرکزی دارالافتاء میں استفتوں کی کثرت ''عہد رضا'' کی یاد تازہ کر رہی ہے جہاں بیک وقت کم وبیش پانچ سو ۵۰۰/استفتوں کے انبار ہوتے ہیں۔

حضور تاج الشریعہ نے جہاں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علماء سازی کے لئے ''مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا'' قائم فرمایا (جو اس وقت اپنی تعمیری منزلوں کو بڑی سرعت کے ساتھ طے کر رہا ہے) وہیں مرکزی دارالافتاء میں باقاعدہ تربیتی شعبہ بھی قائم فرمادیا ہے جہاں فی الوقت سات ۷/علماء کرام تربیت افتاء حاصل کر رہے ہیں۔

۲۰۰۰ء میں عرس رضوی کے حسین موقع پر مرکزی دارالافتاء میں تربیت یافتہ دومفتیان کرام حضرت مولینا مفتی ناظم علی بارہ بنکوی اور حضرت مولینا مفتی محمد مظفر حسین قادری رضوی اور گزشتہ ۲۰۰۱ء میں عرس رضوی ہی کے پرکیف موقع پر دو مفتیان کرام حضرت مولینا مفتی محمد یونس رضا اویسی گریڈیہوی اور راقم الحروف محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی کو حضور تاج الشریعہ نے دستار بندی اور سند افتاء سے نوازا نیز اسی موقع پر مذکورہ مفتیان کرام کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ میں اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی اور درس بخاری شریف میں شریک ہونے والے دیگر علما کو سند حدیث اور دستار سے سرفراز فرمایا۔

کچھ اس مجموعہ کے بارے میں

''فتاویٰ مرکزی دارالافتاء'' ان فتاویٰ میں سے چند فتوؤں کا مجموعہ ہے جو بذریعۂ کمپیوٹر تحریر ہوئے جس کا سہرا شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت مولینا محمد عسجد رضا خاں قادری سربراہ اعلیٰ مرکز کمپیوٹر سیکشن کے سر جاتا ہے اور یہ مجموعۂ فتاویٰ مخدوم موصوف ہی کے حکم اور ہمدرد قوم وملت الحاج محمد یوسف نوری پور بندر، الحاج محمد شہنواز از ہری لیسٹر U.K اور اخی فی الطریقت عالی جناب محمد رفیق نوری تعمیراتی انجینئر ''جامعۃ الرضا'' کی تحریک پر قارئین کے پیش خدمت ہے۔

ہم نے اس مجموعہ میں مرکزی دارالافتاء کے دو ذی وقار مفتیان کرام، دو نو آموختہ مفتیان کرام اور تین تربیت افتاء سال دوم کے علما کرام مولانا محمد عاصم رضا القادری مظفر پوری، مولانا محمد شمشیر عالم رضوی پورنوی، مولانا محمد احسن رضوی مظفر پوری کے فتاویٰ شامل اشاعت کئے ہیں نیز ہم نے اس مجموعہ کی عظمت وافادیت میں زیادت وتبریک کے لئے استاذی الکریم حضور تاج الشریعہ اور حضرت عمدۃ المحققین کے چند فتاویٰ بھی شامل کر لئے ہیں ورنہ کہاں ان بزرگوں کے

فتاویٰ اور کہاں یہ مجموعہ۔

اس مجموعہ میں مختلف ابواب سے متعلق فتاویٰ شامل ہیں جو جدید نوعیت کے مسائل پر مشتمل اور غیر مبوب ہیں چونکہ مرکزی دارالافتاء میں لکھے گئے تمام فتاویٰ ''فتاویٰ مرکزی دارالافتاء'' کے نام سے مستقبل قریب میں شائع کرنے کا ارادہ ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہونگے اس لئے ہم نے اسے ''مجموعہ فتاویٰ مرکزی دارالافتاء'' کے نام سے موسوم کیا جو اُن مجلدات سے الگ شمار ہوگا اور اگر حالات سازگار رہے تو ہر سال عرس رضوی کے حسین موقع پر دارالافتاء میں تربیت لے رہے علماء کرام کے تحریر کردہ فتاویٰ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے رہیں گے۔

ہم نے مجموعہ میں اغلاط کی تصحیح پر حتی المقدور گہری نظر رکھی ہے تاہم بتقاضۂ فطرت انسان یعنی ''الانسان مرکب من الخطاء والنسیان'' کوئی شرعی خامی رہ گئی ہو تو ارباب فکر ودانش اس کی نشاندہی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں غلطی کی تصحیح دوسرے ایڈیشن میں کردی جائے گی، اللہ تبارک وتعالیٰ اس مجموعہ کو عوام وخواص کے لئے سودمند اور نفع بخش بنائے!

آمین آمین آمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نشتر فاروقی

یکے از خدام حضور تاج الشریعہ ومرکزی دارالافتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

امریکہ میں بینک سے قرض لیا جاتا ہے۔ چونکہ امریکہ دارالحرب ہے ویسے بھی آجکل دنیا میں کوئی اسلامی حکومت تو ہے نہیں اور ہر کافر کافر حربی ہے تو امریکہ یورپ میں بینک بھی انہیں کافروں کے ہیں اور سب بینکوں کا کاروبار انٹرسٹ (سود) پر ہے تو ان بینکوں سے سودی قرض لیکر یہاں کے مسلمان کو اپنی مختلف ضرورتیں مثلاً گھر کا خریدنا، گھر کے استعمال کیلئے گاڑی لینا یا پھر اپنا کاروبار بڑھانا یا کاروبار کرنے کیلئے ایسا کرنا پڑتا ہے اور اس سودی قرض کی ادائیگی ایک لمبی مدت تک جاری رہتی ہے کوئی ۵، ۱۰، ۲۰ یا ۳۰ سال تک وغیرہ اور بینک اس قرض پر ۶، ۷، ۸ فیصد بلکہ کبھی اس سے زیادہ فیصد اضافہ لیتا ہے اس طرح حاصل شدہ رقم اپنی ادائیگی کی آخری قسط تک بالکل دوگنا ہو چکی ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ایک لاکھ تھی تو ٹھیک دولاکھ ہو چکی ہوتی ہے نیز اسکے علاوہ کوئی ایسی صورت نہیں ہے کہ مسلمان اپنی دینی شرعی ودنیاوی ضرورتیں پوری کرسکیں اور نقد رقم اتنی ہوتی ہی نہیں جس سے دینی ودنیاوی حاجتیں پوری کی جاسکیں اور اگر ایسا نہ کریں تو معاشیات اور اقتصادیات میں بہت پیچھے ہو جائیں اور اس طرح سودی قرض سے مکان وغیرہ (سوال میں یہاں بیاض ہے) رہتا ہے تو دس سال میں مسلمان 1,20,00 ڈالر ادا کرے گا اور آج مکان اس کو خالی کرنا پڑے گا کیونکہ وہ اس کا مالک نہیں ہے کرایہ دار ہے مگر اگر یہی مکان وہ بینک سے سودی قرض لیکر لیتا ہے۔ تو دس سال کے اختتام پر مکان کا مالک بنجائے گا اور اگر اس نے دس سال میں سود کے ساتھ 2,40,00 ادا کئے تھے تو اب مکان کی Value بھی وقت کے ساتھ اگر 2,40,00 نہیں تو کم از کم 2,00,000 دولاکھ ڈالر ہو جاتی ہے یعنی بڑھ جاتی ہے اور آخر دس سال اختتام پر اگر بیچنا چاہے تو کم از کم اس کے پاس دولاکھ ڈالر تو ہاتھ میں آتے ہیں یا مالک مکان بن جاتا ہے اور یہ دارالحرب میں حربی کافر سے مسلمان کو ایک بہت بڑا فائدہ ہے تو کیا اس صورت

میں شرع مطہرہ میں کوئی جواز کی شکل ہے؟ کیا قرضہ لینے کے بعد شرح اضافہ سود ہوگا یا نہیں؟ اور اگر زیادتی، اضافہ جو مسلمان کافر حربی کو دے گا حرام ہے کہ حلال ہے اگر حرام ہے تو حرام کیوں ہے؟ اور اگر ایسا کرنا جائز ہے تو کیوں؟ صورت مسئولہ کا اور مندرجہ ذیل سوالات کا شافی جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) کیا دار الحرب میں دنیا میں کسی بھی حربی کافر سے سودی قرض لینا جائز ہے یا نہیں؟ مسلمان کا مال تو دار الحرب میں رہنے کی وجہ سے معصوم نہیں ہو جاتا اور اگر ایسے مسلمان کا مال، مال معصوم نہیں ہے بلکہ مال مباح ہے۔ تو کیوں ایسا ہے اس سے تو واضح ہوتا ہے دار الحرب کی وجہ سے مسلمان کا مال مال معصوم نہیں ہے اور اگر مسلمان کا مال مباح ہے تو کیا حربی کافر اور مسلمان کے درمیان دونوں طرف عصمت مال نہیں تو کیا دونوں طرف یعنی حربی کافر اور مسلمان کی طرف سے مال مباح مال غیر معصوم ہے تو اس سے سود نہیں ہوگا؟ ایک طرف مال مسلمان کا مال معصوم ہے اور دوسری طرف کافر حربی کا مال مال مباح ہے مگر زیادتی جو مسلمان قرض پر دے تو مسلمان کا مال تو مال معصوم ہے تو پھر وہ تو سود ہونا چاہئے شریعت مطہرہ میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے اور ہم اہلسنت کا کیا موقف ہے؟

(۵) اور اگر سودی قرض لینا بھی حفظ نفس بتحصیل قوت اور تحفظ عن الذلة و الطعن ضرورت شرعیہ کے تحت صرف حربی کافر سے لینا جائز ہے یا کسی سے بھی اور آج کے دور میں اور بالخصوص دار الحرب امریکہ اور یورپ میں دینی و دنیاوی حاجتیں ضرورتیں جو مسلمان کو درپیش ہیں کیا واقعی شرعی محتاجی اور ضرورتیں ہیں؟

جواب تحریر فرما کر شرعی دینی و دنیاوی حاجتوں اور ضرورتوں کا تعین کیا جا سکے۔

(۶) اور کیا اس طرح مسلمان کافر حربی سے سود قرض لیکر یا عقد فاسد کر کے۔ زیادتی یا سود دیکر تھوڑا

دیگر اور زیادہ فائدہ اگر مسلمان کو ہو رہا ہے تو کیا اس قسم کا معاملہ مسلم و کافر حربی سے جائز ہے یعنی عقد فاسد عقود فاسدہ کے ذریعہ اگر مسلمان کو مال حربی کافر سے ملے تو مال حربی کافر مسلمان کیلئے لینا جائز ہے۔ لینے کا معاملہ تو سمجھ میں آتا ہے مگر سودی قرض میں مسلمان اپنا مال مال معصوم کافر حربی کو دے رہا ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا یہاں تو معاملہ دینے کا ہے لینے کا نہیں فقہ کے اس اصول کی بھی وضاحت فرمادیں۔ بینوا توجروا

ضروری نوٹ :- یہاں امریکہ میں مکان کار گاڑی اور کاروبار وغیرہ جو کہ شخصی ضروریات نہیں ہیں بغیر سودی قرض لئے مسلمان یہاں پر رہ تو سکتا ہے لیکن مشکل ہے ناممکن نہیں ہے البتہ دینی و اجتماعی ضرورت جیسا کہ مسجد مدرسہ اور بچوں کیلئے اسلامی اسکول کے قیام کیلئے چندہ اکٹھا کرنا اور پھر نقد Cash پر لینا بہت ہی مشکل قریب ناممکن ہے یہاں اکثر کافروں کے اسکول ہیں یا پھر بد مذہب نجدی مودودی وغیرہ کے اسکول جو کہ گورنمنٹ کی طرف سے ہے سنیوں کیلئے بڑا ہی مشکل ہے بینوا توجروا۔

المستفتی

ڈاکٹر محمد خالد رضا رضوی شکاگو امریکہ

الجواب :- سود حرام قطعی ہے مسلم خواہ کافر کسی سے سود کا معاملہ جائز نہیں مگر سود کے تحقق کیلئے شرائط ہیں جب وہ پائے جائیں گے سود متحقق ہوگا ورنہ نہیں از آں جملہ عصمت بدلین ہے لہٰذا اگر ایک طرف مال معصوم ہو اور دوسری طرف مال غیر معصوم تو سود نہ ہوگا ''ردالمحتار'' میں ہے: قال فی الشرنبلالیة ومن شرائط الربا عصمة البدلین و کونهما مضمونین بالا تلاف فعصمة احدهما وعدم تقومه لایمنع فشراء الاسیر أو التاجر مال الحربی والمسلم الذی لم یهاجر بجنسه متفاضلا جائز اور یہ شرط فقہا کے نزدیک متفق علیہ ہے اسی لئے علامہ شامی نے اسے بے ذکر خلاف ذکر کیا اور فتح القدیر سے اسکا خلاف مفہوم نہیں ہوتا پھر

یہ شرط نص لاربا بین المسلم والحربی میں جس طرح کی علت کا فائدہ دیتی ہے اسی طرح اس کے صریح مفہوم کے مطابق ہے کہ لانفی جنس کیلئے ہے جسکا صاف مطلب یہ ہے کہ مسلم وحربی کے درمیان زیادتی کا لین دین سود نہیں۔ ہاں مسلم کو زیادتی ملے تو یہ جائز ہے اور مسلم کو زیادتی دینا اور حربی وہ زیادتی مسلم سے لے تو یہ بھی اگرچہ سود نہیں لیکن مسلمان کو جائز نہیں کہ بلاضرورت اور سچی مجبوری وحاجت صحیحہ شرعیہ کے بغیر حربی کو زیادہ دیکر نفع پہونچائے قال تعالیٰ: انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین الآیۃ یہی مفاد فتح القدیر اور سیر کبیر کی عبارات اور مثال مذکور در عبارت شامی کا ہے ان عبارتوں میں یہ نہیں کہ حربی کو زیادتی دینا ربا ہے۔ البتہ اس صورت میں جبکہ زیادتی مسلم سے حربی کو ملے ان عبارتون میں حلت ربا وقمار کی تصریح کی ہے اس صورت میں ان سے ربا وقمار حلال ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اصلاً ربا وقمار نہیں بلکہ مال طیب وحلال ہے اور عقد جائز وصحیح ہے تو قطعاً یہاں ربا وقمار محض نام کو بولا ہے اور حقیقت ربا کی نفی فرمائی ہے اور زیادتی جب حربی کو مسلمان سے ملے اس صورت میں ربا کا لفظ ان عبارتوں میں نہیں ہاں اسے ناجائز فرمایا ہے اور ناجائز ہونا صورت ربا میں کچھ منحصر نہیں حربی کو نفع پہونچانا حرام ہے اگرچہ سود متحقق نہ ہو۔ بالفرض یہاں بصورت دیگر لفظ ربا بولا جاتا ضرور صورت ربا اور نام ربا پر محمول ہوتا اسلئے کہ شرط ربا سب کے نزدیک مفقود اور لانفی جنس کا صریح مفاد جانبین میں عدم تحقق ربا ہے جیسا کہ گزرا اور یہ مطلب ٹھہرانا کہ کافر کو زیادتی دی جائے تو سود ہے مفہوم صریح نص کے خلاف اور اس میں وہ قید لگانا ہے جس کا لفظ محتمل نہیں لہٰذا یہ قید جب تک روایت میں ثابت نہ ہو ہمیں مجال نہیں کہ ثابت کریں ہاں بنام ربا عقد کی حلت ضرور اس صورت کے ساتھ خاص ہے جبکہ زیادتی مسلم کو ملے ورنہ حلال نہیں فتح القدیر میں اسی ایہام کو دفع فرمایا اور اسی جانب متنبہ فرمایا۔ اس مختصر تقریر کے بعد جواب صورت مسئولہ ظاہر اور وہ یہ کہ شرعی ضرورت یا حاجت خواہ دینی ہو یا شخصی (دنیوی) اگر

متحقق ہوتو بینک وغیرہ یا انفرادی طور پر کسی کافر سے ایسا قرض لینا جائز ہے اشباہ وغیرہ میں ہے الضرورات تبیح المحظورات نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ما جعل علیکم فی الدین فی حرج الآیۃ اور جوزیادتی انہیں دینی پڑے وہ سود نہیں اور ضرورت شرعیہ اور حاجت صحیحہ جس میں حرج شدید لاحق ہو یا اس کے بغیر چارہ نہ ہو معلوم ومحسوس ہے محض کاروبار بڑھانا کوئی شرعی ضرورت ہے نہ حاجت ہے یونہی بہت سی غیر شرعی ضرورتیں اور غیر شرعی امور نہ قابل اعتبار ہیں اور دفع ذلت وطعن اور سرخروئی چاہنا کوئی شرعی حاجت نہیں۔حدیث شریف میں ہے فضوح الدنیا اھون من فضوح الآخرۃ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے ہلکی ہے ایسی نام کی ضرورتوں میں جن کے بغیر چارہ ہو ان سے قرض لینا اور انہیں زیادہ دینا حرام ہے کہ حربی کافر کو فائدہ پہونچانا ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔سوال نمبر ۱،۲ کا جواب مندرجہ بالا تقریر سے ظاہر واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اس سوال کا جواب بھی مندرجہ بالا میں گزرا اور وہ یہ کہ زیادتی بوجہ عدم تحقق شرط ربا سود نہیں لیکن بے حاجت صحیحہ زیادہ دینا حرام اور عند الحاجۃ اجازت واللہ تعالیٰ اعلم اور حرام ہونے کی وجہ پہلے بیان ہوئی اور سود نہ ہونے کی وجہ دارالحرب نہیں کہ احکام شرعی ''دار دون دار'' کسی خاص جگہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ حکم حدیث لاربا بین المسلم والحربی کے سبب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔اور مسلمان کا مال مال معصوم ہونا اپنے اطلاق پر نہیں۔مسلم حربی (جو دارالحرب میں مقیم ہو اور دارالاسلام کی طرف ہجرت کر کے نہ آئے) کا مال مسلم کے لئے مباح ہے لہٰذا ایک مسلم کو حربی مسلم سے جو زیادتی ملے حلال ہے۔جسکی تصریح اوپر گزری واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اس سوال میں مذکور بیشتر باتوں کا جواب ابھی گزرا۔ہر مسلمان کا مال محض اسلام لانے سے معصوم نہیں ہوجاتا دارالحرب میں اگر کوئی اسلام لائے تو اسکا مال معصوم نہ ہوگا۔اس مضمون کا فائدہ دینے والی عبارت اوپر گزر چکی ہاں جو دارالاسلام میں اسلام لایا اور وہیں رہا اسکا مال ضرور معصوم

ہے اور مسلم حربی کے مال کا غیر معصوم ہونا محض اس صورت سے خاص نہیں کہ وہ دارالحرب میں ہے بلکہ بالفرض اگر وہ دارالاسلام میں اپنے کسی کام کی وجہ سے ہو اور دارالحرب سے ہجرت کرکے مستقل وہاں نہ رہتا ہو بلکہ دارالحرب میں جانے کا قصد رکھتا ہو اس صورت میں بھی اس کا مال مال معصوم نہیں اس میں قرینہ واضحہ عبارت گزشتہ میں یہ ہے کہ فرمایا: المسلم الحربی الذی لم یھاجر معلوم ہوا کہ حربی من حیث الحربی کے مال کا حکم کہ عدم عصمت ہے "دار دون دار" کے ساتھ خاص نہیں اور مسلم حربی اگر کافر سے زیادتی کا لین دین کرے تو دونوں جانب عصمت نہیں لہٰذا شرط ربا متحقق نہیں تو ربا نہیں البتہ زیادتی لینا مباح اور دینا حرام کما مر واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) حربی کافر سے یہ معاملہ کرے مسلم سے نہ کرے اگرچہ دارالحرب میں وہ مسلم ہو شبہ اور تہمت سے پرہیز لازم ہے اور تحفظ عن الذلة ضرورت شرعیہ نہیں کما مر حفظ نفس تحصیل معاش اور وہ صورتیں جن میں مضرت وحرج شدید ہو ضرورت وحاجت میں داخل ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) حربی سے بنام ربا و بنام عقد فاسد جو کچھ بلا غدر و بدعہدی ملے مسلم کو مباح ہے لأن مالھم مباح فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیہ غدر کذافی الھدایة "درمختار" میں ہے: ولو بعقد فاسد او قمار ثمہ اور زیادہ دینا حرام مگر اس پر سود کا اطلاق نہیں لانعدام شرطہ کما مر غیر مرة اور مسلم کا مال معصوم ہونا ہر جگہ مطرد نہیں کہ مسلم حربی کا مال معصوم نہیں کما مر غیر مرة تو اس صورت میں دونوں طرف عصمت مفقود تو ربا غیر موجود اور جہاں اس کا مال معصوم ہو اس صورت میں بھی کافر حربی سے یہ معاملہ سود نہ ہوگا کہ عصمت بدلین تحقق ربا کی شرط ہے نہ کہ عصمت احد البدلین اور معاملہ کا جواز وعدم جواز اس تفصیل پر ہے جو گزری واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

نزیل بمبئی ۱۸ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ ۱۰ جولائی ۲۰۰۱ء

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم | ذلک کذالک انی مصدق لذالک واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی | محمد ناظم علی بارہ بنکوی

۸۶؍۷؍۱۹۲ الجواب صحیح والمجیب مصیب واللہ تعالیٰ اعلم | الاجوبۃ کلھا صحیحۃ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود اختر قادری عفی عنہ | محمد مظفر حسین قادری رضوی

خادم الافتاء سنی دارالعلوم محمدیہ بمبئی ۱۸ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ | مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

قد صح الجواب والمجیب مصیب ومثاب واللہ اعلم بالصواب | صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی غفرلہ | محمد یونس رضا الاویسی الرضوی

مسجد کے منبر کے بارے میں فقیر سے فون پر سوال کیا گیا کہ اگر اس کے دائیں بائیں صف بنائی جائے تو قطع صف ہوگا یا نہیں اس سلسلہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حضور اعلیحضرت عظیم البرکت کے فتاویٰ سے چند ارشادات بطور تمہید و مقدمہ پیش کروں چنانچہ اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

''دربارۂ صفوف شرعاً تین باتیں بتاکید اکید مامور بہ ہیں اور تینوں آج کل معاذ اللہ کالمتروک ہو رہی ہیں یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نااتفاقی پھیلی ہوئی ہے''

اول تسویہ کہ صف برابر ہو خم نہ ہو کج نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے ٹخنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلۂ معظمہ پر گزرا ہے عمود ہو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: عباد اللہ لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ بین وجوھکم اللہ کے بندو ضرور یا تو تم اپنی صفیں سیدھی کروگے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال دیگا حضور اقدس ﷺ نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا

ہوا ملاحظہ کیا اس پر یہ ارشاد فرمایا: رواہ مسلم عن النعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں ﷺ: راصوا صفوفکم وقار بوا بینھما وحاذوا بالاعناق فو الذی نفسی بیدہ انی لا ری الشیاطین تدخل من خلل الصف کانھا الحذف اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ رخنۂ صف سے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے رواہ النسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں ﷺ: اقیموا الصفوف فانما تصفون بصف الملئکۃ (کذا فی الفتاوی الرضویۃ و لعلہ روایۃ اخری أو غلط من الناسخ وفی الحدیث فانما تصفون بصفوف الملئکۃ کذا فی الجامع الصغیر) وحاذوا بین المناکب صفیں سیدھی کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہیئے اور شانے ایک دوسرے کے مقابل رکھو رواہ احمد وابو داؤد والطبرانی فی الکبیر وابن خزیمۃ والحاکم و صححاہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

دوم اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ اہتمام ہے کہ اگر کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی اسے بغیر پورا کیئے پیچھے اور صفیں باندھ لیں بعد کو ایک شخص آیا اس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اسے حکم ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہوا جا کر وہاں کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے کہ انہوں نے مخالفت شرع کر کے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کیلئے مغفرت فرمائے گا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الا تصفون کما تصف الملئکۃ عند ربھا ایسی صف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملائکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ملائکہ کیسی صف

باندھتے ہیں فرمایا: یتمون الصف الاول و یترا صون فی الصف اگلی صف پوری کرتے اورصف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں رواہ المسلم و ابو داود والنسائی وابن ماجۃ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورفرماتے ہیں ﷺ: اتمواالصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف الموخر پہلی صف پوری کرو پھر جو اس کے قریب ہے کہ جو کمی ہو تو سب میں پچھلی صف میں ہو رواہ الائمۃ احمد و ابوداؤد و النسائی و ابن حبان و خزیمۃ والضیاء باسانید صحیحۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورفرماتے ہیں ﷺ: من وصل صفا وصلہ اللہ و من قطع صفاقطعہ اللہ جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے اور جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کردے رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وھو من تتمۃ حدیثہ الصحیح المذکور سابقا عند احمد وابی داؤد والثلثۃ الذین معھما ایک حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: من نظر الی فرجۃ فی صف فلیسدھا نفسہ فان لم یفعل فمر مار فلیتخط علی رقبتہ فانہ لا حرمۃلہ جو کسی صف میں خلل دیکھے وہ خود اسے بند کردے اور اگر اس نے نہ کیا اور دوسرا آیا تو اسے چاہیئے کہ وہ اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اس خلل کی بندش کو جائے کہ اس کیلئے کوئی حرمت نہیں رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اورفرماتے ہیں ﷺ ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی الذین یصلون الصفوف و من سد فرجۃ رفعہ اللہ بھادرجۃ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کو وصل کرتے ہیں اور جو صف کا فرجہ بند کردے اللہ تعالیٰ اس کے سبب جنت میں اس کا درجہ بلند فرمائے رواہ احمد و ابن ماجۃ وابن حبان والحاکم و صححہ و اقروہ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی

الله تعالیٰ عنهما.

سوم تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے اللہ عزوجل فرماتا ہے :صفا کانهم بنیان مرصوص ایسی صف کہ گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی، رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ، فرجہ نہیں رہتا ایسی صف باندھنے والون کو مولی سبحنہ وتعالیٰ دوست رکھتا ہے اس کے حکم کی حدیثیں اوپر گزریں اور فرماتے ہیں ﷺ :اقیموا صفوفکم و تراصوافانی اریکم من وراء ظهری اپنی صفیں سیدھی اور خوب گھنی کرو کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں رواہ البخاری و النسائی عن انس رضی الله تعالیٰ عنه یہ بھی اسی اہتمام صفوف کے متممات سے اور تینوں امر شرعاً واجب ہیں کما حققناہ فی فتاوینا و کثیر من الناس عنه غافلون.

اقول ظاہر ہے جب منبر کے دائیں بائیں صف بندی کریں گے تو دوسرا اور تیسرا امر جو صفوں میں ملحوظ ہے اور شرعا بتاکید مطلوب ہے اسکی تعمیل نہ ہو سکے گی اور پہلا امر کہ تسویہ صف ہے اس کے مفقود ہونے کا بھی احتمال ہے بلکہ ادنیٰ تامل سے ظاہر کہ یہاں پہلا امر کہ تسویہ فی القیام ہے وہ بھی مفقود ہے اگرچہ ایک ہی سیدھ میں دونوں طرف والے کھڑے ہوں کہ جب بیچ میں منبر حائل ہے تو اس صورت میں نہ عرفا برابر برابر کھڑا ہونا صادق ہے نہ شرعاً متحقق ہے اور اگر ایک سیدھ میں نہ کھڑے ہوں تو تسویۂ صف بالکلیہ معدوم ہوگا۔لہٰذا بلاضرورت اس طرح منبر کے دائیں بائیں صف بندی کرنا ان احادیث صحیحہ کے خلاف اور شرعاً ناجائز ہے اور اس صورت میں کراہت صرف اس نامکمل صف والوں پر ہی نہ ہوگی بلکہ ان کے پیچھے صف بندی کرنے والے بھی اس کراہت کے مرتکب ہوں گے فی الخانية والدر المختار و غیرهما واللفظ للعلائی لوصلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صحنه مکانا کره کقیامه فی صف خلف صف فیه

فرجة اور کراہت مطلقہ سے کراہت تحریم مراد ہوتی ہے الا اذا دل دلیل علی خلافه کما نص علیه فی الفتح والبحر و حواشی الدرو غیرهما من تصانیف الکرام الغر "طحطاوی"۔ پھر علامہ شامی زیر عبارت مذکورہ "درمختار" فرماتے ہیں: **قوله** کقیامه فی صف الخ هل الکراهة فیه تنزیهیة او تحریمیة ویرشدالی الثانی قوله علیه الصلاة والسلام و من قطع صفا قطعه الله انتهی فافهم (فتاویٰ رضویہ ۳/۳۱۸)۔

چوتھی قباحت اس صورت میں یہ لازم آئے گی کہ امام وسط صف میں نہ ہوگا، حالانکہ شرعاً یہ مطلوب کہ امام وسط صف کھڑا ہو۔ حضور اعلیٰحضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا۔

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جن مسجدوں میں کئی درجے ہوں اور ہر درجہ سہ درہ پنجدرہ تو امام کو ان کی ہر محراب ودر میں کھڑا ہونا مکروہ ہے یا صرف اندرونی محرابوں یا وسطانی دروں میں بینوا توجروا۔

الجواب:۔ محرابیں وہی ہیں جو وسط میں قیام امام کی علامت کیلئے بنائی جاتی ہے باقی جو فرجے دو ستونوں کے درمیان ہوتے ہیں اور امام کو بلاضرورت تنگی مسجد ہر محراب و در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے پھر اطراف کے دروں میں قیام نافی کراہت نہیں بلکہ بسا اوقات اور کراہتوں کا باعث ہوگا کہ امام راتب کو محراب چھوڑ کر ادھر ادھر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر مسجد کی صف پوری ہوتی تو اس صورت میں امام وسط صف کے محاذی نہ ہوگا یہ ہر امام کیلئے مکروہ ہے اگرچہ غیر راتب ہو تنویر الابصار میں ہے: کره قیام الامام فی المحراب مطلقا اه ملخصا "بحرالرائق" میں ہے: مقتضی ظاهر الروایة الکراهة مطلقا "ردالمحتار" میں ہے فی معراج الدرایة من باب الامامة الاصح ماروی عن ابی حنیفة انه قال اکره للامام ان یقوم بین الساریتین اوزاویة او ناحیة المسجد او الی ساریة لانه بخلاف عمل الامة اه و فیه ایضا السنة ان یقوم

الامام ازاء وسط الصف الخ (فتاویٰ رضویہ ۱۴۹/۳)

مقصورہ کے متعلق شامی میں جو کچھ فرمایا وہ قطعاً عذر پر محمول ہے اور اس میں: خوفا من العدو خود اس پر قرینہ مقالیہ ہے ورنہ یہ صراحت احادیث کے مخالف ہے اور علامہ شامی سے یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ دانستہ ایسا قول کریں جو مصادم احادیث ہو پھر شامی کو خود اپنے قول پر جزم نہیں اسی لئے بحث کے تتمہ پر فیما یظهر کہا ہے جو تردد پر اور شک پر دلیل ہے ولا قول للشاک یہی حال ''منحۃ الخالق'' میں جو بحث کی ہے اسکا ہے واللہ تعالیٰ اعلم هذا ما ظهر لي والعلم بالحق عند ربي وصلى الله تعالىٰ على النبي الامي واله وصحبه اجمعين.

قاله بفمه وامر برقمهالعلامة المفتي الاعظم

محمد اختر رضا القادری الازہری مد ظلہ العالی

الجواب صحیح والمجیب نجیح واللہ تعالیٰ اعلم	الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ القوی	قاضی محمد شہید عالم رضوی غفرلہ
الجواب صحیح والمجیب مصیب ومثاب واللہ تعالیٰ اعلم	الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم
محمد مظفر حسین قادری رضوی	محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی

کتبہ محمد یونس رضا الاویسی الرضوی مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف ۲ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

رسالہ القول الفائق بحکم الاقتداء بالفاسق

(۱) کیا ایک امام مسجد کے لئے شرعاً داڑھی مطلوب ہے؟

(۲) ایسا شخص جس کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے نماز پڑھا سکتا ہے؟ (ہم خاص کر یہ سوال ان حفاظ کے بارے میں پوچھ رہے ہیں جو رمضان میں تراویح کی نماز پڑھاتے ہیں)

(۳) جنوبی افریقہ میں پوری داڑھی والے حفاظ کا تلاش کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ حفاظ کی اکثریت

پوری داڑھی نہیں رکھتی۔ان مشکل حالات میں کیا ایسے حفاظ تراویح کی نماز پڑھا سکتے ہیں جنکی داڑھی ایک مشت سے کم ہے؟

(۴) کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ نماز پڑھانے والے امام کے لئے داڑھی کی لمبائی وغیرہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی شریعت کی روشنی میں کیا ان لوگوں کی رائے صحیح ہے؟ بہت سارے سنی علماء کو ہم دیکھتے ہیں جنکی داڑھیاں مختلف سائز کی ہوتی ہیں کسی کی بڑی کسی کی چھوٹی اسکے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و مصلیا و مسلماً الجواب منہ الھدایۃ ذالصواب :-(۱) داڑھی ہر مسلمان کے لئے مطلوب اسمیں امام اور غیر امام کی کوئی تخصیص نہیں ہے، حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان: و فروا اللحی و قصوا الشوارب کہ داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ یہ حکم ہر مسلمان کے لئے ہے۔

(۲/۳) اگر کوئی امام داڑھی کتراتا اور ایک مشت سے کم رکھتا ہے تو اسے کسی نے امام مقرر کر دیا دوسروں کو اسکے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہئے جماعت نہیں چھوڑنی چاہئے۔البتہ جس نے ایسے شخص کو امام مقرر کیا اگر اسے پوری داڑھی والا امام ملتا تھا تو اسکے ہوتے ہوئے کم رکھنے کترانے والے کو امام مقرر کرنا مکروہ ہے "کما فی الکنز" یکرہ تقدیم الفاسق یاد رہے کہ تقدیم کو مکروہ کہا ہے نماز کو مکروہ نہیں کہا لہٰذا دوسروں کا اسکے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے کہ حدیث میں ہے: صلوا خلف کل بر و فاجر یعنی ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لو جماعت نہ چھوڑو جب کہ وہ صحیح العقیدہ ہو

(۴) داڑھی کی حد کسی حدیث قولی سے ثابت نہیں ہے کہ کتنی لمبی ہو البتہ دو فعلی حدیثیں اسکی حد کو واضح کرتی ہیں ایک یہ کہ "ترمذی" میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک ایک قبضہ تھی آپ بڑھے ہوئے بال مبارک قینچی سے کاٹ لیتے تھے قبضہ بھر رکھتے تھے۔دوسری "صحیح بخاری" میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر حج کے موقع پر منیٰ میں حجاج سے فرماتے میری داڑھی قبضہ میں لے لو

زائد کوکاٹ دو اس سے ثابت ہوا کہ قبضہ بھر ہونا چاہئے نیز فتاویٰ ''درمختار'' میں ہے: و اما دون القبضة فلم يبحه احد کہ قبضہ سے کم کو کسی نے بھی مباح نہیں ٹھہرایا لہٰذا معلوم ہوا کہ قبضہ بھر واجب ہے اس سے زائد ایک دو انگشت تک کوئی حرج نہیں مگر بہت لمبی ہونا جمہور کے نزدیک مستحب ہے۔ جہاں تک ہو مگر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بہت لمبی داڑھی نہ رکھی جائے کہ لوگ اسکا مذاق اڑائیں گے لہٰذا قبضہ سے زائد کا کاٹنا واجب ہے۔ ملا علی قاری ''شرح شفاء'' میں لکھتے ہیں کہ بہت لمبی داڑھی کم عقلی کی علامت ہے فقط۔

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن 6ہبڈ پاکستان 13/9/99

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب:۔ داڑھی منڈایا حد شرع سے کم کرانے والا فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے کہ پڑھنی گناہ اور اسکو پھیرنا واجب اس سلسلے میں پریٹوریا جنوبی افریقہ سے میرے پاس انگریزی میں سوال آیا تھا۔ جسکا جواب میں نے انگریزی ہی میں کئی برس پہلے دے دیا تھا۔ اب جو سوال کیا گیا ہے۔ اس کا بھی صحیح جواب یہی ہے۔ پیش نظر فتوی جو اس سوال پر دیا گیا ہے اس میں ایک قول مرجوح کو اختیار کیا گیا ہے اور قول مرجوح پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس قول کو فاسق معلن کے بارے میں قرار دیں ورنہ کوئی اختلاف نہیں جیسا کہ آگے آتا ہے ''درمختار'' میں ہے: أما نحن فعلينا اتباع ما صححوه ورجحوه كما لوا فتونا في حياتهم. ان کے برعکس اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمہور علماء کرام نے جو قول اختیار کیا وہ راجح ہے اور احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ خود اسی ''بحرالرائق'' میں جس کی عبارت پیش نظر

انگریزی فتویٰ میں پیش کی گئی۔ ''ابوداؤد شریف'' سے ایک حدیث نقل کی جس کا اقتضاء یہ ہے کہ فاسق معلن کی امامت مکروہ تحریمی ہو، حدیث یہ ہے: ثلاثة لا يقبل الله منهم صلاة من تقدم قوما وهم له كارهون یعنی تین لوگ ایسے ہیں کہ اللہ ان کی کوئی نماز قبول نہیں کرتا ایک وہ جو قوم میں سے نماز پڑھانے کیلئے آگے بڑھے اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں اسی لئے ''بحرالرائق'' میں فرمایا: و ينبغي أن تكون تحريمية في حق الامام في صورة الكراهة یعنی امام کے ناپسندیدہ ہونے کی صورت میں یہ کراہت امام کے حق میں تحریمی ہونا چاہئے اور اسی ''بحرالرائق'' میں مستدرک حاکم سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: ان سركم ان يقبل الله صلاتكم فليؤ مكم خيار كم فانهم و فدكم فيما بينكم و بين ر بكم یعنی اگر تمہاری یہ خوشی ہے کہ اللہ تمہاری نماز قبول فرمائے تو تمہاری امامت تمہارے اچھے لوگ کریں اس لئے کہ وہ تمہارے درمیان اور تمہارے رب کے درمیان تمہارے قاصد ہیں، اس حدیث کا بھی اقتضاء یہی ہے کہ باشرع کو امام بنانا ضروری ہے اسی ''بحرالرائق'' میں ہے: و ذكر الشارح وغيره ان الفاسق اذا تعذر منعه يصلي الجمعة خلفه و في غير ها ينتقل الى مسجد آخر و علل له في المعراج بان في غير الجمعة يجد اماما غيره فقال في فتح القدير و على هذا فيكره الاقتدا به في الجمعة اذا تعددت اقا متها في المصر على قول محمد و هو يفتي به لانه بسبيل من التحول حينئذ یعنی شارح کنز اور ان کے علاوہ دوسرے علماء نے ذکر کیا کہ فاسق کو اگر منع کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے پیچھے جمعہ پڑھ لے اور جمعہ کے علاوہ اور نمازوں میں دوسری مسجد کی طرف منتقل ہو جائے اور ''معراج الدرایہ'' میں اس حکم کی وجہ یہ بتائی کہ جمعہ کے علاوہ نمازوں میں دوسرا امام مل جاتا ہے، لہٰذا ''فتح القدیر'' میں کہا اور اس بنا پر فاسق کی اقتدا جمعہ میں بھی مکروہ و ناجائز ہوگی۔ جبکہ جمعہ شہر میں متعدد مقامات

پر قائم ہوتا ہو، امام محمد علیہ الرحمہ کے قول پر اور وہی مفتی بہ ہے اس لئے کہ اس صورت میں وہ دوسری مسجد کی طرف جانے کا اختیار رکھتا ہے، اس عبارت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاسق کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے، جبھی تو یہ فرمایا کہ جمعہ میں فاسق کو امامت سے روکنا ناممکن ہو تو اس کی اقتدا کی اجازت ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اجازت بشرط ضرورت ہے اور بلا ضرورت اس کی اجازت نہیں اسی لئے ''فتح القدیر'' میں یہ فرمایا کہ جبکہ جمعہ متعدد مقامات پر ہوتا ہو تو ایسی صورت میں فاسق کی اقتدا مکروہ ہے اور اس مکروہ سے مراد ضرور مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ جواز اقتدا کو محض جمعہ میں ضرورت سے مشروط کیا۔ اور عدم ضرورت کی صورت میں جمعہ میں بھی اس کی اجازت نہ دی۔ ہماری منقولہ عبارت کے بعد ''بحر الرائق'' میں وہ عبارت ہے جسے پیش نظر فتویٰ میں مفتی نے لکھا ہم نے جو مختلف عبارتیں ''بحر الرائق'' کی لکھیں، ان سے ظاہر ہے کہ صاحب ''بحر الرائق'' نے مختلف اقوال جمع فرما دیئے اور صاف طور پر نہ بتایا کہ راجح قول کیا ہے اور پہلے جو فرما چکے یہ پچھلی عبارت اس کی معارض ہے، مفتی کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس بات کا اطمینان کر لے کہ کون سا قول راجح ہے اور دلیل سے کس قول کی تائید ہوتی ہے پھر راجح قول پر فتویٰ دے یہ نہیں کہ محض اپنی خواہش نفس سے گزشتہ و پیوستہ سے آنکھیں میچ کر جو بات اپنے مطلب کی پائے اسے نقل کر لائے یہ محض اتباع ہوا ہے نہ کہ اقتداء شریعت اسی ''بحر الرائق'' کے بیانات گذشتہ سے یہ معلوم ہوا کہ وہ حدیث جسے مفتی صاحب نے نقل کیا جس میں وارد ہوا: صلوا خلف کل برو فاجر محل فتنہ اور موضع ضرورت پر محمول ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں زمانہائے خلافت میں سلاطین خود امامت کرتے اور حضور عالم ما کان و ما یکون صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان میں فساق و فجار بھی ہوں گے کہ ستکون علیکم امرأ یؤ خرون الصلاۃ عن و قتہا اور معلوم تھا کہ اہل صلاح کے قلوب ان کی اقتدا سے تنفر کریں گے اور معلوم تھا کہ ان سے اختلاف آتش فتنہ

کومشتعل کرنے والا ہوگا اور دفع فتنہ دفع اقتدائے فاسق سے اہم و اعظم تھا قال اللہ تعالیٰ: و الفتنة اکبر من القتل لہٰذا دروازۂ فتنہ بند کرنے کیلئے ارشاد ہوا: صلوا خلف کل بر و فاجر یہ اس باب سے ہے: من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما اور فقہاء کا قول: تجوز الصلاۃ خلف کل بر و فاجر اس معنی پر ہے جو اوپر گزرے کہ نماز فاسق کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے، اگرچہ غیر معلن کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معلن کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی مگر ان مدعیوں کے لئے اس حدیث و مسئلہ فقہ میں کوئی حجت و سند نہیں نفس جواز و صحت سے مساوات کیوں کر نکلی کہ منافی ترجیح ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ام نجعل المتقین کالفجار (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ر ص ۲۷ ر مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی) یہاں سے ظاہر ہوا کہ حدیث مبارک: صلوا خلف کل بر و فاجر میں اقتدائے فاسق کی اجازت بحالت اضطرار دفع فتنۂ اشرار کیلئے ہے نیز بیان جواز بمعنی صحت کیلئے یہ اجازت وارد ہوئی اور جواز صحت و اباحت دونوں معنی میں بولا جاتا ہے لہٰذا: تجوز الصلاۃ خلف کل بر و فاجر کا معنی تصح الصلاۃ خلف کل بر و فاجر ہوگا اور لا تجوز الصلاۃ خلف اہل الاھواء کا معنی لا تحل قرار پائیگا، اس کی نظیر اذان جمعہ کے وقت بیع ہے جس کے بابت فقہاء فرماتے ہیں: یجوز البیع عند اذان الجمعة و یکرہ یعنی جمعہ کی اذان کے وقت خرید فروخت جائز ہے اور مکروہ ہے اور مراد یہ ہوتی ہے کہ بیع صحیح ہے مگر مکروہ تحریمی و ممنوع ہے اور جواز بمعنی حلت و اباحت کی نظیر فقہاء کا قول: لا تجوز الصلاۃ فی الارض المغصوبة یعنی نماز زمین غصب میں جائز نہیں مطلب یہ ہے کہ زمین غصب میں نماز پڑھنا حلال نہیں اگرچہ نماز صحیح ہو جائیگی یہاں سے مبسوط کی اس عبارت کا جواب ہو گیا۔ جو انگریزی میں لکھے ہوئے فتویٰ میں درج کی گئی۔ تو مبسوط کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ فاسق کی تقدیم صحیح ہے، یعنی نماز اس کی اقتدا میں ہو جائے گی اگرچہ مکروہ و ممنوع ہے اور مکروہ جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے اکثر و بیشتر

مکروہ تحریمی ہی مراد ہوتا ہے جیسا کہ خود صاحب ''بحر الرائق'' نے تصریح کی ہے: کما فی رد المحتار وغیرہ تو عبارت مبسوط بشرط تصحیح نقل جمہور علماء کرام کی تصریحات کے اصلا مخالف نہیں اور فاسق معلن وغیر معلن کا حکم الگ الگ معلوم ہوا اور وہ یہ کہ فاسق معلن کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے اور غیر معلن کی اقتدا مکروہ تنزیہی ہے لہٰذا اگر ''بحر الرائق'' کے اس فرمان اخیر کو فاسق غیر معلن پر محمول کیا جائے تو باہم علماء کے درمیان کوئی اختلاف ہی نہیں رہتا، فقہا تصریح فرماتے ہیں: ابداء الوفاق اولی من ابقاء الخلاف ولذا صرحوا بانه یوفق بین الروایات مهما امکن کما فی الشامیة بالجملہ بکثرت دلائل سے فاسق معلن کی اقتدا کا ناجائز و مکروہ ہونا ثابت ہے جسکی تفصیل سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی مولانا الشاہ امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسالہ مبارکہ ''النهی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقلید'' میں فرمائی، ہم وہیں سے ایک حدیث خاص فاسق کی امامت سے ممانعت پر نقل کرتے ہیں، ابن ماجہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لا یؤمن فاجر مومنا الا ان یقهره بسلطانه یخاف سیفه اوسوطه ہرگز کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے مگر یہ کہ وہ اس کو بزور سلطنت مجبور کردے کہ اس کی تلوار یا کوڑے کا ڈر ہو بلکہ ابن شاہین نے ''کتاب الافراد'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: تقربوا الی الله ببغض اهل المعاصی والقوهم بوجوه مکفهرة والتمسوا رضا الله بسخطهم وتقربوا الی الله بالتباعد عنهم (کنز العمال حدیث ۵۵۸۵ جلد ۳ ص ۷۹) اللہ کی طرف تقرب کرو فاسقوں کے بغض سے اور ان سے ترش رو ہو کر ملو اور اللہ کی رضامندی ان کی خفگی میں ڈھونڈو اور اللہ تعالیٰ کی نزدیکی ان کی دوری سے چاہو، جب فساق کی نسبت یہ احکام ہیں (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۲۹۴) تو انہیں امام بنانا اور

تعظیم دینا کیوں کر جائز ہوگا نیز اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں فاسق متہتک معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، دلیل اول میں اس مسئلے پر بعض کلام اور ''صغیری'' و ''طحطاوی'' کا نص گزرا اور اسی طرف امام علامہ زیلعی نے ''تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق'' اور علامہ حسن شرنبلالی نے شرح نور الایضاح اور علامہ ابو السعود نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اشارہ فرمایا اور یہی ''فتاویٰ حجہ'' کا مفاد اور تعلیل مشائخ کرام سے مستفاد یہاں تک کہ علماء نے تصریح فرمائی کہ غلام یا گنوار یا حرامی یا اندھا علم میں افضل ہوں تو انہیں کو امام بنانا چاہئے مگر فاسق اگرچہ سب سے زیادہ علم والا ہو امام نہ کیا جائے کہ امامت میں اس کی عظمت اور وہ شرعاً مستحق اہانت ملخص ''امداد الفتاح'' میں ہے: کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعا فلا يعظم بتقديمه للامامة واذا تعذر منعه ينتقل عنه الى غير مسجده للجمعة وغيرها سیدی احمد مصری اس کے حاشیے میں فرماتے ہیں: قوله فتجب اهانته شرعا فلا يعظمه بتقديمه للامامة تبع فيه الزيلعي و مفاده كون الكراهة في الفاسق تحريمية اور حاشیہ شرح علائی میں فرماتے ہیں: أما الفاسق الاعلم فلا يقدم لان في تقديمه تعظيمه و قد وجب عليهم اهانته شرعا و مفاد هذا كراهة التحريم في تقديمه ابو السعود انتهى علامہ محقق حلبی ''غنیۃ'' میں فرماتے ہیں: العالم اولى بالتقديم اذا كان يجتنب الفواحش و ان كان غيره اورع منه ذكره في المحيط ولو استويا في العلم والصلاح واحدهما اقرأ فقدموا الاخر اساؤا ولا ياثمون فالاسائة لترك السنة وعدم الاثم لعدم ترك الواجب لانهم قدموا رجلا صالحا كذا في فتاوى الحجة و فيه اشارة الى انهم لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بامور دينه وتساهله في الاتيان بلوازمه فلا يبعد منه

الاخلال ببعض شروط الصلاۃ و فعل ماینا فیھا بل ھوا لغالب بالنظر الی فسقه ولذالم تجز الصلاۃ خلفه اصلا عند مالک وروایة عن احمد (فتاویٰ رضویہ ج۳/ صفحہ۲۹۶/۲۹۵)

خلاصۂ عبارات یہ ہے کہ فاسق کی امامت مکروہ وممنوع ہے اگر چہ وہ عالم ہو اس لئے کہ وہ دین کی پرواہ نہیں رکھتا شرعاً اسکی اہانت واجب ہے تو امامت کے لئے اس کو آگے بڑھا کے اس کی تعظیم نہ کریں گے اور اگر اس کو روکنا ممکن نہ ہو تو جمعہ اور دیگر نمازوں کے لئے دوسری مسجد کی طرف منتقل ہو جائیں گے، سیدی احمد مصری اس کے حاشیے میں فرماتے ہیں، مصنف نے اس ارشاد میں زیلعی کا اتباع کیا اور اس کا مفاد فاسق کی امامت میں کراہت تحریمی ہے اور یہی سیدی احمد مصری درمختار کے حاشیے میں فرماتے ہیں۔ عالم جبکہ فاسق ہو تو امامت کیلئے آگے نہ بڑھایا جائیگا۔ اس لئے کہ اس کو آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے اور لوگوں پر فاسق کی توہین شرعاً واجب ہے اور اس کا مفاد یہ کہ اسے امامت کے لئے آگے بڑھانے میں کراہت تحریمی ہے علامہ محقق حلبی نے ''غنیۃ'' میں فرمایا کہ عالم کو امامت کے لئے آگے بڑھانا افضل ہے جبکہ وہ خلاف شرع باتوں سے بچتا ہو اگر چہ دوسرا اس سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ اس مسئلے کو ''محیط'' میں ذکر کیا اور اگر دونوں علم و تقوی میں برابر ہوں اور ایک قرأت میں اس سے اچھا ہو تو اگر لوگوں نے دوسرے کو آگے بڑھا دیا تو برا کیا اور گنہ گار نہ ہوئے۔ برا اس لئے کیا کہ سنت چھوڑ دی اور گنہ گار یوں نہ ہوئے کہ انہوں نے کسی واجب کو نہیں چھوڑا۔ اس لئے کہ انہوں نے نیک مرد کو امامت کے لئے آگے کیا ''فتاویٰ حجہ'' میں یہ مسئلہ اس طور پر ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ لوگ اگر فاسق معلن کو امامت کے لئے بڑھائیں گے گنہ گار ہوں گے اس لئے کہ اس کو امامت کے لئے بڑھانا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ وہ دین کے کاموں کا اہتمام نہیں رکھتا اور دین کے ضروری احکام کی تعمیل میں سستی سے کام لیتا ہے تو

اس سے کچھ دور نہیں ہے کہ بعض شرائط نماز میں خلل ڈالے اور وہ کر بیٹھے جو نماز کے منافی ہو بلکہ اس کے فسق کو دیکھتے ہوئے اس سے یہی غالب گمان ہے اسی لئے امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کے پیچھے اصلاً نماز درست نہیں اور امام احمد علیہ الرحمہ سے بھی ایسی روایت آئی اور مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ ''یاد رہے کہ تقدیم کو مکروہ کہا ہے نماز کو مکروہ نہیں کہا لہٰذا دوسروں کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے'' اس کا جواب اسی ''غنیۃ'' کی عبارت سے ظاہر ہے جسکا صاف مفاد یہ ہے کہ مقتدی فاسق معلن کو امامت کے لئے آگے بڑھائیں گے تو گنہ گار ہوں گے اس لئے کہ فاسق معلن کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے اور کراہت تحریم کے ساتھ جو نماز ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہے ''درمختار'' میں ہے: کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا لہٰذا یہ حکم لگانا کہ دوسروں کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے غلط اور فقہاء کے فرمان کے صریح خلاف ہے اور جو حدیث یہاں ذکر کی وہ محض اس صورت میں ہے۔ جبکہ فاسق معلن کو روکنا ممکن نہو۔ اور دوسری مسجد کی طرف منتقل ہونے کا اختیار نہو اور بیان جواز بمعنی صحت کے لئے ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا تو اس سے مطلقاً فاسق معلن کی اقتدا کے حلال ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں اخیر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ایک حدیث اور درج کروں جس سے فاسق کی حیثیت اور اسے تقدیم و تعظیم دینے والوں کا حکم ظاہر ہو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں: من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام یعنی جو کسی بدعت والے کی تعظیم کرے تو اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی ''ردالمحتار'' میں فاسق کے بارے میں فرمایا: ھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لما ذکرنا یعنی فاسق معلن بدعتی کے مثل ہے کہ اس کی امامت بہر حال مکروہ ہے بلکہ شرح منیہ میں شارح اس طرف گئے کہ اس کو امامت کیلئے مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے اس دلیل سے

جو ہم نے ذکر کی اب جبکہ یہ بخوبی ظاہر ہو گیا کہ فاسق مبتدع کی نظیر ہے لہٰذا مناسب ہے کہ خلاصہ کلام میں فاسق ومبتدع کے احکام اور فاسق کے بارے میں تفصیل وتوفیق اقوال بہ طور اجمال بیان ہوا اور اختتام یہاں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے کلام پر ہو کہ امام الکلام ہے اور وہی مسک الختام ہے (فتاویٰ رضویہ ج سوئم صفحہ ۲۷۳) سے ایک فتویٰ مع سوال وجواب بعینہ نقل کیا جاتا ہے:

مسئلہ: - از سرکار مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ درگاہ کلاں مسئولہ حضرت صاحبزادہ والا مرتبت بالا منقبت حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب زید مجدہم ۲۰ر ذی قعدہ ۱۳۲۰ھ

جامع کمالات منبع برکات مولانا المعظم زادت برکاتہم پس از سلام مسنون عارض ہوں فساق کی امامت علی المذہب المفتی بہ مکروہ تحریمی قابل اعادہ یا مکروہ تنزیہی یا کچھ تفصیل اگر فساق کی امامت سے صلحا بھی اور فساق دونوں نماز پڑھیں بر تقدیر اعادہ صرف صلحاء کے لئے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہے یا صلحاء وفساق دونوں کے لئے اور صلحا اگر منع فساق عن الامامۃ سے عاجز ہوں تو صلوٰت خمسہ بے جماعت پڑھنا یا فساق کی امامت سے پڑھنا اولیٰ "درمختار" میں ہے کہ فساق واعمیٰ وعبد وولد الزنا وغیرہ کی امامت جب مکروہ ہے جب دوسرے ان سے اچھے موجود ہوں ورنہ نہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو لوگ مکروہ کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی یہی حکم ہے یا کچھ اور بینوا توجروا۔

الجواب: - امامت فساق کی نسبت علماء کے دونوں قول ہیں کراہت تنزیہی کما فی الد ر وغیرہ اور کراہت تحریمی کما فی الغنیۃ و فتاوی الحجۃ و التبیین و الشر نبلا لیۃ و ابی السعود و الطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرھا اور ان میں توفیق یہ ہے کہ فاسق غیر معلن کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معلن کے پیچھے تحریمی مبتدع کی بدعت اگر حد کفر کو پہونچی ہو اگرچہ عند الفقہا یعنی منکر قطعیات ہو اگرچہ منکر ضروریات نہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے

کمافی فتح القدیر و مفتاح السعادۃ و الغیاثیۃ وغیرھا کہ وہی احتیاط جو متکلمین کو اس کی تکفیر سے باز رکھے گی اس کے پیچھے نماز کے فساد کا حکم دے گی فان الصلاۃ اذا صحت من وجوہ و فسدت من وجہ حکم بفسادھا ورنہ مکروہ تحریمی جن صورتوں میں کراہت تحریم کا حکم ہے صلحاء وفساق سب پر اعادہ واجب ہے، جب مبتدع یا فاسق معلن کے سوا کوئی امام نہ مل سکے تو منفرد اپڑھیں کہ جماعت واجب ہے اوراس کی تقدیم ممنوع بکراہت تحریم اور واجب ومکروہ تحریم دونوں ایک مرتبہ میں ہیں ودرء المفاسد اھم من جلب المصالح ہاں اگر جمعہ میں دوسرا امام نہ مل سکے تو جمعہ پڑھیں کہ وہ فرض ہے اور فرض اہم اسی طرح اگر اس کے پیچھے نہ پڑھنے میں فتنہ ہو تو پڑھیں اوراعادہ کریں کہ الفتنۃ اکبر من القتل واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر۴ کے جواب میں مفتی نے جو یہ لکھا ہے ''قبضہ سے زائد کا کاٹنا واجب ہے'' محل نظر و ناقابل تسلیم ہے یونہی جمہور کا مذہب جو بایں الفاظ بیان کیا کہ بہت لمبی داڑھی ہونا جمہور کے نزدیک مستحب ہے جہاں تک ہو اس پر تصحیح نقل مطلوب ہے، یہاں سے خوب ظاہر ہوا کہ وہ فتوی جو تبصرے کیلئے پیش کیا گیا اور اسکا انگریزی ترجمہ دونوں تحقیق سے دور تفصیل سے خالی توفیق سے مہجور، داڑھی کی اہمیت کو عوام کی نظر میں کم کرنے والے اور داڑھی تراشنے والوں کا حوصلہ بڑھانے والے اور نماز جو بڑی احتیاط کا محل ہے اس میں لاپرواہی و بے احتیاطی کو روا رکھنے والے جن میں محض خواہش نفس سے ترجیح وتفصیل وتوفیق وتطبیق سے صرف نظر کر کے ایک قول مرجوح کو مفتیوں نے اختیار کیا ہے، تراویح میں ختم قرآن سنت مؤکدہ ہے جبکہ امام جامع شرائط امامت کی اقتدا میسر ہو تو اس فضیلت کا حاصل کرنا خوب اور شرعا مطلوب مگر امام جبکہ فاسق معلن ہو اور ترک اقتدا کوئی فتنہ نہ ہو تو اس فضیلت کی تحصیل کے لئے مکروہ تحریمی کے ارتکاب کی کس نے ٹھہرائی اوراس کی اجازت کہاں سے آئی ہاں اگر وہ فاسق معلن ہی جماعت موجودین میں قرآن صحیح طور پر پڑھتا ہو تو

اس صورت میں فرض وتراویح سب میں تصحیح صلاۃ کیلئے اسی کی اقتدا فرض ہے، یا ترک اقتدا میں فتنے کا صحیح اندیشہ ہے تو اقتدا کی اجازت ہے مگر اس صورت میں اعادہ ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

قاله بفمه و أمر برقمه الفقير الى رحمة ربه الغنى

فقیر محمد اختر رضا القادری الازہری غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

محمد مظفر حسین قادری رضوی

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی شہید عالم رضوی

مرکزی دارالافتاء، ۸۲ر سوداگران بریلی شریف   دارالافتاء جامعہ نوریہ باقر گنج بریلی شریف

الراقم محمد یونس رضا الاویسی الرضوی

مرکزی دارالافتاء، ۸۲ر سوداگران بریلی شریف

یکم شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ
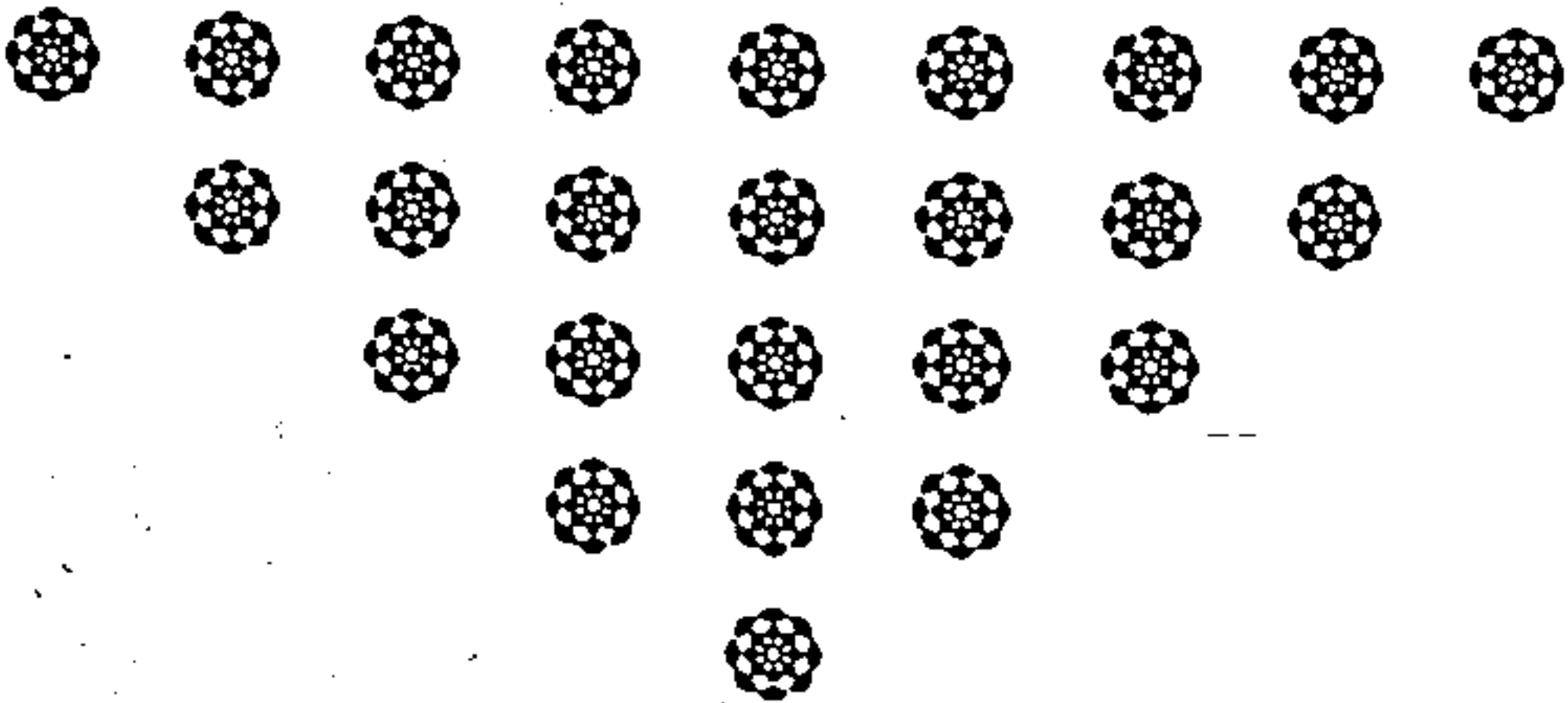
عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی قاضی محمد عبدالرحیم صاحب بستوی

استاذ الفقہا عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی قاضی محمد عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ العالی یکم جولائی ۱۹۳۶ء میں موضع جیجواپوسٹ ہلور تحصیل ڈمریا گنج ضلع بستی کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، حضرت عمدۃ المحققین نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی گھر میں حاصل کرنے کے بعد ۱۷/اگست ۱۹۵۰ء کو دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا بازار گونڈہ شرح جامی وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔

پھر ۱۹۵۶ء میں امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی نورہ اللہ مرقدہ کی خدمت حاضر ہوکر ۱۹۶۱ء میں درس نظامی کی اعلیٰ تعلیم مکمل کی، علوم عقلیہ ونقلیہ کے حصول سے فراغت کے بعد یکم اگست ۱۹۶۱ء میں حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور مفتی اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کی علمی وفقہی صلاحیت اور اعلیٰ خوش خطی کی بناء پر انعام واکرام کی بارش فرماتے ہوئے ''رضوی دارالافتاء'' میں فتویٰ نویسی کی اہم ذمہ داری آپ کے سپرد فرمادی۔

ابتداً آپ کوئی بھی فتویٰ حضور مفتی اعظم رضی اللہ عنہ کی تصدیق کے بغیر روانہ نہ فرماتے لیکن چند ہی دنوں بعد سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''قاضی صاحب اب آپ کے لئے ہر فتویٰ کا دکھانا ضروری نہیں صرف اہم فتاویٰ دکھالیا کریں'' حضرت عمدۃ المحققین نے حضور مفتی اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہ کر تقریباً ۱۹/سال تک فتویٰ نویسی کی اور ۱۹۸۴ء سے ''مرکزی دارلافتاء'' کے مسند صدارت پر فائز ہیں اور آج آپ کو فتاویٰ لکھتے ہوئے ۴۲/سال ہورہے ہیں آپکو فقہی جزئیات ایسے مستحضر ہیں کہ بیک وقت ایک ہی مسئلہ کے تعلق سے کئی کئی جزئیات برجستہ نقل کروادیا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کے فتاویٰ ملک وبیرون ملک میں قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں، آپ کو حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ سے سلسلہ رضویہ میں اجازت وخلافت بھی حاصل ہے۔

از: محمد عبدالوحید رضوی بریلوی امین الفتویٰ مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

علمائے بریلی اہل سنت وجماعت نے کتاب حسام الحرمین شریفین میں علماء دیوبند کو وہابی بتا کر اوران کے عقائد باطلہ پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اوران کے مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے کو اوران کے پیچھے نماز پڑھنے کو حرام بتلایا ہے مگران کی کتاب پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہ ان پر بہتان وافترا لگایا ہے اگر یہی عقائد باطلہ علماء دیوبند کے پاس روانہ کیے جائیں تو وہ بھی کفر ہی کا فتویٰ صادر فرمادیں گے انہوں نے اپنی کتاب ''عقائد علماء دیوبند'' اور ''عقائد وہابیہ نجدیہ'' و کتاب ''الشہاب الثاقب'' مصنفہ مولانا حسین احمد صاحب مدنی میں علیحدہ علیحدہ تحریر کیے ہیں اور یہ بتلایا ہے کہ عبدالوہاب نجدی ظالم باغی خونخوار شخص تھا اور ہم ان میں سے نہیں ہیں یہ ہم پر بہتان لگایا گیا ہے اور ہمارے عقائد اہل سنت والجماعت کے ہیں اور علمائے بریلی بدعتی ہیں انہوں نے اپنی طرف سے بہت سے نئے کام ایجاد کیے ہیں جو کہ صرف اپنے پیٹ پالنے کیلئے ایجاد کیے ہیں اور عوام کو دھوکہ دیا ہے یہ تمام نئے کام قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں نہیں تھے علاوہ ان کتابوں کے اور کتابوں میں بھی ان کا جواب دیا گیا ہے جیسے کتاب ''فیصلہ کن مناظرہ''، ''دیوبند سے بریلی تک''، ''المہند علی المفند''، اصلاح الرسوم''، ''شریعت یا جہالت''، ''السحاب المدرار''، ''تزکیۃ الخواطر''، ''راہ سنت'' ''توضیح البیان''، ''بدعت کی باتیں'' بدعت کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ دریافت طلب یہ ہے کہ واقعی جوان کتابوں میں تحریر ہے کیا وہ غلط ہے یا ہمارے سمجھ میں نہیں آیا ان کتابوں میں بڑی بڑی کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں میں اپنے عقائد سے بدلا نہیں ہوں اب میری دلی تسکین کیلئے ان کا جواب مفصل تحریر فرمائیں تاکہ میں اپنے عقائد صحیح میں مضبوط اور قائم رہوں اوران اارکتابوں کو پڑھنا چاہئے یا نہیں۔

المستفتی: بندو حسن جوالاپوری

کلیر جوالاپور سہارنپور یوپی

الجواب :-اتنی بات ہر دیوبندی کو تسلیم ہے کہ ''براہین قاطعہ''، ''حفظ الایمان''، ''تحذیر الناس'' میں وہ عبارتیں لفظ بہ لفظ موجود ہیں جن پر علماء نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اگر وہ عبارتیں نہ ہوتیں تو افترا و بہتان کہنا صحیح ہوتا اب انکے مفاہیم میں اختلاف ہونا ضرور ہے مجرم اپنے جرم کا اقرار مشکل سے کرتا ہے اگر وہ اقرار کرے تو اس کا جرم ختم ہو جائے جو مفہوم و مطلب ان عبارتوں کا تھا علماء اہل سنت نے پیش کیا اس کا فوٹو بھی لیکر بتایا ''وقعات السنان وادخال السنان'' وغیرہا کے جواب سے دیوبندی اب تک عاجز رہے اور انشاء المولیٰ تعالیٰ عاجز رہیں گے تو انہوں نے اس قسم کے خرافات شروع کیے۔

منظور نعمانی نے فیصلہ کن مناظرہ میں طرح طرح سے فریب دینے کی کوشش کی ہے یہی حال ''دیوبند سے بریلی تک'' کے مصنف کا بھی ہے مگر ان لوگوں نے جو باتیں کہیں ہیں ان کا جواب علماء اہل سنت بہت پہلے دے چکے ہیں اب ان اعتراض کا دہرانا پرلے درجے کی ہٹ دھرمی ہے۔ مثلاً اس کا یہ کہنا ہے کہ ''تحذیر الناس'' کی تین جگہ کی عبارت کو لیکر کفری معنی پہنائے گئے ہیں اور مصنف تو اس عقیدہ ختم نبوت کا قائل ہے یہ محض فریب ہے ''تحذیر الناس'' کی ہر عبارت مستقل کفر ہے تو تقدیم و تاخیر سے کوئی فرق نہیں پڑتا حضور آقائے نعمت سرور کونین ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کا امکان ماننا بھی کفر ہے اور اس عقیدہ ختم نبوت کو عوام کا خیال بتانا بھی کفر ہے ''براہین قاطعہ'' کی عبارت پر جو کچھ لکھا ہے وہ بھی محض بکواس ہے ''الموت الاحمر'' میں ان عبارتوں پر دیوبندیوں نے جو کچھ کلام کیا ہے ان سب کا مفصل جواب ہے ''حفظ الایمان'' و ''بسط البنان'' کا رد بلیغ ''وقعات السنان'' و ''قہر واحد دیان'' میں موجود ہے دیوبندیوں نے مابعد کی کتابوں میں کوئی جدید تاویل نہیں کی ہے وہی پرانی سڑی سڑائی تاویلیں پیش کر رہے ہیں پھر یہ تاویلیں ان کے قائلین سے کفر کو اٹھا نہیں سکتیں وہ خود اپنی مراد ظاہر کر چکے انکی مرادیں واضح پھر

اس کفر کو کون اٹھا سکتا ہے ''تحذیر الناس'' والے نے ہزار ہا جگہ ختم نبوت کا اقرار کیا ہو مگر تحذیر الناس کی ان عبارتوں کا قائل ہونے کی وجہ سے کافر ہی رہے گا جب تک اس قول سے بالاعلان توبہ و رجوع نہ کرے تجدید ایمان نہ کرے اور اب یہ مشکل ہے کہ وہ مر کر مٹی میں مل گیا، اسی طرح المہند اور ''الشہاب الثاقب'' وغیرہ میں جو عقائد بتائے گئے ہیں وہ کبرائے وہابیہ کے عقائد کے خلاف ہیں ''المہند'' ص ۵۷ر میں عربی میں ہے: **هٰذه خلاصة تصديقات السادة العلماء المكة المكرمة زادها الله تعالىٰ شرفا و فضلا** اور اس کا اردو ترجمہ یہ کہتا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ زاداللہ شرفاً وتعظیماً کے علما کی تصدیقات کا خلاصہ ہے اب یہاں غور طلب یہ بات ہے کہ ''المہند'' تو سراسر تلبیس تھی ہی مگر اس عبارت نے اسکی رہی سہی ساکھ کو بھی خاک میں ملا دیا کہ مکر و فریب سے بھری کتاب پر بھی جو کچھ تصدیق کے نام سے لکھا گیا ہے وہ تصدیقی تحریریں پوری پوری مکمل اور انہیں الفاظ کے ساتھ نہیں ہیں بلکہ انکا خلاصہ ہے تو ضرور کانٹ چھانٹ کے بعد چھاپی گئی پھر اس کتاب کا کیا اعتبار ہے ظاہر ہے جو مطلب کے خلاف باتیں رہیں ہونگی انہیں حذف کر کے خلاصہ بنایا ہے حالانکہ تصدیق وتقریظ کے چھاپنے کا قاعدہ واصول یہی ہے کہ انہیں بے کم وکاست چھاپا جائے اب اہل دیوبند سے کیا امید کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے تصادیق کے الفاظ میں کیا کیا دیانت داری کا مظاہرہ کیا ہوگا تو وہ علماء حرمین کی دستی تصدیق نہیں ہے بلکہ خلیل احمد کی تلبیس ہے پھر تصدیق میں یہ نہ لکھا گیا کہ تھانوی وگنگوہی وانبیٹھی ونانوتوی طواغیت دیوبندیہ کی عبارت کفریہ حق وصحیح ہیں ان عبارتوں کے قائل وراضی ہونے کے بعد بھی وہ مسلمان ہیں اور اس میں یہ بھی نہیں کہ حسام الحرمین میں جوان کے طواغیت پر فتویٰ ان کی عبارتوں کی وجہ سے صادر فرمائے گئے وہ غلط ہیں نا قابل عمل ہیں نہ یہ ہے کہ حسام الحرمین میں جو ہمارے فتویٰ ہیں وہ ہمیں دھوکہ دیکر ہم سے لے گئے ہیں ہم نے ناواقفی میں لکھے ہیں نہ یہ ہے کہ وہ حسام الحرمین والے فتویٰ ہم نے واپس مانگ لئے اور اب

جو نہیں پیش کرے وہ جھوٹا ہے نہ یہ ہے کہ خلیل احمد انبیٹھی نے ہمارے سامنے ''حفظ الایمان'' ص ۶ وص ۷ ''براہین قاطعہ'' ص ۵۱ فوٹو فتاوائے گنگوہی ''تحذیر الناس'' ص ۳ وص ۱۴ وص ۲۸ کی عبارات بعینہا و بالفاظہا پیش کیں اور ہم نے غور کر کے سمجھا عبارات مندرجہ کتب مذکورہ میں کوئی کفر نہیں، ان عبارات مندرجہ کتب مذکورہ کا قائل ومصنف ومعتقد ومصدق کافر نہیں مرتد نہیں جب یہ تفصیل وتوضیح نہیں اور ہرگز نہیں اور المہند کی عیاریاں مکاریاں فریب کاریاں کھل چکیں اور با قرار خود اصل تصدیق چھاپی نہیں بلکہ خلاصہ چھاپا تو ثابت ہوا کہ وہ تصدیقات المہند وخلیل احمد کے خلاف تھیں اسلئے تلبیس کی اور اصل تصدیق کو چھپایا یہ اکابر دیوبندیہ کی کذابیوں مکاریوں کا ادنیٰ مظاہرہ کھلا ہوا نظارہ **ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

اور یہیں سے ثابت ہوگیا کہ حسام الحرمین حق وصحیح ودرست ہے پھر ان تصدیقوں کے خلاصہ کو ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء مکہ معظمہ کے نام سے چھ تصدیقیں انبیٹھی نے لکھا جن میں تین غیر مکی ہیں لہٰذا یہ بھی جھوٹ ہوا اور ناقابل قبول اور دو تصدیقیں مفتی مالکیہ اور انکے بھائی صاحب کی واپس مانگ لی گئیں انہیں پھر بھی لکھنا بے حیائی اور تلبیس ہے تو چھ میں سے پانچ مردود و باطل ہوگئیں اور پہلی کو خلاصہ کر کے اور خلاصہ لکھ کر خود انبیٹھی باطل ومردود ٹھہرا چکا تو مکہ معظمہ کے کسی عالم کی بھی کوئی تحریر المہند کی حمایت میں نہ رہی یہی حال علمائے مدینہ کی تصادیق کا ہے کہ وہاں بھی اصل تصادیق نہیں بلکہ خلاصہ شائع کیا گیا ہے اور اس میں بھی فریب اور تلبیس کی ہے کہ الامان والحفیظ چنانچہ علمائے مدینہ کی تصدیقات بتانے کیلئے ص ۶۳ ر میں لکھا کہ سب سے پہلے امام فقہائے زمانہ.......... حضرت مولانا سید احمد برزنجی شافعی مفتی آستانہ نبویہ دامت فیوضہم کے رسالہ کا ملخص تین مقام سے لکھتے ہیں اب آپ خود غور فرمائیں کہ دیوبندیوں کا بڑا محدث ومعتبر ومستند خلیل احمد نے کتنی عظیم تلبیس کی ہے کہنا پڑا دھوکہ دیا کہ جب علماء مدینہ نے اس کی تصدیق نہ کی

توخلیل احمد نے مولانا برزنجی کے رسالہ ''کمال السیوف والتقویم'' کے تین مقاموں کی مختلف عبارتیں قطع و برید کر کے نقل کیں اور اس کی ساری تصدیقات اور مہریں کہ عوام سمجھیں کہ سب تصدیقیں المہند ہی پر ہیں یہ مختصر حال تصدیق کا ہے جس میں ذرہ برابر صداقت کی جھلک نہیں بلکہ مکمل تلبیسات اور فریب ودجل ہے صداقت اس وقت ہوتی کہ ان کفری عبارتوں کو پیش کرتے اور علمائے حرمین طیبین سے اس بات کا فتویٰ لیتے کہ یہ عبارتیں کفری نہیں حسام الحرمین میں جو فتویٰ دیا گیا ہے وہ غلط ہے مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ نے ہمیں دھوکہ دیا پھر المہند کے مضامین قصر وہابیت و دیوبندیت کو ڈھادینے والے ہیں المہند میں ''فتاویٰ رشیدیہ'' و ''تقویت الایمان'' و ''حفظ الایمان'' ، ''براہین قاطعہ'' ، ''تحذیر الناس'' کے خلاف عقائد اہل سنت و جماعت کو لکھ کر فتویٰ لیا گیا ہے اور اپنا وہ عقیدہ بتایا ہے جو اہل سنت و جماعت کا ہے مکر و فریب کی اس سے زیادہ گندی گھنونی چال نہیں ہوسکتی ہے چنانچہ علامہ سیفسطی کی تصدیق کے نام سے ایک مضمون چھاپا ہے جو ص ۶۹/ پر ہے کہ جناب رسول اللہ کی روح پرفتوح کے تشریف لانے میں کچھ استبعاد نہیں کیونکہ حضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں باذن خداوندی کون میں جو چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں علامہ کی اس عبارت نے دیوبندی دھرم اور اسکی پستک ''تقویت الایمان'' کو جہنم رسید کردیا اس کے صفحہ ۸/ میں ہے کہ پھر خواہ یوں سمجھے کہ طاقت ان کو اپنی ذات ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے اور اسی میں ہے'' کہ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے انکو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے'' اور ص ۲۳/ میں ہے کہ'' جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سو اب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے'' اور ص ۳۴/ پر ہے کہ'' جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں'' اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ امام الوہابیہ کے فتویٰ سے المہند ص

۶۹ رکا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے اور جو اس عقیدہ کی تعلیم دے وہ مشرک اور مشرک گر ہے اور اگر
حضور اقدس ﷺ کو کچھ اختیار نہیں اور المہند امام الوہابیہ کے فتوی سے شرکی کتاب ہے لہٰذا اس کا
مصنف اور اس کے مصدقین ہندی مشرک ٹھہرے دیوبندیوں کو امام الوہابیہ کا یہ شرکی فتویٰ مبارک
ہو فلعنة الله علی الکافرین اسی ''تقویت الایمان'' میں حضور ﷺ کے بارے میں لکھا ہے یعنی
میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں مرنے والا ہوں علامہ موصوف کے فتوے سے اس قول کا بھی رد ہو
جاتا ہے اب اگر ''تقویت الایمان'' کا یہ قول وہابیہ مانے تو المہند جھوٹی اور المہند کو صحیح مانیں تو
''تقویت الایمان''، ''فتاویٰ رشیدیہ'' جھوٹی قرار پائیں گی اور حقیقت میں تینوں کتابیں جھوٹی ہیں
پھر ''براہین قاطعہ'' کے جھوٹا ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس نے بھی حضور اقدس ﷺ کے میلاد
اقدس میں تشریف آوری کا بہت زور دار رد کیا ہے اور اس میں وہ کفری بول بکا ہے جس پر علماء نے
اسے کافر بتایا علامہ کے اس ارشاد نے تو اسے جہنم کے نچلے حصہ میں پہونچا دیا ''التلبیسات'' میں تو
اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا ''البتہ جہت و مکان کا اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے
ہیں کہ وہ جہت و مکانیت اور جملہ علامات حدوث سے منزہ و عالی ہے'' ص ۲۳ رمگر در حقیقت ان کا
یہ عقیدہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے جہت و مکان سے منزہ جاننے کے عقیدہ کو بدعت سمجھتے ہیں چنانچہ
ملاحظہ ہو امام الوہابیہ دہلوی کی ''ایضاح الحق'' ص ۳۵ و ص ۳۶ ''وتنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و
جہت و ماہیت و ترکیب عقلی (الی) ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات
مذکورہ را از جنس سے عقائد دینیہ می شارد'' یہ عیاری ہے کہ عقیدہ کچھ اور ہے اور ظاہر کچھ اور کرتے ہیں
''التلبیسات'' ص ۱۷ ر میں لکھا ہے ''جو اس کا قائل ہو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کو ہم پر بس اتنی
جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے
خارج ہے'' یہاں تو یہ ظاہر کیا اب ذرا ''تقویت الایمان'' اور ''براہین قاطعہ'' کی عبارتوں کو ملاحظہ

کریں کہ اس میں کیا عقیدہ لکھا ہے ''انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے'' ''تقویت الایمان'' ص ۶۸ اور ''براہین قاطعہ'' ص ۳۰ر اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کہہ دیا کہ وہ خود نص کے موافق کہتا ہے'' اس مکاری کی کیا انتہا ہے جو عقیدہ بار بار چھاپ چکے ہیں اس کے خلاف ''التلبیسات'' میں ظاہر کر کے اپنے ایمان دار ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں ''التلبیسات'' ص ۱۸ر کی عبارت ملاحظہ ہو ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے جن کا ذات وصفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ و حکم نظریہ اور حقیقتہائے حقہ و اسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس نہیں پہونچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی و رسول اور بیشک آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے'' اس عبارت سے سارا قصر وہابیہ مسمار ہو گیا یہ عبارت دلیل صریح ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم کی وسعت پر اور حضور کا تمام خلق سے اعلم ہونے پر اب ''تقویت الایمان'' کا ص ۳۱ر ملاحظہ ہو جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا خواہ قبر میں خواہ آخرت میں ہو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا نہ دوسرے کا'' اور ''براہین قاطعہ'' میں لکھا ہے'' اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں تو ظاہر ہو گیا کہ حقیقت میں عقیدہ یہ ہے اور ظاہر وہ کیا گیا جو التلبیسات میں ہے اس فریب و دجل کی داد دیجئے''۔ ''التلبیسات'' ص ۱۹ میں لکھا ہے کہ ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے بعض حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے'' اور ''براہین قاطعہ'' میں اسی خبیث نے شیطان لعین کے لئے وسعت علم ثابت کیا اور حضور کے حق میں اس کے ثبوت کا انکار کیا۔ یہاں جس

چیز کو کفر بتایا اس کے قائل خود آنجناب ہی ہیں۔ ''براہین قاطعہ'' ص ۴۷ر میں لکھتے ہیں ''شیطان ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے ہر عاقل پر روشن ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ کیلئے یہ کہہ دیا کہ مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس نہیں پہونچ سکتا نہ مقرب فرشتہ نہ نبی رسول آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا ہوا تو اب عبارت ''براہین قاطعہ'' جو اس قائل کا حقیقی عقیدہ ہے اس کا کفری ہونا روشن اور خود اپنے قول سے مصنف ''براہین قاطعہ'' و مصدق (رشید احمد گنگوہی) دونوں کافر ہو گئے یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ منظور نعمانی نے فیصلہ کن مناظرہ میں جو بحث اس عبارت کے متعلق کی ہے محض باطل ہے کہ خود ''براہین قاطعہ'' کا مصنف عبارت ''براہین قاطعہ'' کو التلبیسات میں کفر بتا رہا ہے اور صاف لکھ رہا ہے کہ جو شخص کسی کو حضور علیہ السلام سے اعلم بتائے وہ کافر ہے اور یہیں سے منظور کی پیش کردہ عبارت :یجوز ان یکون غیر النبی فوق النبی الخ کا جواب ہو گیا اسی طرح ''التلبیسات'' ص ۲۴ر میں ہے جو شخص نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے علم کو زید و بکر و بہائم و مجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعا کافر ہے اور ''حفظ الایمان'' ص ۷ و ۸ کی عبارت پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (الی آخرہ) اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ''حفظ الایمان'' کی عبارت مذکورہ صریح کفری ہے اور اگر منظور نعمانی اور حسین احمد ٹانڈوی کی اس عبارت سے متعلق تاویلوں کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو بات اور زیادہ واضح ہو جائے گی جس کا اب تک دیوبندی جواب نہ دے سکا نہ اعتراض کو اٹھا سکتا۔

''التلبیسات'' ص ۲۴ر پر میلاد شریف کیلئے جو کچھ لکھا ہے اسے ملاحظہ کیجئے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ میلاد شریف کو اعلیٰ درجے کا مستحب بتایا اور اس کو بدعت سیاہ کہنے سے حاشا کہہ کر انکار کیا ہے یہ بڑا فریب ہے کہ ان کا عقیدہ وہ ہے جو ''فتاویٰ رشیدیہ'' جلد ا ص ۵۰ پر لکھا ہے

سوال مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف نہ ہو جیسے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ اور شاہ صاحب واقعی مولود وعرس کرتے تھے یا نہیں؟ الجواب عقد مجلس اگر چہ اس میں امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں اور جلد۲ ص ۱۴۵ ار میں ہے مسئلہ محفل میلاد میں جس میں روایت صحیحہ پڑھی جائیں اور لاف و گزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے ؟ جواب ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے اسی فتاویٰ کے جلد۳ ص ۱۴۵ ار میں ہے کہ کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی مولود اور عرس درست نہیں اب آپ خود عبارتیں ان کتابوں سے مطابق کرلیں اور بنظر انصاف دیکھیں کہ ان کے مذہب وعقائد میں کس قدر تضاد ہے کتابوں میں کس قدر تضاد ہے اور ظاہر ہے کہ پہلی کتابوں میں جو کچھ مذکور ہے وہی درحقیقت ان کا عقیدہ ہے اور التلبیسات میں جو کچھ لکھا ہے وہ براہ عیاری ومکاری ہے اب دوسرا انداز فریب ملاحظہ ہو کہ خود سوالات لکھے اور خود جوابات لکھے اپنے ہی گھر کے لوگوں کی تصدیقیں کرائیں جوابوں میں وہ فریب کاریاں کی جس کی قدرے جھلک اوپر مذکور ہوئی اب اس مجموعہ فریب کو لیکر حرمین طیبین گئے تاکہ وہاں کے علماء کو دھوکہ دیں اور ان سے کسی طرح تصدیق کرالیں تاکہ کہنے کو تو ہو جائے کہ حسام الحرمین میں علماء حرمین طیبین نے جن بدلگاموں پر کفر کا حکم دیا تھا انہوں نے ان کا اسلام تسلیم کرلیا مگر اللہ تعالیٰ ربانی علماء کا محافظ ہے مکاروں کا کید نہ چلا اور حرمین طیبین کے علماء اسلام کے تصدیقیں حاصل نہ ہوئیں تو غیروں کے نام سے تصدیقیں شائع کیں علماء نے اپنے اپنے الفاظ اور اپنی اپنی تصدیقیں واپس لے لیں تھیں انہیں مصدقین سے بتایا پھر اصل تصدیقات کو چھپایا مگر سنی مسلمان اور سنی علماء کرام اول نظر میں اس کے تلبیسات سے آگاہ ہو گئے اور المہند کو مردود قرار دے دیا لہٰذا اس کا حوالہ دینا اور ایسی باتوں کو صحیح جاننا باطل وفاسد خیال ہے اور حسام الحرمین کے مقابل

لانا محض جہالت ہے اگر المہند کی تلبیسات کو دیوبندی صحیح جانتے ہیں تو وہ مذکورہ بالا کتابوں کے مضامین سے انکار کریں اور توبہ ورجوع کریں اور بالاعلان پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوں اور ان کتابوں کو دریا برد کر دیں مگر شاید کوئی دیوبندی اس پر تیار نہ ہوگا کہ اللہ عزوجل نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے انکے لئے لا یعودون آ چکا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ ہر طرح سے اپنے دام فریب میں لانے کی سعی کرتے ہیں مگر توبہ رجوع نہیں کرتے ان پر حق واضح ہو چکا ہے اپنی تحریروں کے ذریعہ ''براہین قاطعہ'' ''تحذیر الناس''، ''حفظ الایمان'' کے کفریات تسلیم کر چکے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور ان ظالموں نے علمائے اہل سنت کیلئے جو کچھ کہا ہے وہ اس سے بری ہیں اس دور میں جو نئے کام ایجاد ہیں ان میں جو اصول شرع پر مکروہ و بدعت ہیں اسے ہم بدعت و حرام و مکروہ جانتے ہیں اور جو جائز و مباح ہیں اسے جائز اور مباح کہتے ہیں، معمولات اہل سنت و جماعت پر اعتراض کرنا کوئی تعجب خیز بات نہیں انہیں بدعت بتانا بھی تعجب نہیں ہے مگر اس باب میں بھی انکے اقوال الجھے الٹے ہیں اور ان باتوں کا مکمل جواب ''رسائل علماء اہل سنت'' و جماعت میں مذکور ہیں دیوبندی ان عقائد باطلہ کی ایجاد کر کے خود پکے بدعتی گمراہ و بدمذہب ہیں اور یہ بدعت کی اعلیٰ قسم ہے قرون اولیٰ میں کسی کام کا نہ ہونا اسے بدعت نہیں بنا دیتا ہے جہالت دیوبندیوں کو لے ڈوبی ہے علماء اعلام نے بدعت کی پانچ قسم گنائی ہیں ایک تمثیل ملاحظہ ہو زبان سے نیت کرنا بدعت ہے قرون اولیٰ میں نہ تھا اور صحابہ و تابعین وائمہ دین تک اس کا ثبوت نہیں ملتا ہے اور اب فقہاء اسے مستحب فرماتے ہیں ابن القیم نے زبان سے نیت کرنے میں ۱۱ر بدعتیں گنائی ہیں اس کیلئے کسی دیوبندی نے شور نہ مچایا اور نہ رد کیا اس طرح صدہا امور وہ ہیں جو قرون اولیٰ میں نہ تھے اور اب بلانکیر معمول ہیں اور بعض وہ ہیں جس پر دیوبندی بھی عامل ہیں تو ایسی باطل بات کہنے میں دجل و فریب کے سوا اور کوئی کارفرمائی نہیں ہے یہ مختصر عرض ہے اسے دیکھیں اور غور کریں جہاں شبہ ہو دریافت کر سکتے ہیں یہ دور پرفتن

ہے وہابیوں اور دیوبندیوں کی کتابوں کے مطالعہ سے بچیں کہ شیطان کو وسوسہ ڈالنے میں دیر نہیں لگتی نسال الله العفو و العافية فی الدين والدنيا والآخرة والاستقامة على الشريعة الطاهرة وما توفيقی الا بالله عليه توكلت و اليه انيب و صلى الله تعالىٰ علىٰ سيد الانبياء و على آله وصحبه وبارک وسلم.

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ر سوداگران رضانگر بریلی شریف

۱۲ر ربیع النور ۱۴۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ہمارے یہاں منبر مسجد میں امام صاحب امامت کرا رہے ہیں۔

۱:- جو اذان کے بعد صلاۃ پڑھتے ہیں جماعت سے دس منٹ پہلے۔

۲:- جس وقت تکبیر ہوتی ہے تو امام مصلے پر آکر بیٹھ جاتے ہیں اور انکا منہ شمال کی طرف ہوتا ہے اور پیٹھ جنوب کی طرف ہوتی ہے۔

۳:- اور حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح پر کھڑے ہوتے ہیں۔

۴:- دعا کے بعد کلمہ شریف کا بلند آواز سے حلقہ کرتے ہیں۔

المستفتی: محمد یٰسین، حاجی عبدالمجید وغیرہ

گاؤں بروڑہ ڈاکخانہ خاص سہارن پور یوپی

الجواب بعون الملک الوہاب - صلاۃ جائز و مستحسن ہے اسے فقہ میں تثویب کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دیکر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور اس کے لئے کوئی خاص لفظ یا صیغہ مقرر نہیں بلکہ وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع مکرر رائج ہو وہی تثویب ہے

خواہ عام طور پر جیسے صلاۃ کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر مثلاً کسی سے کہنا اذان ہوگئی یا جماعت کھڑی ہوتی ہے یا امام آ گئے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو وہ سب تثویب ہے اور اس کا اور صلاۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز جس کی اجازت سے ائمہ کتب فقہ مثل متون تنویر الابصار، وقایہ، نقایہ، غرر الاحکام، کنز، غرر الاذکار و وافی و ملتقی و اصلاح و نور الایضاح اور شروح مانند در مختار، رد المحتار، طحطاوی، عنایہ، نہایہ، غنیۃ شرح منیہ، صغیری، بحر الرائق، نہر الفائق، تبیین الحقائق، برجندی، قہستانی، درر و ابن ملک، کافی، مجتبیٰ، ایضاح، امداد الفتاح، مراقی الفلاح، حاشیہ مراقی للطحطاوی اور کتب فتاویٰ مثل ظہیریہ وخانیہ وخلاصہ وخزانۃ المفتین و جواہر اخلاطی و عالمگیری ۳۶ وغیرہا مالا مال ہیں اور اسی پر عامۂ ائمہ متاخرین کا اتفاق ہے مختصر وقایہ میں ہے: التثویب حسن فی صلاۃ "شرح الوافی للنسفی" میں ہے: تثویب کل بلدۃ علی ما تعارفوہ لانہ للمبالغۃ فی الاعلام و انما یحصل ذلک بما تعارفوہ اھ صلاۃ میں تنبیہ بعد تنبیہ ہے جس طرح حضور سید عالم ﷺ نے اذان فجر میں: الصلوۃ خیر من النوم مقرر کرنے کی اجازت عطا فرمائی جیسا کہ طبرانی معجم کبیر میں سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ہدایہ میں ہے: خص الفجر بہ لانہ وقت نوم و غفلۃ بالجملہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس پر مسلمانوں میں نزاع ڈالی جائے اور فتنہ انگیزی کر کے تفریق جماعت کی راہ نکالی جائے جو اسے بدعت و ناجائز بتاتا ہے وہ سخت جاہل اور مقاصد شرع سے غافل ہے، دیوبندی صلاۃ سے یوں منع کرتا ہے کہ اس میں الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہا جاتا ہے اس کے نزدیک ہر وہ کام جسمیں رسول اللہ کی عظمت شان ظاہر ہو جائز نہیں ہے وہ اظہار عظمت رسول کا منکر ہے "تقویۃ الایمان" صفحہ نمبر ۸۵ رمیں اس کے امام نے لکھا ہے جو بشر کی سی تعریف ہو وہی کرو سو اس میں بھی اختصار کرو تو دیوبندی کو کب یا رسول اللہ یا حبیب اللہ کہنا گوارا ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲/۳:- کھڑے ہوکر تکبیر سننا مکروہ یہاں تک کہ علماء حکم فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہے وہ اس کے تمام تک کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے یہاں تک کہ مؤذن حی علی الفلاح تک پہونچے اس وقت کھڑا ہو، محیط وہندیہ میں ہے: یقوم الامام و القوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثة هو الصحیح امام اور قوم کھڑے ہوں جب مؤذن حی علی الفلاح کہے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ وامام ابو یوسف وامام محمد رضوان اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی صحیح ہے ''جامع المضمرات وفتاویٰ عالمگیریہ وردالمحتار'' میں ہے: اذا دخل الرجل عند الاقامة یکره له الانتظار قائماً ولکن یقعد ثم یقوم اذابلغ المؤذن قوله حی علی الفلاح یہ اس صورت میں ہے کہ امام بھی تکبیر کے وقت مسجد میں ہو اور اگر وہ حاضر نہیں تو مؤذن جب تک اسے آتا نہ دیکھے تکبیر نہ کہے نہ اس وقت تک کوئی کھڑا ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا تقوموا حتی ترونی پھر جب امام آئے اور تکبیر شروع ہو اس وقت دو صورتیں ہیں اگر امام صفوں کی طرف سے داخل مسجد ہو تو جس صف سے گزرتا جائے وہی صف کھڑی ہوتی جائے اور اگر سامنے سے آئے تو اسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہو جائیں (عالمگیری) دیوبندی جماعت اس کے خلاف پر ہے وہ شروع تکبیر سے کھڑے ہو جاتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴:- نماز کے بعد کلمہ شریف بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے مسلم شریف میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سلام پھیر کر بلند آواز سے یہ پڑھتے: لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئ قدیر لاحول ولاقوۃ الا باللہ لا الہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون اس سے معلوم ہوا کہ بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھ سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ　　　　صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲؍سوداگران بریلی شریف　　　　فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

۲؍جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ

(۱) کسی دینی کتاب کے سرورق پر یا درمیان کتاب میں حضور ﷺ کے نعلین شریف کا نقش مبارک چھاپنا کیسا ہے جب کہ بعض علماء اس کو حرام وگستاخی کہتے ہیں۔

(۲) داڑھی منڈوانے والے یا ایک مشت سے کم کرنے والے شخص کی اذان واقامت مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کوئی امام یا حافظ قرآن سیاہ خضاب یا کالی مہندی لگاتا ہو تو ایسے امام حافظ قرآن کی اقتدا میں نماز فرض یا تراویح کی ادا کرنا کیسا ہے؟

(۴) اگر کوئی امام یا حافظ قرآن داڑھی ترشواتا ہو یا نماز بھی نہ پڑھتا ہو، فلمیں، ڈرامے دیکھتا ہو یا ننگے سر گھومتا پھرتا ہو تو ایسے امام یا حافظ قرآن کی اقتداء میں نماز فرض یا تراویح کی پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔

(۵) فوٹوگرافی اور مووی کا کاروبار کرنا کیسا ہے اور ایسے کاروبار سے کمائی ہوئی رقم حلال ہے یا حرام۔

(۶) مسجد کی چھت پر مدرسہ یا اسکول قائم کرنا اور اسمیں دینی، دنیاوی تعلیم دینا کیسا ہے؟

جوابات قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیلاً بحوالہ اور بہ مہر تحریر فرمائیں۔

سائل: نعیم احمد شیخ قادری رضوی

نزد میمن مسجد چاکی پاڑہ، شہداد پور ضلع سانگھر سندھ پاکستان

الجواب:- ناجائز نہیں ہے اور حصول برکت کے لئے نقشہ کتاب کے اندر یا سرورق بنانے میں

حرج نہیں ہے ہاں اسکا احترام کریں ائمہ دین وعلمائے محققین نعلین مطہر وروضۂ حضور سید البشر علیہ افضل الصلاۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے اور کتابوں میں تحریر فرماتے اورانہیں بوسہ دیتے اور انکو آنکھوں سے لگانے سرپر رکھنے کا حکم فرماتے رہے، علامہ احمد مقری کی ''فتح المتعال فی مدح خیر النعال'' اس مسئلہ میں اجمع وانفع ہے جیسا کہ امام اہل سنت مجدد اعظم اعلحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے ابر المقال میں ذکر فرمایا ہے اور دوسرا رسالہ ''شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ'' میں تفصیل سے ذکر فرمایا ہے فتاوی رضویہ جلد اوّل کے شروع میں نقشہ نعل مقدس چھپا ہوا تھا اور حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے فتاوی رضویہ جلد چہارم کی طباعت فرمائی تو اس میں بھی نقشۂ نعل مقدس چھپوایا۔ اس کو حرام وگستاخی بتانا غلط ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ایسا شخص فاسق معلن ہے اس کی اذان مکروہ ہے اور اعادہ کا حکم ہے جب کہ فتنہ وفساد کا اندیشہ نہ ہو اور اقامت کی تکرار مشروع نہیں لہٰذا اقامت دوبارہ نہ کہیں گے ''درمختار'' وغیرہ میں ہے: (لااقامته) لمشروعية تكراره فى الجمعة دون تكرارها واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) سیاہ خضاب یا ایسی مہندی جس سے بال کالے ہو جائیں لگانا جائز نہیں ہے سیاہ خضاب جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ معتبرہ میں حضور ﷺ فرماتے ہیں: غيروا الشيب و لا تقربو السواد پیری تبدیل کرو اور سیاہ رنگ کے پاس نہ جاؤ (مسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دوسری حدیث میں ہے: يكون قوم فى امتى آخر الزمان يخضبون بهذا السواد كحواصل الحمام لا يجدون رائحة الجنة آخر زمانے میں کچھ لوگ سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔ تیسری حدیث میں ہے حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: ان الله لا ينظر الى من يخضب بالسواد يوم القيامة جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائیگا، چوتھی

حدیث میں ہے حضور پرنور صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں: الصفرة خضاب المومن والحمرة خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافر کا ہے لہٰذا جو امام کالا خضاب کرتا ہے وہ فاسق معلن ہے اور اسکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب نماز فرض ہو یا تراویح یا نفل سب کا ایک حکم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) داڑھی بقدر یک مشت رکھنا سنت خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام ہے اس سے کم کرنا یا منڈوانا حرام ہے "درمختار" میں ہے: والسنة فیها القبضة اسی میں ہے یحرم علی الرجل قطع لحیته نماز نہ پڑھنے والا فلمیں ڈرامیں دیکھنا ننگے سر پھرنا سب خلاف شرع اور بعض فسق وحرام ہے اور امام فاسق معلن ہے اسکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اسے امام بنانا گناہ ہے "غنیۃ المستملی" میں ہے: لو قدمو افاسقاً یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم "درمختار" میں ہے کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها "تبین الحقائق" میں ہے: وفی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) حدیث شریف میں ہے: ان اشدالعذاب یوم القیٰمة المصورون بیشک قیامت کے دن سب سے سخت عذاب مصورین پر ہوگا تصویر بنانا حرام ہے اسکی حرمت پر علماء کا اجماع ہے "ردالمحتار" میں ہے: امافعل التصویر فحرام با لاجماع یعنی تصویر بنانا بالاجماع حرام ہے اور اسکی کمائی ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) مسجد کی چھت پر مدرسہ قائم کرنا جائز نہیں ہے اور دنیاوی تعلیم مسجد میں دینا بھی جائز نہیں ہے مسجد میں بضرورت بشرائط تعلیم جائز ہے اعلحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ نمبر ۶۰۵ رمیں فرماتے ہیں مسجد میں تعلیم بشرائط جائز ہے (۱) تعلیم دین ہو (۲) معلم سنی صحیح

العقیدہ ہونہ وہابی وغیرہ بددین کہ وہ تعلیم کفر وضلال کریگا (۳) بلااجرت تعلیم کرے کہ اجرت سے کاردنیا ہوجائیگی (۴) ناسمجھ بچے نہ ہوں کہ مسجد کی بےادبی کریں (۵) جماعت پر جگہ تنگ نہ ہو کہ اصل مقصد مسجد جماعت ہے (۶) شور وغل سے نمازی کوایذانہ پہنچے (۷) معلم خواہ طالب علم کے بیٹھنے سے قطع صف نہ ہو پھر فرماتے ہیں گرمی کی شدت وغیرہ کے وقت جبکہ اور جگہ نہ ہو بضرورت معلم باجرت کواجازت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی الأجوبة کلها صحیحة واللہ تعالیٰ اعلم
مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

۱۰ ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ

مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں درپیش بہت سارے معاملات وہ ہیں جن میں قضاء قاضی کی طرف مراجعت ناگزیر ہے، قضاء قاضی کے بغیر اگر بطور خود کوئی راہ نکال بھی لی جائے تو نہ صرف وہ شرعاً ناجائز ہوگا بلکہ بہت ساری دینی واخلاقی برائیوں کا باعث بھی ہوگا قرآن پاک میں فرمایا گیا: فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول (پ۵ نساء ۹۰) اسی طرح متعدد احادیث مبارکہ میں اس کی صراحت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے کئی صحابۂ کرام کو عہدۂ قضاء کیلئے نامزد فرمایا اور اس کے طریقہ کار کی تلقین فرمائی۔

نظام قضاء کی اہمیت وضرورت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اگر کسی ملک میں غیر اسلامی حکومت قائم ہوجائے تو بھی وہاں قاضی کی تقرری مسلمانوں پر لازم ہے "ردالمحتار" میں ہے: واما بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین فیجب علیهم ان یلتمسوا والیا مسلما وعزاہ

مسکین فی شرحہ الی الاصل و نحوہ فی جامع الفصولین وفی الفتح : واذا لم یکن سلطان ولا یجوز التقلد منہ کما ہو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیہم الکفار کمافی الآن یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منہم یجعلونہ والیافیولی قاضیا و یکون ہو الذی یقضی بینہم (ج ۸ ص ۴۳ مطبوعہ زکریا دیوبند)

نظام قضاء کے قیام کیلئے چند مسائل کی تنقیح ضروری ہے۔

(۱) بنیادی طور سے قضاء کیلئے ضروری ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ مجلس قضاء میں موجود رہیں تاکہ اثبات حق اور رفع الزام ہو سکے۔لیکن بعض مدعی علیہ قضاء اسلامی کی اہمیت محسوس نہیں کرتے اور مجلس قضاء کی حاضری کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔فقہ حنفی کی تصریحات کے مطابق ایسے شخص کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تاوقتیکہ وہ مجلس قضاء میں حاضر نہ ہو جائے''درمختار'' میں ہو لا یقضی علی غائب ولا لہ الا بحضور نائبہ حقیقۃ کوکیلہ و وصیہ (ج ۸ ص ۱۰۰) مدعی علیہ شہر سے غائب ہو یا شہر میں موجود ہو مجلس قضاء سے غائب ہو،شہادت کے وقت غائب ہو یا شہادت کے بعد بہر طور اس کی غیر موجودگی میں اس کے خلاف یا اس کے حق میں کیا جانے والا کوئی بھی فیصلہ فقہاء کے نزدیک درست نہ ہوگا علامہ شامی فرماتے ہیں :ولا یقضی علی غائب بالبینۃ سواء کان غائبا وقت الشہادۃ او بعدھا و بعد التزکیۃ وسواء کان غائبا عن المجلس او عن البلد البتہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقدمہ کی ہر کاروائی کے موقع پر مدعی علیہ کا موجود رہنا ضروری نہیں۔اگر دعویٰ اور شہادت کے وقت موجود ہو لیکن گواہی کے گزرنے کے بعد وہ غائب ہو جائے تو اس کی غیر موجودگی میں بھی گزری ہوئی گواہیوں کی روشنی میں فیصلہ کیا جا سکتا ہے''ردالمحتار'' میں ہے:لکن فی الخامس من جامع الفصولین عن الخانیۃ : غاب المدعی علیہ بعد مابرھن علیہ اوغاب الوکیل بعد

قبول البينة قبل التعديل اومات الوكيل ثم عدلت تلک البينة لا يحكم بها وقال ابو يوسف يحكم وهذا ارفق بالناس (ج ۸ ص ۱۰۰) ظاہر ہے کہ اگر کسی بھی مدعیٰ علیہ کو معلوم ہو جائے کہ میری غیر موجودگی کی صورت میں میرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا بلکہ دار القضاء سے وہ مقدمہ خارج ہو جائے گا تو وہ رفع الزام کی بجائے اسی آسان صورت پر عمل پیرا ہوگا۔

یہاں پر قابل غور یہ امر ہے اب حالت حد درجہ ابتر ہو چکے ہیں قاضی شرع کے پاس عملاً کوئی ایسی سبیل نہیں کہ مجلس قضاء سے غیر حاضر رہنے والے مدعیٰ علیہ کو بہر طور حاضر کیا جا سکے۔ اب قاضی اس صورتحال کو اسی طرح رہنے دے یا فقہ کے مشہور اصول "الضرر یزال" کی روشنی میں قضاء علے الغائب کی کوئی ایسی سبیل نکالی جا سکتی ہے جو فقہ حنفی سے متصادم بھی نہ ہو اور اس قسم کے پیچیدہ معاملات کا حل بھی ہو؟

(۲) ہمارے فقہاء نے بعض صورتوں میں یہ اجازت دی ہے کہ وہ قاضی کے پاس مقدمہ دائر کر کے اپنے شوہروں سے تفریق کا مطالبہ کر سکتی ہے مثلاً شوہر مفقود الخبر ہو یا نامرد ہو یا مجبوب ہو لیکن فی زمانا کچھ ایسی بھی صورتیں ہیں جن میں عورتیں قاضی شرع سے تفریق کا مطالبہ کرتی ہیں مگر فقہ حنفی کی رو سے اس کی اجازت نہیں مثلاً شوہر کے ادائیگی نفقہ سے عاجز ہونے کی صورت میں بھی عورتیں تفریق چاہتی ہیں لیکن ہمارے مذہب کے لحاظ سے تفریق درست نہیں البتہ امام شافعی جواز کے قائل ہیں "درمختار" میں ہے: ولا يفرق بينهما لعجزه بانواعها الثلثة ولا بعدم ايفائه حقا ولو موسرا...... وعند الشافعي اذا اعسر الزوج بالنفقة فلها الفسخ (ج ۵ ص ۳۰۶) اگر شوہر حد درجہ تنگدستی کا شکار ہو تو ہمارے فقہاء کرام کے نزدیک بیوی کسی سے قرض لیکر اپنی ضروریات زندگی پوری کرے اور جب شوہر کی مالی حالت بہتر ہو جائے تو اس کی ادائیگی کر دے، ہو سکتا ہے اس دور میں ایسے دیندار اور نیک طبع افراد موجود ہوں جو کسی کو زندگی بھر محض اس امید پہ قرض

دینے پہ آمادہ رہتے ہوں کہ جب اس کے شوہر کی مالی حالت اچھی ہو جائے گی تو ہم اپنا قرض واپس لے لیں گے لیکن اس دور میں ایسے افراد تقریباً ناپید ہیں......اسی ضرورت کے پیش نظر اس کا عارضی حل یہ نکالا گیا کہ حنفی قاضی چونکہ اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ نہیں دے سکتا اور نہ ہی وہ قابل قبول ہوگا اسلئے وہ کسی شافعی المسلک شخص کو اپنا نائب بنا دے اور وہ دونوں کے درمیان تفریق کردے ''شرح وقایہ'' میں ہے: واصحابنا لما شاهد وا الضرورة فى التفريق لان دفع الحاجة الدائمة لا يتيسر بالا ستد انة والظاهر انها لا تجد من يقرضها وغنى الزوج فى المال امر متوهم استحسنوا ان ينصب القاضى نائبا شافعى المسلك يفرق بينهما (ج ۲ ص ۱۵۲) ظاہر ہے کہ آج کے دور میں ہر جگہ شافعی المسلک قاضی کا دستیاب ہونا ممکن نہیں ہے اسی طرح کسی بھی عورت کیلئے صبر وشکر کے ساتھ زندگی بھر اس مشکل صورت حال پر راضی رہنا بھی آسان نہیں ہے بلکہ حالت کی ابتری اور ضروریات زندگی کی حد درجہ کثرت کے پیش نظر یہ بعید نہیں کہ عورتیں غلط راہ پہ چل پڑیں اور اپنی عصمت وعفت کی بھی پرواہ نہ کریں، روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اب کثرت کے ساتھ اپنی معاشی ضروریات کی تکمیل کیلئے عورتیں غیر مردوں سے روابط پیدا کرلیتی ہیں لہٰذا آج کی ضروریات اور تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی سخت ضرورت ہے کہ فقہ حنفی کی روشنی میں کوئی مناسب راہ نکالی جائے تاکہ ان مشکلات کا دفعیہ ہو سکے۔

(۳) اگر کوئی مرد پاگل ہو جائے یا جذام و برص کے عارضہ میں مبتلا ہو جائے تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کی بیوی کو قاضی سے تفریق کے مطالبہ کا حق نہیں ہے البتہ فقہاء حنفیہ میں سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک اس سے مختلف ہے۔ ان کا نظریہ ہے کہ چونکہ جنون یا جذام و برص بھی مرد وعورت کے درمیان جنسی تعلقات کے قیام سے طبعی طور سے مانع ہوتے ہیں اسلئے ''عنیت'' و ''جب'' کی طرح ان صورتوں میں بھی عورت کو تفریق کے مطالبہ کا مکمل حق ہے ''درمختار''

میں ہے: ولا یتخیر احدھما بعیب الاخر خلافا للشافعي في العیوب الخمسة وھي الجنون والجذام والبرص والقرن والرتق وعندمحمد ان كان بالزوج جنون اوجذام او برص فالمرأة بالخیا روان كان بالمرأة لا لانه یمكن للزوج دفع الضرر عن نفسه بالطلاق موجودہ زمانے کی حددرجہ فحاشی اورعریانیت کے نتیجہ میں نسل انسانی کوجن مختلف امراض کا سامنا ہےان میں سب سے زیادہ خطرناک ''ایڈز'' ہےاس کا معاملہ اس لحاظ سے زیادہ ہے کہ اس مرض میں مبتلا ہونے کے بعد طبی لحاظ سے جنسی تعلقات کا قیام حد درجہ مضر ہے بلکہ عورت کی زندگی کوبھی خطرہ درپیش ہوسکتا ہےشوہر کے اس مرض میں مبتلاء ہونے کے بعدعورتوں کی جانب سےتفریق کا مطالبہ ایک فطری امر ہے۔

یونہی کچھ شوہر ظالمانہ حدتک اپنی عورتوں کوزدوکوب کرتے ہیں اوران کی زندگی تنگ کر دیتے ہیں وہ مفتی یا قاضی کے پاس فریادکناں حاضرہوتی ہیں مگران کے پاس اس کا کوئی حل نہین ہوتا۔ایسی صورت حال میں کیا عورتوں کی زندگی کے تحفظ کی خاطر فقہ حنفی کی روشنی میں کوئی حل نکالا جاسکتا ہے یا ان کوزندگی بھرموت وحیات کی کشمکش سے دوچاررہنے پہ مجبور کیا جائے یہ بہرحال ہمارے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔

مذکورہ بالا مسائل کے علاوہ بھی بہت سارے ایسے مسائل ہیں جن کی تنقیح ضروری ہے تاکہ قضاء اسلامی میں علمی طور سے مشکلات کا سامنا نہ ہواسلئے قضاء کے تعلق سے چند سوالات حاضرخدمت ہیں امید کہ جلدہی اپنے افاضات سےنوازیں گے۔

(۱)عصرحاضرمیں دارالقضاء کی کس حدتک ضرورت ہے؟

(۲) قاضی کاتقررکس طور سے ہواوراس کا دائرۂ ولایت کہاں تک ہے؟

(۳)حدودقضاء سے باہروالوں کےمقدمہ کی سماعت کس طور سے ہو؟

(۴) قضاء بالعلم اور قضاء علی الغائب کی اجازت دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۵) قاضی مجرمین کی تعزیر کیلئے حالات کے لحاظ سے کون سے طریقے اختیار کر سکتا ہے؟

(۶) قاضی اپنے فیصلوں کے نفاذ کیلئے غیر اسلامی حکومت کی کس حد تک مدد لے سکتا ہے؟

(۷) دار القضاء کے خصوصی مسائل کیا ہیں؟

(۸) تحکیم کی شرعی حیثیت کیا ہے اور حکم کے کیا کیا اختیارات ہیں؟

والسلام: محمود احمد برکاتی

خادم دار العلوم قادریہ نوریہ قادری نگر پوسٹ بگھاڑ وسون بھدر،

الجواب بعون الملک الوہاب:- ہر زمانے میں دار القضاء کی ضرورت تھی اور اس زمانے میں بھی ضرورت ہے اس کے ذریعہ مسلمانوں کے بہت سے مسائل فیصل ہو جائیں گے اور کورٹ کچہری سے بچ جائیں گے رشوت کی لعنت سے محفوظ رہیں گے واللہ الہادی وہو تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس کے متعلق کتب مذہب میں دو صورتیں مذکور ہیں ایک وہ ہے جسے ''ردالمحتار'' میں بیان فرمایا ہے: واما بلاد علیھا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین فیجب علیھم ان یلتمسوا والیا مسلما الخ مگر اس میں دشواری ہے اور دوسری صورت یہ ہے جسے اعلیحضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ جلد سوم میں بیان فرمایا جہاں سلطان اسلام موجود نہ ہو اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے وہاں اعلم علماء بلد کہ اس شہر کے سنی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو مسلمانوں کے دینی کاموں میں ان کا امام عام ہے اور بحکم قرآن عظیم ان پر اسکی طرف رجوع اور اسکے ارشاد پر عمل فرض ہے فتاویٰ امام عتابی پھر ''حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ'' ج ا ص ۲۴۰ میں ہے: اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء و یلزم الامۃ

الرجوع الیهم ویصرون ولاۃ فاذا عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر باتباع علماء فان کثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بینهم اوراسکی اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اطیعوا اللہ واطیعوا لرسول و اولی الامر منکم ائمہ دین فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ آیۃ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیه العلامة الزرقانی فی شرح المواهب وغیره فی غیره نظر برآن ہر ضلع کے اعلم علماء بلد مرجع فتویٰ قائم مقام قاضی شرع ہے مسلمانوں کو اس کی جانب رجوع لازم ہے وہی دار القضاء میں مقرر کیا جائے وہ مسائل قضا کا فیصلہ کرے اسکے علاوہ دوسرے کو قاضی مقرر کرنا درست نہیں واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

(۳) جواب نمبر ۲/ سے حدود قضا بھی متعین ہوگئی کہ ہر قاضی اپنے ضلع کا قاضی ہوگا اسکا ہر جائز فیصلہ معتبر و واجب العمل ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) مفقود الخبر اور عنین ومجبوب کے بارے میں نص وارد ہے اسکے مطابق اعلم علماء بلد فسخ کرسکتا ہے اور بضرورت مجنون کے بارے میں محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کے مطابق فسخ کرسکتے ہیں ''فتاویٰ عالمگیری'' ص ۵۲۶/ج ۱/ میں ہے: اذا کان بالزوج جنون اوبرص اوجذام فلا خیار لها کذا فی الکافی وقال محمد رحمه الله تعالیٰ ان کان الجنون حادثا یوجله الحاکم سنة ثم یخیر المرأة بعد الحول اذالم یبرأوان کان الجنون مطبقا فهو کالجب وبه ناخذ کذا فی الحاوی القدسی اور اسی کے مطابق ہمارے یہاں سے فتویٰ دیا جاتا ہے اور عنت کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہے تو اس صورت میں فسخ کا حکم نہیں یونہیں قضا علے الغائب میں ہمارے علماء کا مذہب یہی ہے کہ قضا علی الغائب جائز نہیں ہے لیکن ایک جماعت علماء جواز کی جانب ہے تو اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ''حاشیہ الدر''

ج۲/ص۲۰۱/میں ہے: (قوله وهو لم يوجد لكونه غائبا) اقول سيجئى من المصنف فى كتاب القضاء ان فى نفوذ القضاء على الغائب عندنا روايتين فيكون المنع هنا على احدى الروايتين وتخصيصها بالذكر يكون ترجيحا على الاخرىٰ و عليه كلام الامام ظهير الدين حيث قال فى نفاذ القضاء على الغائب روايتان و نحن نفتى بعدم النفاذ لئلا يتطرق الى ابطال مذهب اصحابنا انتهى ولكنه مخالف لما صرح المصنف فى خيار العيب بان نفاذه اظهر الروايتين عن اصحابنا اور كتاب القضاء ص۳۳۴/ج۲/ میں ہے:(قوله لا يقضى على غائب ولاله)وفيه اختلاف سيجئى والمختار نفاذ القضأ قال الامام السرخسى هذا ارفق بالناس والظاهر انه فيما ثبت بالبينة اوراعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ ''فتاویٰ رضویہ'' جلد پنجم ص ۲۸۳/ج۵/میں فرماتے ہیں:قال فى جامع الفصولين الظاهر عندى ان يتأمل فى الوقائع و يحتاط ويلاحظ الحرج والضرورات فيفتى بحسبها جوازا اوفسادا الخ اورسوال نامہ میں ۲/ پر درج پوری عبارت کے ملاحظہ سے یہی ظاہر ہے کہ جہاں واقعی حرج اور ضرورت ہواور قاضی شرع خوب تحقیق کرکے فسخ نکاح کا حکم دیگا تو معتبر ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵)اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:واما ينسينك الشيطن فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظلمين اوراگرتمہیں شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو''تفسیرات احمدیہ'' میں سیدی ملاجیون رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:ان القوم الظلمين يعم الكافر والفاسق والمبتدع والقعود مع كلهم ممتنع اورارشاد ہے: ولا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار الآية اورمت مائل ہوان لوگوں کی طرف جنہوں نے اپنی جانوں پرظلم کیا کہ تمہیں چھوئے تم کونار،ان آیات سے واضح ہوا کہ شرعاً ایسے لوگوں سے قطع تعلق کا حکم ہے لہٰذاتعزیراً ان

سے میل جول سلام کلام بند کیا جائے تا کہ وہ تائب ہو کر اپنی اصلاح کریں اور ہمارے یہاں سے
اسی کا حکم دیا جاتا ہے اور اعلیٰحضرت مجدد بریلوی فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاویٰ رضویہ جلد
دوم ص ۱۹۸ر میں فرماتے ہیں جو امور تادیبی طور پر مذکور ہوئے سب جائز ہیں مگر مالی جرمانہ لینا
حرام مسلمان کے جنازہ کی نماز فرض ہے اگر چہ وہ نماز نہ پڑھتا ہو اس میں حکم تہدیدی صرف اتنا
ہے کہ علما وصلحا جن کے پڑھنے سے امید برکت ہوتی ہے بے نمازی کا جنازہ خود نہ پڑھیں عوام سے
پڑھوادیں لیکن یہ کہ کوئی نہ پڑھے اور اسے بے نماز دفن کردیں یہ جائز نہیں الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) حدیث شریف میں ارشاد ہے: انا لا نستعین بمشرک ہم مشرکوں سے مدد نہیں لیتے اور
ارشاد ہے: لا تستضیئوا ابنارا لمشرکین مشرکین کی آگ سے چراغ نہ جلاؤ تو ان سے مدد
لینے کی ضرورت نہیں ہے اور ارشاد ربانی ہے: لن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین
سبیلا اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا، کافر مسلمان کو سزا دے اس میں مسلم کی اہانت
ہے "تفسیرات احمدیہ" میں ہے: ولقد شاع ھذا الفساد فی زماننا فویل لکم یا ایھا
المجوزون اولم تنظروا انھم کیف یعاملون مع المسلمین والمومنین والعلماء
والصلحاء والسادات والقضاء کیف یضربون وجوھھم بایدیھم وارجلھم
ویتصرفون معھم بانواع الاھانۃ والزل لہٰذا اس صورت میں ان سے مدد نہ لی جائے ھذا
ماعندی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف — فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ
جمعہ کے بابت آپ حضرات شہر کی تعریف میں ظاہر الروایہ پر اعتبار کرتے ہوئے ہر ایسی

بستی کے بارے میں جہاں فیصلۂ مقدمات کا کوئی حاکم نہ ہو عدم جواز کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں اور ساتھ میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر جمعہ قائم ہو تو منع نہ کیا جائے البتہ اس بستی کے لوگ بطریق معہود اذان دیں اور باجماعت جمعہ پڑھیں پھر اس کے بعد سب لوگ تکبیر جدید سے باجماعت ظہر بھی پڑھیں، اس فتویٰ کی وجہ سے جگہ جگہ انتشار ہے حتی کہ لڑائی جھگڑے مار پیٹ کی نوبت آ چکی ہے اور کچھ اہل علم بھی خلجان میں ہیں ان کا خلجان یہ ہے کہ ''فتاویٰ رضویہ'' میں متعدد جگہ یہ مذکور ہے: ایسی جگہ میں جمعہ یا عیدین پڑھنا مذہب حنفی میں گناہ نہ ایک گناہ بلکہ چند گناہ ہیں اولاً جب نماز جمعہ وعیدین وہاں صحیح نہیں تو یہ امر غیر شرعی میں مشغولی ہوئی اور وہ ناجائز ہے۔

ثانیاً فقط مشغولی نہیں بلکہ اس امر ناجائز کو موجب شوکت اسلام جانا بلکہ بقصد ونیت فرض واجب ادا کیا یہ مفسد عقیدہ ہے اس سے علماء نے تحذیر شدید فرمائی ثالثاً جب واقع میں نماز جمعہ وعید نہ تھی ایک نماز نفل ہوئی و جماعت اعلان بتداعی ادا کی گئی یہ ناجائز ہوا اب اس پر گزارش یہ ہے کہ جمعہ کے بعد باجماعت ظہر ادا کر لینے سے یہ تینوں محذور کیسے ختم ہو گئے اسے واضح فرمایا جائے۔

۲:- جمعہ کے ساتھ باجماعت ظہر ادا کرنے کی وجہ سے عوام کے اس غلط عقیدہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ قوی ہے بلکہ بہت سے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا کہ کیا جمعہ کے دن چھ نمازیں فرض ہیں فتاویٰ رضویہ میں ہے اور دوسرے علماء نے بھی لکھا ہے کہ احتیاطی ظہر پڑھنے والے باجماعت نہ پڑھیں گے بلکہ اپنے گھر پڑھیں اور اگر مسجد میں پڑھیں تو کسی کو مطلع نہ کریں ورنہ عوام کے مذکورہ بالا اعتقاد میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ر میں ہے مگر ان جاہلوں کو نہیں جو نیت صحیح نہ کر سکیں یا ان کے باعث جمعہ کے دن دوہرے فرض سمجھنے لگیں ...... چند سطر بعد اور دوسروں نے فرمایا گاؤں میں جمعہ اصلاً جائز نہیں تو وہاں اس کی اجازت نہیں ہو سکتی کہ ایک ناجائز کام کریں اور ان چار رکعت احتیاطی سے اسکی تلافی چاہیں۔

۳:- جن گاؤں میں جمعہ صحیح نہیں مگر عوام پڑھتے ہیں ان کے بارے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا انہیں منع نہ کیا جائے لیکن خواص کے لئے شرکت کی اجازت نہیں دی اور آپ لوگوں کے فتویٰ کے بعد حال یہ ہے کہ جنگلوں میں بھی خواص علماء وحفاظ جمعہ پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور پھر اس کے بعد ظہر پڑھتے اور پڑھاتے ہیں تو اس کی توجیہ کیا ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

۴:- متعدد تجربہ اور واقعات نے ثابت کر دیا کہ عوام دیہاتوں میں جہاں جمعہ پڑھتے ہیں وہ کسی قیمت پر جمعہ چھوڑنے پر راضی نہیں ہیں اور اس میں متعدد جگہ فسادات ہو چکے ہیں ایسی صورت میں روایت نادرہ پر عمل کرنے کی اجازت دینے میں کیا حرج ہے؟ جب کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ر میں ہے ''کہ جس گاؤں کی یہ حالت پائی جائے کہ روایت نادرہ کی بنا پر شہر ہو اس میں اس روایت نادرہ کی بنا پر جمعہ وعیدین ہو سکتے ہیں اگر چہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک جماعت متاخرین نے اختیار فرمایا ہے جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں جمعہ وعیدین مذہب حنفی میں جائز نہیں بلکہ گناہ ہے شہر میں رہنے والے علماء چین میں ہیں ہم دیہاتوں میں رہنے والے بہت ضیق میں ہیں جمعہ نہ پڑھیں تو عوام کی جانب سے وبال میں پڑیں تو گنہگار خواہ صرف جمعہ پڑھیں خواہ بعد میں ظہر با جماعت پڑھیں بلکہ صورت ثانیہ میں مزید گناہ کے مرتکب ٹھہریں۔

اسپرٹ کے سلسلہ میں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول پر فتویٰ دینے پر بحث کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۴۵۰ میں لکھتے ہیں'' نہ کہ ایسی حالت میں جہاں اس مصلحت کو بھی دخل نہ ہو جو متاخرین اہل فتویٰ کو اصل مذہب سے عدول اور روایت آخر امام محمد کے قول پر باعث ہوئی نہ کہ جب مصلحت الٹی اسکے ترک اور اصل مذہب پر افتاء کی موجب ہو تو ایسی جگہ بلا وجہ بلکہ برخلاف وجہ مذہب مہذب صاحب مہذب رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کو ترک کر کے مسلمانوں کو ضیق حرج میں ڈالنا اور ائمۂ مومنین و مومنات اور جمیع دیار و اقطار یہ ہندہ کی نمازیں معاذ اللہ اور انہیں آثم اور مصر علی الکبیرہ قرار دینا روش فقہی کے مطابق ہے یا اس کے برعکس واضح فرمائیں۔

۵:- جمعہ کے جواز کیلئے جو شرطیں ہیں وہی عیدین کیلئے بھی ہیں تو کیا ایسی آبادی یا بستی میں جس میں فیصلہ مقدمات کا کوئی حاکم نہ ہو وہاں کے لوگ عیدین کی نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں اگر پڑھیں تو گنہگار ہونگے یا نہیں؟ بصورت اولیٰ اس کا کفارہ کیا ہے اور بصورت ثانیہ گنہگار کیوں نہیں ہیں؟ جبکہ وہی شرطیں عیدین کی بھی ہیں جو جمعہ کی ہیں اور اگر نہ پڑھیں تو جہاں کے لوگ اب تک پڑھ رہیں ہیں وہ کیا کریں؟ ہر ایک شق پر مفصل روشنی ڈالیں، میرا مقصد صرف مسئلہ کو سمجھنا ہے اور مسلمانوں کو ضیق و حرج سے بچانا ہے آپ حضرات کے کرم بے پایاں سے امید ہے کہ مجھے تسلی بخش جواب دیکر ممنون فرمائیں گے اور یہ بھی نکتہ آپ پیش نظر رکھیں کتنی جگہ ایسا بھی ہوا کہ عوام نہ ظہر پڑھنے پر راضی ہوئے نہ جمعہ چھوڑنے پر راضی ہوئے اور نہ جمعہ کے بعد باجماعت ظہر پڑھنے پر راضی ہوئے تو انہوں نے وہابی امام کو بلا کر رکھ لیا بعض جگہ دیوبندیوں کو بعض جگہ غیر مقلدوں کو اس نزاکت پر بھی غور فرمائیں؟

المستفتی: محمد جلال الدین

استاد دارالعلوم غریب نواز برگدواسیف متصل پچپڑوا بازار ضلع بلرامپور

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب :- مصر کی صحیح تعریف ہمارے ائمۂ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ سے یہ منقول ہے کہ وہ آبادی جس میں متعدد کوچے ہوں دوامی بازار ہوں نہ وہ جسے پیٹھ کہتے ہیں اور وہ پرگنہ ہے کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور اس میں کوئی حاکم مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو جس کی حشمت و شوکت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے جہاں یہ تعریف صادق ہو وہی شہر ہے اور وہیں جمعہ جائز ہے یہی ظاہر الروایۃ جیسا کہ کتب معتبرہ و

معتمدہ میں مذکور و مسطور ہے اور یہی مذہب ہے اسکی تائید فقہائے محققین کے اختیار سے ہوتی ہو
جس میں طبقہ ثالثہ ورابعہ کے ائمۂ مذاہب ہیں مثلاً امام کرخی ،امام سرخسی ،امام حلوانی ،امام فقیہ
النفس ،امام قدوری ،امام برہان الدین ،مرغینانی وغیرہم یہ حضرات ایسے نہیں کہ انکے اقوال معتمدہ
کو چھوڑ کر ایک روایت نادرہ مرجوعہ مرجوحہ کو اختیار کیا جائے پھر مصر کی شرط کا ماخذ حضرت مولیٰ علی
کرم اللہ وجہہ کی حدیث صحیح ہے اسے ایک روایت غریبہ کی بنا پر ترک کرنا اصول فتویٰ و دین و دیانت
کے خلاف ہے اور ہر وہ جگہ جہاں دو چار دس گھر ہوں وہاں جمعہ جائز ٹھہرانا کب درست ہے
ہمارے علماء کرام نے ظاہر الروایۃ سے عدول کا حکم نہیں دیا ہے اور باب عبادات میں خاص طور
سے ''شامی'' میں ہے: قد جعل العلماء الفتویٰ علیٰ قول الامام الاعظم فی العبادات
مطلقا و هو الواقع بالاستقراء اسی میں ''فتاویٰ خیریہ'' سے ہے: المقرر عندنا عنه لا
یفتی ولا یعمل الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل عنده الیٰ قولهما او قول
احدهما اوغیرهما الا لضرورة کمسألة المزارعة و ان صرح المشائخ بان
الفتویٰ علی قولهما لانه صاحب المذهب والامام المقدم اور ہم حنفی ہیں یوسفی وشیبانی
نہیں تو ہمیں روایت نادرہ غریبہ پر فتویٰ دینا حلال نہیں ہے اور یہاں تو قول صاحبین بھی امام اعظم
کے قول مبارک کے موافق ہے لہٰذا مذہب مہذب یہ ٹھہرا کہ گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں کہ وہ
گاؤں ہے وہاں متعدد کوچے و بازار نہیں ۔ وہاں حاکم بھی نہیں ہے اگر وہاں جمعہ پڑھیں گے گنہگار
ہونگے اور ظہر کا فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوگا کذا فی الدر المختار وغیرها من الاسفار
عوام نے اپنے طور پر گاؤں میں جمعہ قائم کرلیا اور زمان دراز سے پڑھ رہے ہیں ان کی ایک خرابی کو
دور کرنے کیلئے حضور اعلم العلماء مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ نے بعد دو رکعت بنام جمعہ کے بعد
چار رکعت فرض ظہر پڑھنے کا حکم دیا اور اسی پر یہاں سے برابر فتویٰ دیا جاتا ہے تقریباً چالیس سال

سے یہ حقیر فقیر اسی پر فتویٰ دیتا ہے اس میں نہ کوئی انتشار ہے نہ اختلاف مسئلہ شرعیہ بتا دیا گیا جو مانیں گے فلاح پائیں گے جو ظہر نہ پڑھیں گے ان کے ذمہ فرض ظہر باقی رہے گا آپ نے عدم جواز کی تین وجہ درج کی ہیں پہلی مسلم ہے دوسری کا تدارک یہ ہے کہ عوام کو وعظ اور تقریر سے بتا دیا جائے گا کہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ گاؤں میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے جو لوگ پہلے سے پڑھتے آئیں ہیں وہ ادا کرلیں اور چار فرض ظہر بعد میں باجماعت ادا کرلیں تاکہ ذمہ میں کوئی فرض باقی نہ رہے تو مفسدہ ختم ہو جائے گا تیسری وجہ کا جواب یہ ہے تداعی کے ساتھ نفل نماز مکروہ تنزیہی ہے ناجائز یا حرام نہیں ''فتاویٰ رضویہ'' ص ۴۶۴ / جلد ۳ / میں ہے: پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ لمخالفة المتوارث نہ تحریمی کہ گناہ و ممنوع ہو اھ واللہ الہادی وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) وہ حکم ظہر احتیاطی پڑھنے کا ہے اور ظہر احتیاطی اس جگہ کیلئے ہے جو شہر یا فناء شہر ہو اور تعدد جمعہ وغیرہ وجوہ کے سبب صحت جمعہ میں اشتباہ ہو گاؤں میں جمعہ اصلاً جائز نہیں جس میں اصلاً شبہ نہیں تو وہاں مذکور احکام متوجہ نہیں ہیں۔ تو ان کو پہلے سے بتا دیا جائے اور وہ جان جائیں گے تو کوئی خرابی نہیں ہے ان کے ذمہ جو نماز فرض قطعی ہے اس کی ادائگی کیلئے کہنا کوئی جرم نہیں روایت نادرہ کی بنا پر غیر فرض کو فرض اور فرض قطعی کو ساقط کرنا کہاں جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) حقیقت برعکس ہے عوام تو پہلے سے جمعہ پڑھ رہے ہیں ہمارے فتویٰ کی بنا پر انہوں نے جمعہ قائم نہیں کیا ہے ہمارے فتوے پر عمل سے ان کے ذمہ جو نماز فرض قطعی ہے اس کی ادائیگی ہو جاتی ہے اور ان کے ذمہ فرض ظہر باقی نہیں رہے گا عوام کی ضد و خواہش کی بنا پر احکام شرعیہ کو بدلنے کا حکم نہیں ہے عوام کا عمل اور امر ہے اور مسائل شرعیہ شئ آخر ہے ان کی منشا کے مطابق فتویٰ نہیں دیا جا سکتا ہے اور جو علماء ان کی خواہش کے اتباع میں فتویٰ دیں گے وہ خود جوابدہ ہونگے مشاہدہ ہے کہ عوام جمعہ کے دن دو رکعت پڑھ کر ۸ / دن کی نمازوں کی چھٹی کر لیتے ہیں ان کا فعل کب حجت ہو سکتا

ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) آپ کی ذکر کردہ وجہوں کی بناء پر علماء نے پہلے ہی فرمادیا کہ جہاں پہلے سے جمعہ ہوتا آیا ہے بند نہ کیا جائے مگر انہیں ظہر کا حکم دینے سے کسی فتنہ کا احتمال نہیں ہے جہاں لوگ اپنے طور پر نماز جمعہ ادا کرتے ہوں انہیں منع نہ کیا جائے اور بعد دو رکعت بنام جمعہ چار فرض ظہر کی تلقین کی جائے یہاں بریلی شریف کے اطراف میں لوگ بعد دو رکعت بنام جمعہ پڑھ کر جماعت سے ظہر پڑھتے ہیں کوئی فتنہ نہیں ہے اور شریعت مطہرہ کا ضابطہ یہ ہے کہ فعل فرائض و ترک محرمات کو رضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقا پرواہ نہ کرے لا طاعة لمخلوق فی معصیته الخلق لا طاعة لاحد فی معصية الله انما الطاعة فی المعروف اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لا یخافون فی الله لومة لائم اور اسپرٹ والی عبارت ''فتاویٰ رضویہ'' کے ص ۴۵/ پر نہیں ہے البتہ ص ۴۹/ پر ضرور ہے اور آپ نے ایک ٹکڑا حسب مطلب نقل کیا ہے پوری عبارت ملاحظہ کر لیں حقیقت حال کا علم ہو جائے گا پھر مسائل طہارت میں عموم بلوی کا اعتبار کیا گیا ہے ص ۵۲/ پر مجدد اعظم قدس سرہ نے ارشاد فرمایا ہے: والحرج مدفوع بالنص و عموم البلوی من موجبات التخفيف لا سيما فی مسائل الطهارة اس پر قیاس درست نہیں ہے پھر امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت صحیحہ ہے اور علماء و محدثین کی تائید حاصل ہے اور مسائل طہارت میں اصل طہارت ہے اسپرٹ کا ملنا بطریق شرعی ثابت نہیں ہے پھر مسئلہ اختلافی ہے کہ زمانہ صحابہ سے عہد مجتہدین تک برابر اختلافی رہا یہاں یہ صورتیں متحقق نہیں ہیں اور ''فتاویٰ رضویہ'' جلد دہم ص ۵۳/ میں اس قول سے متعلق کلام مفصل ہے ملاحظہ ہو، یہ سب بر بنائے مذہب مفتی بہ تھا اور اصل مذہب کہ شیخین مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے: اعنی طهارة المثلث العنبی و المطبوخ التمری و الزبيب و سائر الاشربة من غير الكرم و النخلة مطلقا و حلها كلها

دون قدر الاسکار حاشا یہ قول ساقط و باطل نہیں بلکہ بہت باقوت ہے خود اصل مذہب یہی ہے اور یہی جمہور صحابہ کرام حتی کہ حضرات اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے یہی قول امام اعظم ہے عامۂ متون مذہب مثل مختصر قدوری و ہدایہ وقایہ ونقایہ وکنز وغرر واصلاح وغیر ہا میں اسی پر جزم واقتصار کیا اکابر ائمہ ترجیح وتصحیح مثل امام اجل ابو جعفر طحاوی وامام اجل امام ابو الحسن کرخی وامام شیخ الاسلام ابو بکر خواہر زادہ وامام اجل قاضی خان وامام اجل صاحب ہدایہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کو راجح ومختار رکھا بلکہ خود امام محمد نے کتاب الآثار میں اسی پر فتویٰ دیا اسی کو بہ ناخذ فرمایا علماء مذہب نے بہت کتب معتمدہ میں اسکی تصحیح فرمائی یہاں تک کہ آکد الفاظ ترجیح علیہ الفتویٰ سے بھی تذییل آئی آپ خود غور کریں کیا وہ روایت نادرہ غریبہ مرجوحہ ومرجوعہ اس پایہ کی ہے کہ اس پر فتویٰ دینے کی اجازت ہو اور مذہب معتمدہ کو ترک کیا جائے تو اسپرٹ والے مسئلہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے امام ابن الہمام صاحب فتح القدیر رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں علماء نے فرمایا ہے" بلغ رتبة الاجتهاد " مگر باآنکہ شان جلالت علمی انہیں کے شاگرد علامہ قاسم قطلو بغی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مذہب کے خلاف انکی کوئی بحث معتبر نہیں ہے نہ انکے قول پر عمل کرتے ہوئے مذہب کو ترک کیا جائے گا۔ تو جو حضرات فقہاء مثل صاحب درمختار وشارح وقایہ وغیر ہما مذہب کے خلاف کوئی قول اختیار کریں وہ کب حجت ودلیل ہو سکتا ہے اور مذہب معتمدہ کو ترک کرنے کی کب اجازت ہو سکتی ہے؟ جو لوگ مسئلہ فقہ سے ممارست رکھتے ہیں ان کیلئے یہ امور ظاہر و باہر ہیں۔ اسپرٹ والے مسئلہ پر فتویٰ دینے میں اصلاً خرابی نہیں ہے بخلاف روایت نادرہ متروکہ پر فتویٰ دینے میں ظہر ساقط ہو جاتی ہے جو قطعی فرض ہے انہیں ترک فرض سے بچانا زیادہ اہم وآکد ہے واللہ الہادی وھو تعالیٰ اعلم۔

(۵) عیدین کے بارے میں " درمختار " کا جزئیہ موجود ہے: فی القنية صلاة العيد فی

القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بمالایصح لان المصر شرط الصحۃ اور اس سے عیدین کی نماز دیہات میں نا جائز وممنوع ہے اور جواب شافی ''فتاوٰی رضویہ'' ص ۱۴۷ر جلد ۳ر پر مذکور ہے کہ یہ عوام کالانعام کیلئے ہے البتہ وہ عالم کہہ لانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالتے تصحیحات جماہیر ائمہ ترجیح فتوٰی کو پیٹھ دیتے اور ایک روایت نادرہ مرجوحہ مرجوعہ عنہا غیر صحیح کی بنا پر ان جہال کو جمعہ قائم کرنے کا فتوٰی دیتے ہیں اور اس کیلئے سیمنار مقرر کرتے ہیں یہ ضرور مخالفت مذہب کے مرتکب اور ان جہلا کے گناہ میں شریک ان کے گناہ کے ذمہ دار ہیں ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے جو اپنا مذہب ہے ہاں افعال عوام کو دلیل نہ بنایا جائے اور اختلاف مسئلہ کی بنا پر عوام کو مصر علی الکبیرہ قرار نہیں دیا جائے گا'' فتاوٰی رضویہ'' جلد سوم صفحہ نمبر ۵۲ ۷ر میں ہے دیہات میں نماز جمعہ وعیدین مذہب حنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اسے بند کرنا جاہل کا کام ہے قال اللہ تعالیٰ: ارأیت الذی ینھی ط عبدا اذا صلی اور جو نہیں کافر کہتا ہے گمراہ و بددین ہے نہ وہ کبیرہ ہے لاختلاف الائمۃ نہ کبیرہ پر اصرار نہ اہل سنت کے نزدیک کفر واللہ الھادی وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی	صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
مرکزی دارالافتاء، ۸۲ر سوداگران بریلی شریف	فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

۸ر شوال المکرم ۱۴۲۰ھ
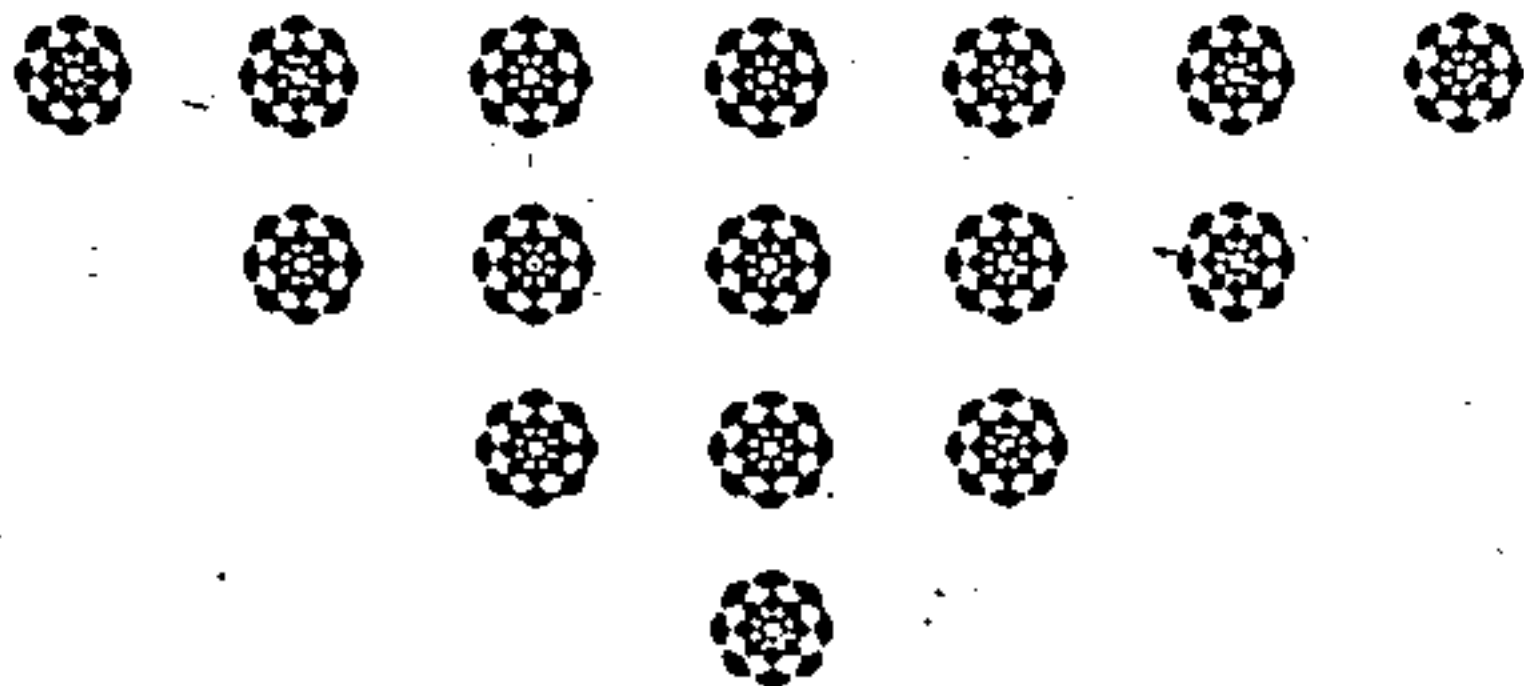
حضرت علامہ مفتی محمد ناظم علی صاحب بارہ بنکوی

حضرت علامہ مفتی محمد ناظم علی بارہ بنکوی صاحب ۱۹۵۰ء میں موضع کٹھوری پورے بدھی شاہ بارہ بنکی کے ایک دینی اسلامی گھرانے میں پیدا ہوئے آپ کا رجحان بچپن ہی سے علوم اسلامی کی طرف تھا، چنانچہ حشمت العلوم رامپور کٹرہ بارہ بنکی میں داخلہ لیا یہاں کافیہ وغیرہ تک کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۶۷ء میں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا اور ماہرین علم وفن سے کتب متداولہ کا درس لیا اور یہیں سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد رضا مسجد سوداگران میں امام وخطیب کے فرائض انجام دیتے رہے اور ساتھ ہی فتویٰ نویسی کی مشق بھی جاری رکھی پھر ۱۹۸۴ء میں مرکزی دارالافتاء میں آپ کا تقرر ہوا اس دوران آپ حضور تاج الشریعہ سے فقہ وحدیث کا درس لیتے رہے۔

اس وقت آپ امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز کے جدامجد مجاہد جنگ آزادی حضرت علامہ مفتی رضا علی خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کی تعمیر فرمودہ ''املی والی مسجد'' محلہ ذخیرہ مین امام وخطیب ہیں اور مرکزی دارالافتاء میں مفتی کی حیثیت سے افتاء کی خدمت انجام دے رہے ہیں، آپ کو حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز سے سلسلۂ رضویہ میں بیعت وخلافت کا شرف حاصل ہے۔

از: محمد عبدالوحید رضوی بریلوی امین الفتویٰ مرکزی دارالافتاء بریلی شریف۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کے بھائی کا انتقال ہو چکا ہے مرحوم کے بال بچوں کا بوجھ زید اور دیگر رشتے داروں پر ہے مرحوم کی بچی کی شادی کرنی ہے۔لہٰذا جاننا یہ ہے کہ زید اپنی زکوٰۃ کا پیسہ مرحوم کی بچی کی شادی میں بغیر اس بچی کو بتائے یا مالک بنائے خود سے خرچ کرسکتا ہے یا نہیں؟اگر خرچ کرسکتا ہے تو اس کی شرع میں کیا صورت ہے؟

(۲) زید اپنے ایک رشتے دار کو کچھ روپیہ قرض دیا ہے مقروض قرض ادا کرنے کے لائق نہیں وہ خود ابھی زکوٰۃ کا مستحق ہے لہٰذا زید اپنے اس رقم کو زکوٰۃ کی نیت کر کے معاف کردے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں بحکم شرع اس کی کیا صورت ہے؟

المستفتی: محمد آفتاب رضوی قادری

چھت دھاری بازار چھپرہ بہار

الجواب :- زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے تملیکِ فقیر مسلم شرط ہے رقم زکوٰۃ کسی فقیر مسلم مستحق زکوٰۃ کو دیکر اس کا مالک بنادیں بعد قبضہ وہ اپنی جانب سے رقم زکوٰۃ دیدے تو اب اس رقم سے بچی کی شادی کرسکتے ہیں یا زکوٰۃ کی رقم اس بچی کو دیدے جبکہ مستحق زکوٰۃ ہو تو وہ اپنی شادی میں خرچ کرسکتی ہے بے تملیک فقیر زکوٰۃ ادا نہ ہوگی لہٰذا حیلۂ شرعی کر کے اس کی شادی میں صرف کرسکتے ہیں بے حیلۂ وتملیک فقیر خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اگر وہ مستحق زکوٰۃ ہو تو اس بچی کو رقم زکوٰۃ دیکر مالک بنادیں اب وہ شادی میں خرچ کرسکتی ہے یا وہ آپ کو رقم زکوٰۃ واپس دیدے اجازت دیدے کہ اس سے شادی میں صرف کرے تو کرسکتے ہیں اس طرح زکوٰۃ بھی ادا ہوجائے گی اور ثواب بھی ملے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) قرض زکوٰۃ کی نیت سے معاف کردے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی جائز صورت یہ ہے کہ زید زکوٰۃ کی

رقم زکوٰۃ کی نیت سے اسے دیدے اور اب وہ بعد قبضہ زید کو قرض کی رقم کو واپس دیدے تو اب قرض ادا ہو جائے گا اور زکوٰۃ بھی انکی ادا ہو جائے گی۔

کتبہ محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی　　　صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲/سوداگران بریلی شریف　　　قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۲۴/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

زید یہاں ایک مسجد میں امامت کرتا ہے اور اپنے آپ کو سرکار اعلیٰحضرت کا شیدائی کہتا ہے اور حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا ازہری صاحب قبلہ سے مرید بھی ہوا ہے اس کے باوجود ایک ایسے شخص کو اپنا استاد مانتا ہے جو دیوبندیوں وہابیوں کی تکفیر کا قائل نہیں اور امان اللہ پھلواروی کا مرید وخلیفہ بھی ہے، واضح ہو کہ امان اللہ پھلواروی وہی شخص ہے جو دیوبندیوں کی تکفیر نہیں کرتا تھا بلکہ ان کو مسلمان مانتا تھا اور علی الاعلان دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھتا تھا اور اپنے مریدوں کو بھی دیوبندیوں کی تکفیر سے روکتا تھا جیسا کہ اس کے مریدین اس بات کی گواہی دیتے ہیں اور اس کی خانقاہ سے چھپی ہوئی کتاب ''حیات محی الملۃ والدین وسوانح امان اللہ'' سے بھی اس کا عقیدہ ظاہر ہے جس کی بنا پر ۱۳/محرم الحرام ۱۴۱۸ھ کو جناب ازہری صاحب قبلہ ودیگر علماء اہل سنت نے امان اللہ پھلواروی پر کفر کا فتویٰ جاری فرمایا جو فتویٰ ماہنامہ ''اعلیٰحضرت'' بریلی شریف شمارہ ماہ جنوری ۱۹۹۸ء میں شائع ہو چکا ہے''

ابھی چند ہی سال قبل یہاں دیوبندیوں کا ایک پیشوا وامیر عبدالرحمٰن گودنوی مر گیا تھا تو مذکورہ زید کا محبوب استاد اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو زید بھی اپنے اس محبوب استاد کی اقتدا میں اس دیوبندی ناری کی نماز جنازہ پڑھی لہٰذا اب جاننا یہ ہے کہ زید شرعی قانون کے تحت سنی ہے کہ نہیں؟

اور اس کو اپنا امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو لوگ زید کے مذکورہ احوال جانتے ہوئے اس کو اپنا امام بناتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان لوگوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) زید لاؤڈ اسپیکر پر جمعہ کی نماز پڑھاتا ہے لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنا کیسا ہے اور زید پر کیا حکم ہے

المستفتی: محمد آفتاب رضوی قادری

چھتر دھاری بازار چھپرہ بہار

الجواب:- دیوبندی عقیدے والے بسبب توہین اللہ و رسول (جل علاو ﷺ) کافر و مرتد بے دین ہیں اور ایسے کہ علمائے حرمین شریفین نے فرمایا: من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی انہیں کی طرح ہے، انکی نماز جنازہ پڑھنی پڑھانی حرام قطعی و گناہ شدید ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے: ولا تصل علي احد منهم مات ابدا ولا تقم علي قبره انهم كفروا بالله و رسوله وما تواوهم فاسقون کبھی نماز نہ پڑھ ان کے کسی مردے پر نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو انہوں نے اللہ و رسول کے ساتھ کفر کیا اور مرتے دم تک بے حکم رہے۔ لہٰذا زید اور جن لوگوں نے دیوبندی جانتے ہوئے اس کے جنازے کی نماز پڑھی اور اس کیلئے دعائے مغفرت کی وہ لوگ توبہ و استغفار کریں اور بعد توبہ تجدید ایمان بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح بھی کریں فی الحلية نقلاً عن القرافي واقره الدعاء بالمغفرة للكافر كفر لطلبه تكذيب الله تعالىٰ فيما اخبر به جب اس کا حال درست ہو جائے زید جب تک توبہ صحیحہ نہ کرے اسے امام بنانا جائز نہیں اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں ان کا اعادہ کریں بعد توبہ صحیحہ جب اس کا حال درست ہو جائے تو اسے امام بنانا جائز جبکہ اور کوئی وجہ شرعی مانع امامت نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) زید کو امام بنانا جائز نہیں ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی اور جو لوگ جانتے ہوئے اسے امام بنائیں وہ سب سخت گنہگار ہیں توبہ کریں اور کسی دوسرے سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق کو امام بنائیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) کسی نماز کیلئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہرگز ہرگز نہ چاہئے اور جو مقتدی محض لاؤڈ اسپیکر کی آواز سنکر رکوع و سجود کریں گے ان کی نماز ہی نہ ہوگی اور جو مقتدی خاص امام کی آواز سن کر رکوع و سجود کریں گے ان کی نماز ہو جائیگی یہی ہمارے اکابر علمائے اہلسنت کا فتویٰ ہے سرکار مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ و حضور محدث اعظم ہند حضور مجاہد ملت وغیرہ کا تاحین حیات اسی پر عمل بھی رہا زید پر لازم کہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ترک کرے اور توبہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی درالافتاء ۸۲/سوداگران بریلی شریف قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۲۴/جمادی الاولی ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

مرنے والی روح ایک مہینہ تک اپنے گھر کا چکر لگاتی ہے اور یہ دیکھنا چاہتی ہے کہ اسکے وارث کس طرح اس کے مال کا بٹوارہ کرتے ہیں اور اس کا قرض کس طرح چکاتے ہیں ایک مہینہ بعد سال بھر تک قبر کے آس پاس گھومتی رہتی ہے کہ دیکھیں کہ کون دعائے مغفرت کیلئے آتا ہے پھر اسکے بعد روحوں کی دنیا میں جاملتی ہے۔

کیا یہ روایت صحیح ہے اور ایک مہینہ کی قید لگانا کہ اپنے گھر کا چکر لگاتی ہے اور ایک مہینہ بعد سال بھر کی قید کے اپنے قبر کے آس پاس گھومتی رہتی ہے جواب مرحمت فرمائیں تا کہ عوام الناس کی اصلاح ہو اور اسلامی تعلیمات سے واقف ہوں۔

المستفتی: محمد نظام الدین خلجی

خلجیوں کا پول ناگور راجستھان

الجواب:- موت کے معنی روح کا جسم سے جدا ہو جانا ہیں نہ یہ کہ روح مرجاتی ہو جو روح کو فنا مانے بدمذہب ہے حدیث میں ہے: اذامات المؤمن یخلی سربه یسرح حیث شاء جب مسلمان مرجاتا ہے اس کی راہ کھولدی جاتی ہے جہاں چاہے جائے اور مرنے کے بعد مسلمان کی روح حسب مراتب مختلف مقاموں میں رہتی ہے بعض کی قبر پر بعض کی چاہ زمزم شریف میں بعض کی آسمان وزمین کے درمیان بعض کی پہلے دوسرے ساتویں آسمان تک اور بعض کی آسمانوں سے بھی بلند اور بعض کی روحیں زیر عرش قندیلوں میں اور بعض کی اعلی علیین میں مگر کہیں ہوں اپنے جسم سے ان کو تعلق بدستور رہتا ہے جو کوئی قبر پر آئے اسے دیکھتے پہچانتے اس کی بات سنتے ہیں بلکہ روح کا دیکھنا قرب قبر ہی سے مخصوص نہیں اس کی مثال حدیث میں یہ فرمائی ہے کہ ایک طائر پہلے قفس میں بند تھا اور اب آزاد کر دیا گیا ائمہ کرام فرماتے ہیں: ان النفوس القدسية اذا تجردت عن العلائق البدنية اتصلت بالملاء الاعلى وترى وتسمع الكل كالمشاهد بیشک پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے یہاں حاضر ہیں شاہ عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں: روح را قرب وبعد مکانی یکساں است امام جلال الدین سیوطی ''شرح الصدور'' میں فرماتے ہیں: رجح ابن البران ارواح الشهداء فی الجنة وارواح غيرهم على افنية القبور فتسرح حیث شاءت امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا راجح یہ ہے کہ شہیدوں کی روحیں جنت میں ہیں اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر جہاں چاہے آتی جاتی ہیں ''خزانۃ الروایات'' میں ہے: عن بعض العلماء المحققين ان الارواح تتخلص ليلة الجمعة و تنتشر وافجاوا الى

مقابرهم ثم جاؤا فی بیوتهم بعض علماء محققین سے مروی ہے کہ روحیں شب جمعہ چھٹی پاتیں اور پھیلتی ہیں پہلے اپنی قبروں پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں۔ دستور القضاۃ مستند صاحب مأتہ مسائل میں فتاویٰ امام نسفی سے ہے: ان ارواح المومنین یاتون فی کل لیلة الجمعة ویوم الجمعة فیقومون بفناء بیوتهم ثم ینادی کل واحد منهم بصوت حزین یا اهلی ویااولادی یا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقة واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا بیشک مسلمانوں کی روحیں ہر روز وشب جمعہ اپنے گھر آتی اور دروازے کے پاس کھڑی ہو کر دردناک آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھر والو اے میرے بچو اے میرے عزیزو ہم پر صدقہ سے مہر کرو ہمیں یاد کرو بھول نہ جاؤ ہماری غریبی میں ہم پر ترس کھاؤ، ان روایات سے معلوم ہوا کہ روحیں آتی ہیں اور وہ آزاد ہیں جہاں چاہیں جائیں اور یہ سب اپنے اپنے مرتبہ کے حساب سے ہے مگر یہ کہنا کہ گھر کے چکر لگاتی ہیں پھر سال بھر کے بعد روحوں کی دنیا میں جاتی ہے غلط ہے اور جو سوال میں ذکر کیا وہ بھی صحیح نہیں ہاں انہیں حسب مراتب اختیار ضرور ہے کہ جہاں چاہیں آئیں جائیں اور کافروں کی روحیں بھی دیکھتی سنتی ہیں مگر وہ سجین میں مقید ہیں اور کسی کی ساتویں زمین تک بعض کی چاہ بر ہوت وغیرہ میں اور وہ بھی کہیں ہو جو اس کی قبر یا مرگھٹ پر گذرے اسے دیکھتی پہچانتی سنتی ہیں مگر کہیں جانے کا اختیار نہیں کہ قید ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف — قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۲۹ رجمادی الاخریٰ ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مرکزی دارالافتاء بریلی شریف کہ ہماری بستی بشن پور کی تحیۃ المسجد میں کئی سالوں سے نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا موئے

مبارک محفوظ ہے جو ہر سال دراز ہوتا ہے جسکا اعتراف گاؤں کے تمام لوگوں وزیارت کرنے والے حضرات کو ہے تمام حضرات اس موئے مبارک کا ادب واحترام کے ساتھ ہر سال ربیع الاول شریف کی تاریخ بارہ کو صندوق سے نکال کر مع قرآن خوانی ومولود شریف درودوں کی صداؤں کے ساتھ ہمارے امام صاحب کی معرفت میں زلف شریف کو صندوق سے نکال کر مسجد کے باہر زیارت کرتے کراتے ہیں۔

صبح کی نماز سے لیکر ظہر کی نماز تک مردوں کیلئے وقت مقرر کیا گیا ہے۔ پھر بعد نماز ظہر تا مغرب عورتوں کو زیارت کا موقع دیتے ہیں۔ پھر بعد مغرب درود وسلام کی صداؤں کے ساتھ پھر اسی صندوق میں محفوظ کر دیتے ہیں، یہ ہر سال کا معمول ہے اس سال ماہ ستمبر بتاریخ 28-9-2000 مورخہ رجب المرجب ۹ رتاریخ بروز جمعہ بوقت جمعہ اسی مسجد کے امام صاحب شیخ محمد علی بستی کے ایک لڑکے کو بطور تواضع نماز جمعہ خطبات کی اجازت مرحمت فرمائی۔ تو وہ صاحب جو آج کی نماز جمعہ پڑھائی وہ کچھ شعر وشاعری بھی کرتے ہیں عربی خطبہ سے قبل اردو میں کچھ تقریر فرمائی دوران تقریر وہ صاحب آؤ دکھانہ تاؤ دکھا نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک پر برس پڑے اور کہنے لگے کہ نبی کریم کے زلف شریف کی زیارت عورتوں پر منع و ناجائز ہے کون کہتا ہے نبی کے زلف شریف کی زیارت عورتوں پر جائز ہے اسکو میں نہیں چھوڑوں گا اور میں اسکو ناجائز کہتا ہوں عورتوں پر زلف شریف کی زیارت منع وحرام ہے جسکی وجہ سے ہماری بستی میں ایک کھل بلی سی پائی جاتی ہے برائے مہربانی اسکا جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) اب جواب طلب امر یہ ہے کہ کیا عورتوں کو نبی کریم ﷺ کے زلف شریف کی زیارت منع و ناجائز ہے؟

(۲) اور ایسا کہنے والے کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۳) کیا ہم لوگ ان کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟

(۴)اور جو بھی نماز اس قول سے قبل ان کی اقتدا میں پڑھ چکے ہیں اسکے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا فیصلہ ہے؟

برائے مہربانی شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا فقط والسلام

المستفتی: شیخ محمد علی

خطیب وامام تحیۃ المسجد بشن پور ضلع بھدرک اڑیسہ

الجواب:-فی الواقع آثار شریفہ حضور سید المرسلین ﷺ سے تبرک سلفاً وخلفاً زمانۂ اقدس حضور پرنور سیدِ عالم ﷺ وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک بلانکیر رائج ومعمول اور باجماع مسلمین مندوب ومحبوب کثرت احادیث صحیحہ وصحیح بخاری مسلم وغیرہما صحاح وسنن وکتب حدیث اس پر ناطق ہیں "صحیح بخاری ومسلم" میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: ان النبی ﷺ دعا بالحلاق وناول الحالق شقه الایمن فحلقه ثم دعا ابا طلحة الانصاری فاعطاه اياه ثم ناول الشق الایسر فقال احلق فحلقه فاعطاه ابا طلحة فقال اقسمه بين الناس یعنی نبی ﷺ نے حجام کو بلا کر سر مبارک کے داہنی جانب کے بال مونڈنے کا حکم فرمایا پھر ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر وہ سب بال انہیں عطا فرما دیئے، پھر بائیں جانب کے بالوں کو حکم فرمایا اور ابوطلحہ کو دیئے کہ انہیں لوگوں میں تقسیم کردو "صحیح بخاری شریف" کتاب اللباس میں عیسی بن طہمان سے ہے: قال اخرج الينا انس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه نعلين لهما قبالان فقال البنيان هذا نعل النبی ﷺ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو نعل مبارک ہمارے پاس لائے کہ ہر ایک میں بندش کے دو تسمے تھے ان کے شاگرد رشید نبیانی نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کی نعل مقدس ہے صحیحین میں ابو بردہ سے ہے: قال اخرجت الينا عائشة رضی الله تعالیٰ عنها كساء ملبد اوازار اغليظا فقالت قبض روح ﷺ فی هذين ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک رضائی یا کمبل

اور ایک موٹا تہبند نکال کر ہمیں دکھایا اور فرمایا کہ وقت وصال اقدس حضور پرنور ﷺ یہ دو کپڑے تھے ''صحیح مسلم شریف'' میں حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے: انها اخرجت جبة طيا لسة كسر دانية لها بنسة ديباج و فرجيها مكفوفين بالد يباج وقالت هذه جبة رسول الله ﷺ كانت عند عائشة فلما قبضت هما و كان النبي ﷺ يلسبها نحن نغلسلها للمرضى نستشقي بها یعنی انہوں نے ایک اونی جبہ کسروانی ساخت نکالا اس کی پلیٹ ریشمی تھی اور دونوں چاکوں پر ریشم کا کام تھا اور کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ ہے ام المومنین صدیقہ کے پاس تھا ان کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا نبی ﷺ اسے پہنا کرتے تھے تو ہم اسے دھو دھو کر مریضوں کو پلاتے اور اس سے شفا چاہتے ہیں ''صحیح بخاری'' میں عثمان بن عبداللہ بن مواہب سے ہے: قال دخلت على ام سلمة فاخرجت اينا شعر امن شعر النبي ﷺ مخضوبا میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے حضور ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت ہمیں کرائی اس پر خضاب کا اثر تھا۔ علماء فرماتے ہیں جس کے پاس نقشۂ متبرکہ ہو ظلم و ظالمین و شر شیاطین و چشم زخم حاسدین سے محفوظ رہے عورت دردزہ کے وقت اپنے دہنے ہاتھ میں لے آسانی ہو اور بہت سے فوائد ہیں غرض کہ تبرکات شریفہ کی زیارت مرد و عورت سبھی کو کرنا کرانا جائز و باعث برکت ہے اور عورتوں کو زیارت سے منع کرنا ناجائز کہنا غلط ہے وہ توبہ کرے اور بے علم فتویٰ دینے والے پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں: من افتى بغير علم لعنته ملئكة السموات والارض. البتہ عورتوں کو ادب سکھائیں اور پردے میں رہ کر زیارت کرنے کا حکم دیں امام مذکور اپنے اقوال سے توبہ کرے تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی یعنی پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب ''درمختار'' میں ہے: كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها بعد توبہ صحیحہ اس کے پیچھے نماز جائز جبکہ اور کوئی وجہ شرعی مانع نہ

ہواس قول سے قبل جونمازیں اس کی اقتدا میں پڑھیں ان کے اعادہ کا حکم نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف — قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ہمارے یہاں کی مسجد جو زمانہ قدیم سے سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کی مسجد رہی ہے اور جس میں کچھوچھہ شریف، بریلی شریف وغیرہم کے اکثر اکابر علمائے کرام و بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے قیام بھی فرمایا ہے اور آج بھی ان بزرگوں کے مریدین ومعتقدین کافی تعداد میں اس مسجد کے مقتدی برادران میں شامل ہیں ابھی حال ہی میں کچھ مقتدی بھائیوں نے مسجد کے تین دروازوں پر تین بڑی تصویریں آویزاں کی ہیں درمیان کے دروازے پر حضور نبی کریم صلی اللہ و آلہ وسلم کے قبر انور کی تصویر ہے اور دائیں بائیں دروازے پر کعبہ شریف، حضور کا جبہ مبارک، عصا مبارک ودستار مبارک کی تصویریں ہیں اب ہر جمعرات کو یہ مقتدی بھائی ان تصویروں پر پھولوں کا ہار ڈالتے ہیں، قبر انور کی تصویر پر اپنا ہاتھ رکھ کر پھر اپنے اپنے ہاتھ کو چومتے ہیں، صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں، پھر دعاء کرتے ہیں۔ چونکہ پہلے ایسا کبھی ہوا نہیں اس لئے اکثر مقتدی بھائیوں کو بے حد حیرت ہے تعجب ہے؟ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ وضاحت کے ساتھ جواب باصواب سے نوازا جائے ممنون ومشکور ہونگا۔

المستفتی: حاجی انیس الحق اشرفی

مغربی بنگال

الجواب:- نبی کریم ﷺ کے آثار وتبرکات شریفہ کی تعظیم دین مسلمان کا فرض عظیم ہے تابوت سکینہ جس کا ذکر قرآن عظیم میں ہے جس کی برکت سے بنی اسرائیل ہمیشہ کافروں پر فتح پائے اس

میں کیا تھا بقیۃ مما ترک آل موسی و ال ھرو ن حضرت موسیٰ وہارون علیہما الصلاۃ والسلام چھوڑے ہوئے تبرکات سے کچھ بقیہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کا عمامہ وغیر ہا۔ لہٰذا تواتر سے ثابت کہ جس چیز کو کسی طرح حضور اقدس ﷺ سے کوئی علاقہ بدن اقدس سے چھونے کا ہوتا صحابہ وتابعین وائمہ دین ہمیشہ اس کی تعظیم وحرمت اور اس سے طلب برکت فرماتے آئے اور دین حق کے معظم اماموں نے تصریح فرمائی کہ اس کیلئے کسی سند کی بھی حاجت نہیں بلکہ جو چیز حضور اقدس ﷺ کے نام پاک سے مشہور ہو اس کی تعظیم شعائر دین سے ہے "شفا شریف ومواہب لدنیہ ومدارج شریف" وغیر ہا میں ہے: من اعظامه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اعظام جميع اسبابه و ما لمسه او عرف به صلى الله تعالىٰ عليه وسلم یعنی رسول اللہ ﷺ کی تعظیم میں سے ہے ان تمام اشیا کی تعظیم جس کو نبی ﷺ سے کچھ علاقہ ہو اور جسے نبی ﷺ نے چھوا ہو یا جو حضور کے نام پاک سے مشہور ہو یہاں تک کہ برابر ائمہ دین وعلمائے معتمدین نعل اقدس کی شبیہ ومثال کی تعظیم فرماتے رہے اور اس سے صدہا عجیب مددیں پائیں اور اس کے باب میں مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں جب نقشے کی یہ برکت وعظمت ہے تو خود نعل اقدس کی عظمت وبرکت کو خیال کیجئے پھر ردائے اقدس وجبہ مقدسہ وعمامہ مکرمہ پر نظر کیجئے پھر ان تمام آثار وتبرکات شریفہ سے ہزاروں درجے اعظم واعلیٰ واکرم واولی حضور اقدس ﷺ کے ناخن پاک کا تراشہ ہے کہ یہ سب ملبوسات تھے اور جز بدن والا ہے اور اس اجل واعظم وارفع و اکرم حضور پر نور ﷺ کی ریش مبارک کا موئے مطہر ہے مسلمان کا ایمان گواہ ہے کہ ہفت آسمان زمین ہرگز اس ایک موئے مبارک کی عظمت کو نہیں پہنچتے اور ابھی تصریحات ائمہ سے معلوم ہو گیا کہ تعظیم کیلئے نہ یقین درکار ہے نہ کوئی خاص سند درکار ہے بلکہ صرف نام پاک سے اس شیٔ کا اشتہار کافی ہے اسی جگہ بے اوراک سند تعظیم سے باز نہ رہے گا مگر بیمار دل پر آزار دل جس میں نہ عظمت

شان محمد رسول اللہ ﷺ وجہ کافی نہ ایمان کامل اللہ عزوجل فرماتا ہے: ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر اور اگر سچا ہے تو تمہیں پہنچ جائیں گے بعض وہ عذاب جن کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے اور خصوصا جہاں سند بھی موجود ہو پھر تو تعظیم واعزاز وتکریم سے باز نہیں رہ سکتا مگر کوئی کھلا کافر یا چھپا منافق والعیاذ باللہ تعالیٰ اور یہ کہنا کہ آج کل اکثر لوگ مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں اگر یوں ہی مجمل بلاتعین شخص ہو یعنی کسی شخص معین پر اس کی وجہ سے الزام یا بدگمانی مقصود نہ ہو تو اس میں کچھ گناہ نہیں بلا ثبوت شرعی کسی خاص شخص کی نسبت حکم لگا دینا کہ یہ انہیں میں سے ہے جو مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں ضرور ناجائز وحرام وگناہ ہے کہ اس کا منشاء صرف بدگمانی سے بڑھ کر کوئی جھوٹی بات نہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث بدگمانی سے بچو بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے ائمہ دین فرماتے ہیں: انما ینشوء الظن الخبیث من القلب الخبیث گمان خبیث، خبیث ہی دل سے پیدا ہوتا ہے بہر حال علماء ائمہ دین کی تصریحات سے ثابت تبرکات آثار شریفہ لگانا جائز ہے اور ذریعہ حصول برکت ہے البتہ ان سے اصل کا سا معاملہ نہ کرنا چاہیئے ہار پھول وغیرہ ان پر نہ چڑھائیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۱۸ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ

ایک قطعہ آراضی نمبر ۳۹ رجس کا رقبہ ۸ ربسوہ ہے جو کاغذات پر پرانی آراضی درج ہے اس سے متصل ایک مزار بھی ہے خسرے میں مزار پورے نمبر میں درج ہے اس نمبر کے آبادی درج

ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس مزار کے پاس خیر اللہ نام کے ایک مجاور رہتے تھے جو چکبندی کے ۳۵ سال پہلے سے اسی جگہ مقیم تھے انہیں کے قیام کی وجہ سے یہ نمبر آبادی درج ہوا اور ۱۹۷۴ء میں جب چکبندی ہوئی تو اس آبادی والے نمبر سے متصل کمال الدین نامی ایک شخص کا چک الاٹ ہوا اور آبادی کی زمین نمبر ۳۹ / مزار کے نام سے تھا ۸۴ء تک یہ زمین بالکل خالی تھی جب زمین کی قیمت سڑک کی وجہ سے بڑھنے لگی تو کمال الدین کی نیت بھی خراب ہوگئی اور پڑوسی ہونے کی حیثیت سے وہ زمین بھی ہڑپنے کی سازش کی حالانکہ اس آبادی والے نمبر کے چاروں طرف چک روڈ اور سکڑ روڈ ہیں جو مزار والے نمبر اور ان کے چک کے درمیان حائل ہیں جب کمال الدین نے مزار کی زمین پر مکان بنانے کی کوشش کی تو گاؤں کے تمام لوگوں نے منع کیا اور پردھان کی طرف سے تحصیل دار کے یہاں مقدمہ قائم ہوا اور گاؤں کے سارے مسلمانوں نے ان کا سماجی بائکاٹ بھی کیا اور تحصیل دار نے کمال الدین کے خلاف جرمانہ عائد کر کے ان کو اس زمین سے بے دخل کیا اور ان کا قبضہ وہاں سے ہٹا دیا گیا تحصیلدار کے آڈر کے خلاف کمال الدین نے ضلع ادھیکاری کے یہاں اپیل کیا اور وہاں سے بھی ان کی اپیل خارج ہوگئی اس کے بعد انہوں نے فیض آباد کمشنری میں ضلع ادھیکاری کے فیصلے کے خلاف اپیل کیا وہاں بھی ان کی اپیل خارج ہوگئی اور کمال الدین کے منصف کے یہاں دیوانی دائر کی اور کمال الدین کے گاؤں کے لوگوں کو جمع کر کے صلح کیا اور صلح نامہ میں لکھا گیا کہ اس زمین کو مذہبی کام ہی میں استعمال کیا جائے کوئی شخص اپنے نجی کام میں استعمال نہیں کر سکتا اس بات کی روشنی میں گاؤں کے لوگوں نے طے کیا کہ اس نمبر میں ایک مسجد تعمیر کی جائے جس کی اسی وقت بنیاد ڈال دی گئی رقم فراہم نہ ہونے کی وجہ سے تعمیری کام اس وقت جاری نہ رہ سکا اسی درمیان کمال الدین نے لوگوں کو مطمئن کرنے کے بعد خاموشی سے گاؤں والوں کو دھوکہ دے کر S.D.M کے یہاں سے چار بسوہ زمین کا 229 B اپنے حق میں فیصلہ کرا

لیا جب مسجد کا تعمیری کام دوبارہ شروع ہوا تو کمال الدین نے اپنے کاغذات پیش کئے کہ یہ زمین ہمارے نام ہے پھر کام کو بند کر کے S.D.M اترولہ کے یہاں دعویٰ نگرانی دائر کیا گیا جس کا انہوں نے معائنہ کر کے اسے خارج کر دیا اور مسجد کو تسلیم کر کے اس کی تعمیر کی اجازت دے دی کام شروع کیا گیا اسکے بعد کمال الدین اس حکم کے خلاف گونڈہ کمشنر ی میں گئے وہاں بھی ان کا دعویٰ خارج ہو گیا پھر انہوں نے دیوانی معین الدین کے نام سے دائر کیا جس میں ان کا اسے خارج ہو گیا کام پھر شروع کیا گیا اس وقت مسجد کے دیوار کی اونچائی گیارہ 11 فٹ ہے جس میں محراب، مینار، اور مغربی دیوار شامل ہے شمال اور جنوب کی دیواریں کرسی سے اوپر 9 فٹ ہیں اور پورب کی دیوار 6 فٹ اونچی ہے اسی دوران انہوں نے الہ آباد بورڈ آف ریونو سے اسٹے لے لیا کام پھر بند ہو گیا ابھی ان کا اسٹے برقرار ہے اب تحریر کے ذریعہ آپ سے یہ معلوم کیا جارہا ہے کہ موجودہ صورت حال میں جبکہ زمین مسجد کے لئے گاؤں کی طرف سے اور حکومت کی طرف سے بھی دی جا چکی ہے اور تمام فیصلے مسجد کے حق میں ہیں اور کافی حد تک مسجد کی تعمیر ہو چکی ہے کیا کیا جائے؟ تمام فیصلوں کی فوٹو کاپی اور مسجد کی تعمیر اس کے ساتھ منسلک ہے اب اس مسجد کو بنوایا جائے اس جگہ نماز پڑھا جائے کہ نہ پڑھی جائے اور اس آدمی کے بارے میں کیا کیا جائے جو حکم شرعی تحریر فرمائیں مع مہر کے ساتھ عین کرم ہوگا۔

المستفتی: حقیق اللہ خاں

مقام یہاں پوسٹ براء مرانو آباد ضلع بلرام پور یوپی

الجواب:- صورت مسئولہ میں جب وہ زمین مزار کی ہے اور خسرے میں مزار کے لئے درج ہے تو اب کسی کو اپنے قبضہ میں لینا اور اس پر ناجائز قبضہ کرنا ناجائز ہے اسکی حصولیابی کے لئے مقدمہ کرنا جائز نہیں پھر جب سب جگہ سے مسلمان مقدمہ جیت گئے تو اب شخص مذکور کا مزید اسکی

حصولیابی کے لئے سعی کرنا روا نہیں ہے اس پر فرض ہے کہ وہ اپنا قبضہ ختم کرے اور مقدمہ واپس لے اور اسے مسجد و مزار کے حق میں برقرار رہنے دے اور اس پر مسجد بنانا جائز ہے مسجد بنا سکتے ہیں وہ اس میں مخل نہ ہو اور توبہ کرے ہاں اگر وہ باز نہ آئے تو اسے ترک کرے اور مسلمان مسجد بنائیں مزید قانونی چارہ جوئی کریں اور قبضہ ختم کرائیں اور اگر اس مسجد میں نماز باجماعت ہو چکی ہے اگرچہ ایک ہی بار تو شرعاً وہ مسجد ہو گئی اسکو مسجد باقی رکھنا لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ ناظم علی قادری بارہ بنکوی — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء،۸۲، سوداگران بریلی شریف — قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۴ رذی الحجہ ۱۴۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

سوال ۱- ڈاڑھی منڈے کو سلام کرنا منع ہے یہ امام صاحب کا کہنا ہے۔

۲- کسی محفل وغیرہ جیسے میلاد قرآن خوانی وغیرہ میں امام صاحب پہنچے امام صاحب سلام نہیں کرتے لوگوں نے پوچھا آپ سلام کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے کہا میں ڈاڑھی منڈوں کو سلام نہیں کرتا کیوں کہ وہ فاسق ہیں۔

۳- فاسق کے گھر کا کھانا اور اجرت لینا امام صاحب کو کیسا ہے؟ مسلمان مسلمان کی زمین رہن رکھنا کٹاؤ یا پھراؤ کیسا ہے؟

۴- عید کی نماز کے لئے نو بجے کا وقت دیا امام صاحب نے، نماز عید پڑھائی گئی پونے گیارہ بجے وہ کیسا ہے؟

۵- بجلی جلاتے ہیں میٹر بند کر کے، چکی مشین، وغیرہ چلائی جاتی ہے گھر میں لائٹ بھی جلاتے ہیں یہ کیسا ہے؟

۶-حیض ونفاس والی عورت کا میت کے قریب جانا کیسا ہے؟

۷-کافر کا مسلمان کے جنازے میں شریک ہونا کیسا ہے آیا اس کو قبرستان میں جانے سے اور مٹی دینے سے روکا جائے یا نہیں؟

۸-مردے کے ساتھ قبرستان میں توشہ، میٹھے چاول، میٹھی روٹی، لڈو، اناج وغیرہ لیجانا کیسا ہے؟

۹-دیوبندی وہابی کے گھر کا کھانا پینا کیسا ہے؟

۱۰-وہابی، دیوبندی کے گھر شادی کرنا کیسا ہے؟

۱۱-لاؤڈ اسپیکر میں گاؤں یا شہر میں نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

۱۲-لاؤڈ اسپیکر میں نماز فجر کے بعد سلام پڑھنا وہاں گھنی آبادی ہے کیسا ہے؟

الجواب:- داڑھی منڈانے والا فاسق معلن اور سخت گنہگار ہے ایسے کے لئے ابتدا بالسلام جائز نہیں ہے "غنیۃ" میں ہے: لو قدموا فاسقا یاثمون "درمختار" میں ہے: یکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲-آج کل باشرع داڑھی والے بہت کم ہیں اور داڑھی منڈانے والوں کی تعداد بہت نماز پڑھنے والے کم اور نماز نہ پڑھنے والوں کی تعداد بہت ہے اور حکم شرع یہی ہے کہ جو مرتکب حرام ہو تارک نماز ہو اسے سمجھائے وہ باز نہ آئے تو اس سے ترک تعلق کیا جائے امام کا فعل صحیح ہے اور لوگوں کا اعتراض غلط ہے جب تک امید ہو کہ وہ لوگ راہ راست پر آجائیں گے سمجھاتا رہے قطع تعلق نہ کرے اسکے یہاں کھا سکتا ہے اور اجرت بھی لے سکتا ہے مگر جب اس سے قطع تعلق مسلمان کر لیں تو اسکے یہاں نہ کھائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳-گروی رکھنا جائز ہے مگر شئی مرہونہ سے نہ راہن فائدہ اٹھا سکتا ہے نہ مرتہن حدیث میں ہے: کل قرض جر منفعة فهو ربا اس شئ مرہونہ سے فائدہ حاصل کرنا حرام وسود ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴- اس نے تاخیر کیوں کی جو وقت مقرر کیا تھا اسی پر پڑھانا چاہئے تھا اگر کسی سبب سے تاخیر ہوگئی تو حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵- چوری سے بجلی جلانا جائز نہیں ہے اور دیانت داری کے بھی خلاف ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶- جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷- کفار کو جنازہ میں شریک ہونے کی کیا ضرورت؟ مسلمان کفن دفن کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۸- میت کی جانب سے صدقہ ایصال ثواب کرنا چاہئے اور قبرستان میں یہ سب لیجانا فضول ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹- وہابی دیوبندی بدمذہب کے گھر کھانا جائز نہیں ہے حدیث میں ہے: **ولاتواکلوھم ولا تشاربوھم** واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۰- ناجائز ہے اس سے نکاح نہ ہوگا حدیث میں ہے: **ولاتناکحوھم** واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۱- لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کسی نماز کے لئے ہرگز نہ چاہئے خواہ وہ جگہ شہر ہو یا دیہات اور جو لوگ محض لاؤڈ اسپیکر کی آواز سنکر رکوع وسجود کریں گے ان کی نماز ہی نہ ہوگی اور جو لوگ خاص امام کی آواز سنکر رکوع وسجود کریں گے انکی نماز ہو جائیگی یا انکی خاص آواز سننے والے مقتدیوں کو دیکھ کر رکوع وسجود کریں گے انکی بھی نماز ہو جائیگی واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲- لاؤڈ اسپیکر پر صلاۃ وسلام پڑھنا جائز ہے خواہ بعد نماز فجر ہو یا کسی اور جگہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی
مرکزی دارالافتاء ۸۲ ر سوداگران بریلی شریف

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۲۰ ر ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

قرآن پاک کی جن آیات سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے صحابہ کرام کے قول وعمل سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ سے کہ (۱) جس بستی کی آبادی تقریبا ۳۰ ؍ ہزار کی ہو اور جہاں چیر مین مسلمان ہو اور پوری آبادی مسلم ہی ہو اور جہاں ساری سہولیات حاصل ہو وہاں جمعہ کی نماز ہوسکتی یا نہیں ؟

(۲) جہاں اب سے کافی عرصہ قبل حضرت مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی ہو اور جہاں بستی قائم ہونے سے آج تک مسلسل نماز جمعہ ہو رہی ہو وہاں جمعہ اب ہوسکتی ہے یا نہیں جبکہ اب بھی یہاں جمعہ کی نماز یا کوئی بھی نماز میں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہے نہ ہی کوئی قانونی الجھن یا دشواری ایسی حالت میں یہاں نماز جمعہ ہوسکتی یا نہیں؟

(۳) اس بستی میں جب سے بستی بسی ہے جب سے دو عید گاہ ہیں اور دونوں میں عید کی نماز ہوتی آئی ہے اور جمعہ کی نماز بھی ایسی حالت میں اس بستی میں نماز جمعہ اور نماز عید ہوگی یا نہیں؟

(۴) اگر اس بستی میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی ہے یا نہیں تو پھر بستی کے لوگوں کو نماز جمعہ اور نماز عید کہاں پڑھنا چاہئے؟

(۵) صدیوں قبل یہاں یعنی اس بستی میں جمعہ قائم ہو چکا ہے اور جب سے برابر جمعہ ہو رہا ہے کیا اب یہاں جمعہ ہوسکتا یا نہیں؟

المستفتی: بنے خاں

الجواب:- جمعہ کی فرضیت کے لئے مصر ہونا شرط ہے "درمختار" میں ہے: لان المصر شرط الصحۃ اور مصر وہ جگہ ہے جہاں متعدد کوچے اور دائمی بازار اور ایک حاکم ایسا رہتا ہو جو ظالم کا بدلہ لے سکے اور وہ جگہ تحصیل یا پرگنہ ہے اور جو جگہ ایسی نہیں وہ گاؤں دیہات ہے وہاں جمعہ فرض نہیں ہے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول: لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوۃ فطر ولا اضحی

الا فی مصر جامع او مدینة عظیمة اور سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ''فتاویٰ رضویہ''
شریف جلد سوم صفحہ ۱۷۴؍ پر ارشاد فرماتے ہیں مگر در بارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداً خود انھیں
منع نہیں کرتا نہ انہیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے ایک روایت پر صحت ان کے لئے بس
ہے وہ جس طرح خدا ورسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے مشاہدہ ہے کہ اس سے روکے تو وہ وقتی چھوڑ
بیٹھتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے: ارأیت الذی ینھی عبداً اذا صلی سیدنا ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ
عنہ فرماتے ہیں: شیٔ خیر من لا شئی کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے' رواہ عنہ عبد
الرزاق فی مصنفه انه رضی الله تعالیٰ عنه مر برجل لایتم رکوعاً ولا سجوداً فقال
شیٔ خیر من لا شیٔ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو بعد نماز عید نفل پڑھتے
دیکھا حالانکہ بعد عید نفل مکروہ ہیں کسی نے عرض کیا یا امیر المومنین آپ منع نہیں کرتے فرمایا: اخاف
ان ادخل تحت الوعید قال الله تعالیٰ ارأیت الذی ینھی عبداً اذا صلی میں وعید میں
داخل ہونے سے ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا تو نے اسے دیکھا جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز
پڑھے ذکرہ فی الدر المختار اسی سے ''بحر الرائق'' میں ہے: ھذا للخواص اما العوام فلا
یمنعون عن تکبیر ولا تنفل اصلاً لقلة رغبتهم فی الخیرات ہاں جب سوال کیا جائے تو
جواب میں وہی کہا جائیگا جو اپنا مذہب ہے لہٰذا جس گاؤں یا دیہات میں جمعہ ہوتا آیا ہے وہاں بند نہ کیا
جائے اور بعد جمعہ چار فرض ظہر ادا کرے فرض ظہر نہیں پڑھیں گے کہ فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا اور
سخت گنہگار ہوں گے کما فی الفتاویٰ الرضویة واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی
مرکزی دار الافتاء ۸۲؍ سوداگران بریلی شریف

صح الجواب والمولیٰ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ القوی

یکم ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ
نواب علی اور شبیر احمد نے مسجد بنانے کے لئے زمین دی جس کے درمیان ایک غیر مسلم کی زمین صرف دس فٹ کے قریب چھوڑی تھی ان دونوں کے زمین دینے کے سبب درمیان کی زمین بہت زیادہ مہنگی چونسٹھ ہزار میں خریدی گئی جبکہ اتنے روپے سے اسی آبادی میں اس سے کئی گنا زمین خریدی جاسکتی تھی، جب مسجد کی بنیاد رکھی جانے لگی تو شبیر احمد نے زمین دینے سے انکار کردیا جس سے مسجد کو زبردست نقصان پہنچا تو شبیر احمد کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ اس کا ساتھ دیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ مسلمان ان لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کریں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: بسم اللہ لیکھ پال وجمیل احمد، ڈاکخانہ مہراج گنج ضلع بستی

الجواب:- صورت مسئولہ میں جب شخص مذکور نے مسجد کے لئے زمین دیدی تھی تو اب اسے واپس لینا ایسا ہی ہے جیسے قے کرکے کھالینا حدیث میں ہے: العائد فی هبته کا لعائد فی قیئه وہ اب کیوں منع کرتا ہے اگر کوئی شرعی وجہ ہے تو بیان کرے ورنہ مسجد کے لئے زمین دیدے اور اگر اس زمین کو مسجد کے لئے وقف کردیا تھا تو اس میں مسجد بنانے سے منع کرنا جائز نہیں کہ وقف کے بعد شئی موقوفہ واقف کی ملک سے نکل جاتی ہے اور واقف کو بھی اس کی واپسی کا حق نہیں رہتا ہے مسجد کے بنانے میں بہت ثواب ہے حدیث میں ہے: من بنی اللہ مسجد ابنی اللہ بیتا فی الجنة جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا اس پر فرض کہ وہ مسجد بنانے میں رکاوٹ نہ پیدا کرے اور مسجد بنانے دے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی
مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۲۷ رذیقعدہ ۱۴۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

سوال نمبر۱/زید نے اپنی لڑکی کا نکاح دیوبند سے کیا نکاح پڑھانے والے امام کو پتہ نہیں بعد میں تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ وہ شخص دیوبندی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا ایسی صورت میں نکاح جائز ہوا یا نہیں براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عطا فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

سوال نمبر۲/زید نے کہا کہ صلاۃ حضور ﷺ کے زمانے میں ہوا کرتی تھی اب لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سوجایا کرتے تھے انکے جاگنے کے لئے صلاۃ پڑھی جاتی تھی اب کیوں پڑھی جاتی ہے؟ وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں آپ کی نوازش ہوگی۔

سوال نمبر۳/زید جان بوجھ کر اپنی لڑکی کا نکاح کسی دیوبندی کے لڑکے سے کردیا ایسی صورت میں زید سے تعلق رکھا جائے یا نہیں؟

الراقم: محمد کرامت علی خاں
شیتم کھیڑے ضلع بریلی شریف

الجواب:- دیوبندی بدعقیدہ اور بسبب توہین اللہ ورسول جل جلالہ و ﷺ کافر مرتد بے دین ہیں یہاں تک کہ علمائے حرمین شریفین نے فرمایا: من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جوان کے کفریات پر مطلع ہوکران کے کفر عذاب میں شک کرے وہ بھی انہیں کی طرح ہے اور در بارۂ مرتد ومرتدہ حکم شرع یہی ہے کہ ان کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے: لایجوز للمرتدان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ و کذٰلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد لہٰذا صورت مسئولہ میں ہے زید کی لڑکی کا نکاح نہ ہوا وہ فوراً اس سے علیحدہ ہو جائے توبہ کرے اور اگر واقعی امام نے لاعلمی میں نکاح پڑھایا تو اس پر الزام نہیں ہاں جو لوگ جانتے ہوئے اس نام کے نکاح میں شریک ومعاون ہوئے وہ سب سخت گنہگار حرام کار ہیں ان پر بھی توبہ

لازم ہے توبہ کریں تاوقتیکہ سب لوگ توبہ نہ کریں مسلمان ان سے ترک تعلق کرے قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّلمین بعد توبہ صحیحہ تعلقات قائم کرے اور جو لوگ لاعلمی میں شریک و معاون ہوئے ان پر الزام نہیں ہے لڑکی اس سے علیحدہ ہو جائے البتہ قانونی گرفت سے بچنے کے لئے کچہری سے آزادی حاصل کرلے تاکہ بعد میں وہ پریشان نہ کرسکے کہ اگرچہ کچہری کی آزادی شرعاً کچھ نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲:-صلاۃ جائز ہے فقہ میں اسے تثویب کہتے ہیں جو جائز ہے "مختصر الوقایہ" میں ہے: التثویب حسن فی کل صلاۃ "نور مختار" میں ہے: یثوب فی الکل للکل بما تعارفوہ الافی المغرب اسی میں ہے: التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنۃ سبعماۃ واحدی و ثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیھا مرتین* وھو بدعۃ حسنۃ لوگوں کا کہنا غلط ہے صلاۃ بند نہ کی جائے تفصیل کے لئے فتاوی رضویہ دوم دیکھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳:-زید نے غلط کیا اس کی لڑکی کا نکاح دیوبندی سے نہ ہوا زید سخت گنہگار حرام کار ہے اس پر توبہ فرض ہے توبہ کرے اور اپنی لڑکی کو اس سے علیحدہ کرنے کی سعی کرے اور وہ علیحدہ ہو جائے توبہ کرے تاوقتیکہ وہ توبہ صحیحہ نہ کرے مسلمان اس سے ترک تعلق کریں بعد توبہ صحیحہ شامل کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف — قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۲۳؍ جمادی الاولی ۱۴۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

سوال نمبر ۱ / ابھی چند ماہ قبل دو مقام پر نکاح خوانی تھی جس میں عرب کے شاہ مسجد کے خطیب امام کو

نکاح پڑھانے کے لئے کہا گیا مگر مسجد کے امام نکاح پڑھانے نہیں گئے لڑکی والے دیوبندی مسجد سے اپنا تعلق رکھتے ہیں وہیں جا کر نماز پڑھاتے ہیں یہاں تک کہ نماز جنازہ وغیرہ مگر لوگ جامع مسجد کے امام وخطیب نے جو سنی ہیں دونوں جگہ نکاح پڑھایا سنی امام سے یہ لوگ اس لئے نکاح پڑھانا چاہ رہے تھے کہ لڑکے والے جہاں سے برات آئی تھی سنی تھے اور اس لئے مجبوراً لڑکی والے سنی امام سے نکاح پڑھانا چاہ رہے تھے لوگ امام کا وہاں جا کر نکاح پڑھانا کیسا ہے؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

سوال نمبر ۲ / مسجد کا موذن اذان پنجگانہ کے علاوہ بعض وقت نماز بھی پڑھاتا ہے مگر موذن صحیح نہیں پڑھاتا یہاں تک کہ دونوں کے پاؤں کی حالت سجدہ میں تین انگلیاں بھی نہیں لگاتا ہے بتانے پر بھی عمل نہیں کرتا ہے آج تک اسی حالت میں جتنی نمازیں پڑھایا وہ نمازیں ہوئی یا نہیں اور جو لوگوں کا پڑھایا آج بھی پڑھ رہے ہیں ان سب کی بھی نمازیں ہوئیں یا نہیں؟

سوال نمبر ۳ / جسکا شراب پینا ظاہر ہو وہ اگر قرآن خوانی میلاد خوانی کھانے کی دعوت کرے اس کے یہاں جانا کیسا ہے؟ جو لوگ جانتے ہوئے اس کے یہاں میلاد کریں دعوت کھائیں ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔صورت مسئولہ میں اگر واقعی لڑکی والے دیوبندی عقائد کے سبب دیوبندی کے پیچھے ان کی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ بھی انہیں کی طرح مرتد بے دین ہیں اور لڑکی جب دیوبندیہ ہے تو اس کا نکاح پڑھانا ضرور حرام وگناہ ہے کہ مرتد ومرتدہ کا نکاح ہی نہیں ہے وہ اگر چہ اپنے ہم مذہب سے بھی کرے جب بھی نکاح نہ ہوگا بلکہ عالم میں نکاح نہ ہوگا بسوط امام شمس الائمہ سرخی پھر ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے: **لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية وكذلك لا يجوز نكاح المرتدة مع احد** لہٰذا جانتے ہوئے جس امام نے پڑھایا وہ ضرور سخت گنہگار حرام کار ہے اور جو لوگ جانتے ہوئے اس نام کے نکاح میں شریک

ومعاون ہوئے وہ سب بھی سخت گنہگار ٹھہرے سب پر توبہ لازم ہے توبہ کریں اور امام جب تک توبہ
نہ کرے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی یعنی پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب ہے
بعد توبہ صحیحہ اس کے پیچھے نماز جائز ہے جب کہ اور کوئی وجہ شرعی مانع امامت نہ ہو اور یہ نکاح نہ ہوا
وہ لڑکا اس دیوبندیہ سے علیحدہ ہو جائے ہاں اگر وہ اپنے عقائد کفریہ باطلہ سے توبہ صحیحہ کرکے تجدید
ایمان کرے تو بعد توبہ تجدید ایمان اس لڑکے سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲:- جو صحیح القراۃ نہ ہو وہ لائق امامت نہیں ہے اور سجدہ میں پاؤں کی تین تین انگلیاں لگنا واجب
ہیں اگر نہیں لگیں گی تو نماز واجب الاعادہ ہوگی جتنی نمازیں اس طرح پڑھیں کہ انگلیاں نہیں لگیں تو
ان نمازوں کا اعادہ واجب ہے اور ایسے کو امام نہ بنائیں کہ امام کا صحیح القرات ہونا بھی شرط ہے اور
اذان دینے والا بھی صحیح تلفظ ادا کر کے اذان دے اگر اذان صحیح نہ ہو تو دوسرے صحیح خواں سے
پڑھوائے اور وہ اپنے مخارج صحیح کرلے کہ نماز اس کی صحیح طور سے ادا ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳:- اس کے یہاں کھانا نہ کھائے دعوت وغیرہ میں نہ جائے ہاں میلاد پڑھ سکتے ہیں اور زجراً میلاد
سے منع بھی کر سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی　　　صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲/سوداگران بریلی شریف　　　قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

سوال نمبر ۱/ بیس لوگوں نے ملکر کمیٹی ڈالی اب جس کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے تو وہ گھاٹے میں کمیٹی سے
رقم اٹھا لیتا ہے جو فائدہ پہونچتا ہے اس کو بیسوں آدمی تقسیم کر لیتے ہیں اسی طرح سے یہ سلسلہ آخر
تک چلتا ہے آخر میں بولی نہیں لگتی ہے بلکہ اس اوپر گھاٹہ باندھ دیا جاتا ہے اس کمیٹی والوں میں کسی کو

فائدہ زیادہ ہوتا ہے کچھ کو کم کیا یہ کمیٹی ڈالنا حرام تو نہیں ہے شریعت کے حکم سے آگاہ فرمائیں۔

سوال نمبر۲ر اکثر دیہاتوں میں جمعہ کے دو فرض پڑھا کر اسی وقت ظہر کے چار فرض پڑھا جاتا ہے کیا یہ ایسا کرنا درست ہے شریعت کی رو سے آگاہ فرمائیں۔

سوال نمبر۳ر کیا سنت میں واجب چھوٹ جانے پر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز میں کوئی قباحت تو نہیں۔

سوال نمبر۴ر امام نماز پڑھا کر مصلے کا کونہ لوٹ دیتے ہیں یہ لوٹنا کیسا ہے؟

سوال نمبر۵ر صاحب ترتیب والے کی نماز عصر قضا ہوگئی مغرب میں اتنا وقت ہے نہیں جو نماز عصر کی قضا پڑھے اب زید مغرب کی جماعت میں شریک ہو یا پہلے نماز عصر قضا پڑھکر جماعت میں شریک ہو اس حالت میں زید کیا کرے؟

سوال نمبر۶ر وہابیوں کی مسجد میں نماز پڑھنے میں کوئی قباحت تو نہیں ہے؟

سوال نمبر۷ر کافر کی زمین گروی دو سال کیلئے دس ہزار پر رکھی اب دو سال پورے ہونے پر کافر سے دس ہزار روپیہ لے کر اس کی زمین دینا درست ہے؟ شریعت کے حکم سے آگاہ فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد فرید رضوی، امام وخطیب مسجد چاچیٹ

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں یہ طریقہ جائز نہیں ہے اور یہ بھی سود ہی کی طرح ہے اور اسے منافع کہہ کر لینا آپس میں تقسیم کر لینا ناجائز و گناہ سود ہے وہ لوگ توبہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جمعہ کی فرضیت کیلئے مصر ہونا شرط ہے ''درمختار'' میں ہے: لان المصر شرط الصحة لہٰذا جو جگہ گاؤں دیہات ہے وہاں ظہر ہی فرض ہے وہاں کیلئے یہی حکم ہے کہ اگر پہلے سے جمعہ ہوتا آیا ہے تو بند نہ کیا جائے اور بعد میں چار فرض باجماعت ادا کریں ظہر نہیں پڑھیں گے تو فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا اور سخت گنہ گار ہوں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) سنت ہو یا فرض کسی نماز میں سہو واجب ترک ہو جانے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ واجب ہے دوبارہ نماز پڑھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) حضور ﷺ فرماتے ہیں: الشاطين يستعملون ثيا بكم فاذا نزع احد كم ثوبه فليطوه حتى ترجع اليها انفاسها فان الشيطان تمہارے کپڑے اپنے استعمال میں لاتے ہیں تو کپڑا اتار کرتہ کر دیا کرو پھر کہ اس کا دم راست ہو جائے کہ شیطان تہ کئے کپڑے کو نہیں پہنتا ابن ابی الدنیا نے قیس ابن ابی حازم سے روایت کی: قال ما من فراش يكون مفرو شالا ينام عليه احد الانام عليه الشيطان جہاں کوئی بچھونا بچھا ہو جس پر کوئی سوتا نہ ہو اس پر شیطان سوتا ہے ان دونوں حدیثوں سے اسکی اصل نکل سکتی ہے اور پورا مصلی لپیٹ دینا بہتر ہے کمافی فتاویٰ الرضویہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) صاحب ترتیب پہلے قضا پڑھے اس کے بعد مغرب کی نماز میں شریک ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) وہابیوں دیوبندیوں کی بنائی ہوئی مسجد مسجد نہیں اس میں نماز نہ پڑھیں ہاں سنیوں کی بنائی ہوئی مسجد جس پر اگر وہ ناجائز قبضہ کرلیں یا کئے ہوں تو وہ مسجد ہی ہے اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں مگر دیوبندیوں کے پیچھے ہرگز نہ پڑھیں کہ ان کے پیچھے نماز باطل ہے اور پڑھنے کا گناہ سر پر ہوگا اپنی نماز علیحدہ پڑھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) روپیہ لیکر اس کی زمین واپس کردیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم	کتبہ محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی	مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

۱۸ ر ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ

حضرت علامہ مفتی محمد مظفر حسین قادری رضوی صاحب کٹیہاری

حضرت علامہ ومولینا محمد مظفر حسین صاحب قادری رضوی ضلع کٹیہار سرزمین سمن پور کے ایک دیندار گھرانے میں ۴/اپریل ۱۹۶۷ء کو پیدا ہوئے والدین کریمین نے تعلیم وتربیت کا نہایت اچھا انتظام کیا، ابتدائی تعلیم والدگرامی سے حاصل کی پھر مدرسہ بہار اسلام بیجول، مدرسہ فیاض المسلمین کٹیہار میں جماعت ثالثہ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد جد امجد حضرت مولینا محمد قمرالدین صاحب کے حکم پر ہندوستان کے مشہور ومعروف علمی گہوارہ ''الجامعۃ الاشرفیہ'' مبارک پور حاضر ہوئے اور یہاں مسلسل چار سال تک تعلیم وتربیت میں منہمک رہے۔

۱۹۸۸ء میں مرکز اہلسنّت دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں داخلہ لیا اور یہیں سے سند فراغت حاصل کی،اس کے بعد جامعہ نوریہ باقرگنج میں بحثیت مدرس تین سالوں تک اورالجامعہ القادریہ ضلع مالدہ میں کچھ سالوں تک تدریسی خدمات انجام دیں اور دارالعلوم ضیاء المصطفٰے باڑھ میر میں شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے،اسی دوران روضۂ اعلیٰ حضرت پر حاضری کی غرض سے بریلی شریف حاضر ہوئے۔

یہاں جب آپ حضور تاج الشریعہ سے دست بوسی کے لئے خدمت میں حاضر ہوئے تو گفت وشنید کے بعد حضور تاج الشریعہ نے آپ کا تقرر مرکزی دارالافتاء میں فرمایا،آپ نے حضور تاج الشریعہ سے فقہ وحدیث کا درس لیا آپ کو حضور تاج الشریعہ اور حضرت عمدۃ المحققین سے اجازت وخلافت بھی حاصل ہے۔اس وقت آپ مرکزی دارالافتاء میں بحثیت مفتی اور شہر کی جامع مسجد قلعہ میں امام وخطیب ہیں۔

از: محمد عبدالوحید رضوی بریلوی امین الفتویٰ مرکزی دارالافتاء بریلی شریف۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ

(۱) کیا شمع شبستان رضا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی کتاب ہے؟

(۲) شمع شبستان رضا حصہ دوم ص ۹۰/۹۱ پر عہد نامہ کی فضیلت کے سلسلے میں یہ حدیثیں درج ہیں ،آیا یہ حدیثیں احادیث کی معتبر کتابوں من عن ثابت ہیں یا نہیں:-

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جوکوئی اس عہد نامہ کو ساری عمر میں ایک بار پڑھے خدا چاہے تو ساتھ ایمان کے جاوے اور اس کے جنتی ہونے کا میں ضامن ہوں۔

(۲) اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آدمی کے بدن میں تین ہزار بیماریاں ہیں ایک ہزار کو حکیم جانتے ہیں اور دو ہزار کی دوا کوئی نہیں جانتا، جوکوئی اس عہد نامہ کو اپنے پاس رکھے خدائے تعالیٰ اس کو تین ہزار بیماریوں سے محفوظ رکھے۔

(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ جوکوئی عہد نامہ کو اپنے پاس رکھے وہ سانپوں اور بچھوؤں سے امن رہے اور سحر جادو اس پر کارگر نہ ہو اور بدگویوں کی زبان بند ہو جائے اور اگر چینی کی پلیٹ پر لکھ کر پانی سے دھوکر یا کاغذ پر لکھ کر پانی میں گھول کر کسی دردمن کو پلائے تو شفا پائے۔

(۴) حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ جو کوئی عہد نامہ کو شفیع لائے اور اس کے وسیلہ سے دعاء کرے حاجت اس کی اللہ تعالیٰ پوری کرے اور اگر مشک وزعفران سے لکھ کر بارش کے پانی سے دھوکر جس کو ۳ ریا ۷ رروز پلائے عقل وفہم زیادہ ہو اور جو کچھ یاد ہو نہ بھولے یعنی حافظہ قوی ہو۔

(۵) حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا سید عالم ﷺ کہ جوکوئی اس عہد نامہ کو ۴۱ ربار پڑھ کر مردے کے نام بخشے قبر اس کی مغرب سے مشرق تک کشادہ اور پرنور ہو

اور اگر مردے کی قبر میں رکھے تو اس مردہ کو سات پیغمبروں کا ثواب ملے اور سوال منکر نکیر آسان ہو اور اللہ تعالیٰ ایک لاکھ گز داہنے سے اور چالیس ہزار گز بائیں سے اور چالیس ہزار گز پاؤں سے عذاب دور کرے اور قبر اس کی ایسی کشادہ ہو کہ آنکھ کام نہ کر سکے یعنی اس کا احاطہ نہ کر سکے۔

المستفتی: محمد اشرف القادری

سلیم پور دیوریا یوپی

الجواب :- یہ کتاب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہیں ہے ہاں اس میں کچھ نقوش وعملیات ان کے ہیں اور عملیات میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی کتاب مجموعہ اعمال رضا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) عہد نامہ کی فضیلت سے متعلق حدیثیں ہیں "تفسیر در منثور اور تفسیر روح المعانی و روح البیان وغیرہم" سورۂ مریم میں زیر آیت: لا یملکون الشفعة الا من اتخذ عند الرحمٰن عهداً ہے: قال رسول الله ﷺ من ادخل علی مومن سرور افقد سرنی و من سرنی فقد اتخذ عند الرحمٰن عهداً و من اتخذ عند الرحمٰن عهدا فلا تمسه النار ان الله لا تخلف المیعاد. عن ابن مسعود انه قرأ الا من اتخذ عند الرحمٰن عهداً قال ان الله یقوم یوم القیمة من کان له عندی عهد فلیقم فلا یقوم الا من قال هذا فی الدنیا قولوا اللهم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشهادة انی اعهد الیک فی هذه الحیاة الدنیا انک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر و تبا عدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتک فاجعله لی عندک عهداً تودیه الی یوم القیمة انک لاتخلف المیعاد. عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من جاء بالصلوات الخمس یوم القیمة قد حافظ علی وضو ئها و مواقیتها و رکو عها

و سجود هالم ينقص منها شيئاً جاء وله عند الله عهد ان لا يعذ به ومن جاء قدا نتقص منهن شيأ فليس له عندالله عهدان شاء رحمه وان شاء عذبه . عن ابی بکر الصديق قال قال رسول الله ﷺ من قال فی دبر صلا ة بعد ماسلم هولاء الکلمات كتبه ملک فی رق فختم بخاتم ثم دفعها الی يوم القيمة فاذا بعث الله العبد من قبره جاء ه الملک ومعه الكتاب ينادی اين اهل العهود حتى تدفع اليهم والکلمات ان تقول اللهم فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة الرحمٰن الرحيم انی اعهد اليک فی هذه الحياة الدنيا بانک انت الله الذی لا اله الا انت وحدک لا شريک لک ان محمداً عبدک و رسولک فلا تکلنی الی نفسی فانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الله و تباعدنی من الخير وانی لا اثق الا رحمتک فاجعل رحمتک لی عهداً عندک تو ديه الی يوم القيمة انک لا تخلف الميعاد. و عن طاؤس انه امر بهذه الكلمات فکتبت فی كفنه (درمنثور ص ۲۸۶/ج ۴) اورمزید تفصیل ''فتاوی رضویہ'' جلد چہارم ص ۱۳۷/ میں دیکھیں اور ''شمع شبستان رضا'' کی روایت صحیح ہوگی اور تلاش وجستجو سے مل جائیگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲/سوداگران بریلی شریف — قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۱۳/ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

نمبر ۱/عورت اپنے سسر سے پردہ کرتی ہے یہاں تک سسر کے ساتھ بات چیت یا کسی ضرورت کے وقت کہیں سفر درپیش ہوا تو سسر کے ساتھ سفر کرنے کو گناہ عظیم سمجھتی ہے اسی طرح عورت اپنے شوہر

کے بڑے بھائی سے پردہ کرتی ہے نہ انکو پانی دیتی ہیں نہ انکے ساتھ بات چیت یہاں تک اگر شوہر کے بڑے بھائی کے کپڑے تک دھوتی نہیں اگر کپڑا کسی جگہ لٹک رہا ہوتا ہے تو اس کپڑے کو چھونا گناہ جانتی ہیں۔ اگر شوہر نے عورت سے کہہ دیا کہ تم میرے بڑے بھائی کے ساتھ مائیکے چلے جانا یا میرے بڑے بھائی کے ساتھ سفر کر کے ٹرین سے میرے پاس آ جانا۔ کیا عورت اپنے شوہر کے بڑے بھائی کے ساتھ پردہ کے ساتھ سفر کر سکتی ہے۔ کیا عورت شوہر کے بڑے بھائی کے ساتھ بات چیت کر سکتی ہے کیا عورت پر توبہ لازم آئیگا۔ شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے براہ کرم مدلل فرمائیں۔

(۲) عورت کو مزارات اولیاء اللہ پر زیارت کیلئے جانا کیسا ہے؟ اگر عورت پردہ کے ساتھ آدمیوں کے آمدرفت بند ہونے کے بعد شام کو اپنے اقربا یا شوہر کے ساتھ مزار شریف زیارت کی نیت سے جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۳) کیا عورت محفل میلاد میں حصہ لیکر واعظ بیان کر سکتی ہے؟ عورت تعلیم یافتہ پرہیزگار اور بفضل خدا مسئلے مسائل سے واقف ہے کیا وہ محفل میں شرکت کر کے تقریر یا نعت شریف سامعین کو سنا سکتی ہے؟

(۴) سگی بہن چچازاد بہن یا میری بہن سے اگر چہ نکاح نہیں ہوئی مگر بات چیت خلوت میں کرتے ہیں کیا مرد پر دین مہر لازم آئے گا؟ کتاب ''عورت اور پردہ'' میں ایک حدیث پر نظر پڑی کتاب ھٰذا میں یوں ہے کہ اگر مرد عورت دونوں یکجا ہوں خلوت میں یہاں تک کہ زنا کیا نہیں بات چیت کر رہے ہیں تو مرد پر دین مہر لازم ٹھہریگا اگر چہ عورت اس کی بہن یا چچازاد یا میری بہن ہو۔ کیا یہ صحیح ہے؟

(۵) زید اپنے دوستوں کو اپنی منکوحہ کی تعریف یوں کرتا ہے کہ میری بیوی مثل میری بھانجی سی ہے میری بھانجی کا چہرہ میری منکوحہ سے مشابہت ہوتا ہے، میری بھانجی کو دیکھنا میری منکوحہ کو دیکھنا ایک جیسی ہے زید کبھی بیوی سے یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ تم بالکل میری بھانجی جیسی ہو تمہاری شکل وصورت میری بھانجی سے ملتی جلتی ہے، شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے کیا عورت کو طلاق ہوگئی یا مرد پر کیا حکم ہے

(٦) شریعت کا کیا حکم ہے کہ نفاس والی کو چالیس دن تک ایک کوٹھری میں رکھا جاتا ہے نفاس والی کو ۲۰ یا ۳۵ دن بعد بھی دوسرے کمرے جانے کو ناپاک سمجھتی ہیں کیا نفاس والی جس مکان میں چلی جائے وہ مکان ناپاک ہوجائیگا۔ نفاس والی کے ہاتھ کھانا پینا بھی ناپاکی سمجھتی ہیں۔ بعد چالیس دن کے بعد غسل کے وقت پانی پر قل شریف یا دوسری قرآنی آیت پانی پر پڑھکر بدن پر ڈلواتی ہیں چالیس لوٹا سے کم ہو تو پاکی حاصل نہ ہوئی۔ چالیس لوٹے بدن پر پانی ڈالکر سرے سے پورے بدن مٹی سے گھسا کر پھر نہلاتے ہیں یہ رسم رواج کہاں تک صحیح ہے؟ اور ان لوگوں کیلئے کیا حکم ہے؟

(۷) دیور کے متعلق ارشاد ہوا کہ دیور کے سامنے ہونا گویا موت کے سامنے ہونا ہے۔ سسر، جیٹھ، سگے بھتیجے، بھانجے، چچازاد بھائی، شوہر سے بڑے ہوں ان لوگوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا عورت مذکورہ افراد سے بات چیت کرسکتی ہے؟ براہ کرم ان مسئلوں کا نمبروں کے ساتھ جواب تحریر فرماکر شکریہ کا موقع دیں۔

(۸) ایک امام صاحب کے گھر ٹیلی ویزن ہے۔ گھر کے کل افراد ٹیلی ویزن پر فلمیں دیکھتے ہیں مگر امام صاحب کے کہنے کے مطابق امام صاحب صرف خبریں اور کرکٹ میچ وکھیل وغیرہ دیکھنے کے عادی ہیں امام صاحب ٹیلی ویزن پر کھیل وخبریں اور چرند پرند والی چینل دیکھنے کو جائز بتاتے ہیں کیا اس امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہوگا؟

(۹) بعد شادی دو چار سال کے بعد زید کا انتقال ہوگیا۔ بعد عدت عورت شوہر کے بڑے بھائی سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں۔ یا زید اپنی ہندہ کو طلاق دیدیا بعد عدت عورت زید کے بڑے بھائی سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

(۱۰) ایک قصبہ ہے جہاں وہابیوں کی تعداد زیادہ عید بقر عید و پنجگانہ نماز وہابی امام پڑھاتا ہے کیا حالت مجبوری کہ ۳۲ رکلومیٹر تک سنی مسجد نہیں اس وہابی امام کے پیچھے نماز جمعہ یا عیدین و پنجگانہ نماز

پڑھ سکتے ہیں جبکہ سنی مسلمان چار پانچ ہوں یا اکیلا سنی ایک دو ہیں باقی سب وہابی انکے پیچھے اقتدیٰ صحیح ہوگی یا نہیں جو نماز اس امام کے پیچھے پڑھی گئیں اس کی اعادہ کرنا پڑے گا یا نہیں براہ کرم شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

(۱۱) زید اپنے کو نیک صالح بتاتا ہے دوسروں کو مرید بھی کرتا ہے مگر زید جوان لڑکی کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے جوان لڑکی زید کی خدمت کرتی ہیں مرید کرتے وقت جوان لڑکی کے ہاتھ اپنے ہاتھ پر رکھ کر بیعت کراتا ہے نہ خود نماز کا پابند ہے نہ دوسروں کو نماز کی تاکید کرتا ہے۔ اپنے آپ کو پیر سمجھتا ہے، کسی عالم کو ٹوکنے پر زید عالم کو گمراہ بتاتا ہے زید کا کہنا ہے کہ میں طریقت کے راستہ پر ہوں میرا نفس مردہ ہو چکا ہے اسلئے جوان لڑکی سے خدمت لینا کوئی گناہ نہیں جبکہ زید کی شادی نہیں ہوئی عمر تخمیناً ۳۰/۳۵ کے قریب ہے کیا اس پیر سے مرید ہو سکتے ہیں اور جن لوگوں نے اس پیر سے بیعت کی ہیں ان لوگوں کیلئے کیا حکم ہے؟

(۱۲) ایک گھر میں ۶/افراد ہیں ۵ بھائی حلال روزی کما کے لاتے ہیں ایک بھائی حرام کی کمائی سے گھر خرچہ دیتا ہے یا یہ کہ ۵ بھائی حرام کی کمائی ا ر بھائی حلال روزی کما کر گھر دیتا ہے، سب کے روپیہ اکھٹے ہونے کے بعد کھانا پکایا جاتا ہے حلال روزی کمانے والا ان پانچ بھائی کے حرام کی حصہ سے کس طرح کھا سکتا ہے۔ اس کے حلال ہونے کی صورت کیا ہے؟

(۱۳) زید بچہ پیدا ہونے کے بعد عقیقہ کرنے میں تاخیر کردی یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا، ایک سال بعد عقیقہ ہوگا یا نہیں رسم ورواج کے مطابق بچہ کے پانچ چھ سال ہونے کے بعد عقیقہ کراتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ اگر عقیقہ کرنے میں تاخیر ہوگئی قریب عید قربانی آ گئی تو کیا عقیقہ کے بدل قربانی دے سکتے ہیں جبکہ بچہ کمسن ہے؟ جواب سے مرحمت فرمائیں۔

(۱۴) زید اپنی بیوی کو تین طلاق دیا بعدہ تین ماہ دس دن کے بعد مطلقہ عمر سے نکاح کی مگر خلوت صحیح

نہیں ہوئی دوسرے دن عمر نے پھر طلاق دی بعدہ تین ماہ دس دن کے بعد شوہر اول اپنے نکاح میں اس عورت کو لیا، طلاق اول سے ایک سال بعد میں بچہ پیدا ہوا آیا اس میں کون سا نکاح صحیح ہوا اور ایسا نکاح پڑھانے والے کیلئے کیا حکم ہے؟

(۱۵) کتاب ''حجۃ الاسلام'' محمد بن غزالی میں یہ تحریر ہے کہ جو دعاء قنوت نہیں جانتا اس کی نکاح درست نہیں کیا یہ صحیح ہے؟

نوٹ :۔ مفتیان کرام براہ کرم مذکورہ پندرہ مسائیلوں کا شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر خاکسار کو شکریہ کا موقعہ دیں فقط والسلام بینوا توجروا۔

المستفتیان: خادمان درگاہ سید حسین شاہ علیہ الرحمۃ والرضوان

سید محمد یقین الدین قادری، بمقام و پوسٹ بید پادھر پور وایا بستہ

الجواب :۔ سر سے پردہ واجب نہیں ہے ہاں اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس سے بھی پردہ واجب ہے دیور سے پردہ واجب ہے دیور کے ساتھ سفر جائز نہیں ہے شوہر کا حکم دینا صحیح نہیں ہے اور اس کی ناجائز باتوں کا ماننا عورت پر لازم نہیں ہے حدیث میں ہے: لا طاعة لاحد فی معصیة الله جانے کی صورت میں عورت پر توبہ لازم ہوگی اور شوہر پر بھی توبہ لازم ہے۔ پردہ کے ساتھ دیور سے بضرورت بات کر سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) عورتوں کی مزارات پر حاضری مکروہ ہے جب عورت گھر سے قدم باہر کرتی ہے جب تک گھر لوٹ نہیں جاتی ہے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا رسالہ ''مزارات پر عورتوں کی حاضری'' کا مطالعہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) عورت کی آواز بھی عورت ہے اور محل فتنہ بھی ہے لہٰذا محفل میلاد شریف میں تقریر و نعت شریف کا پڑھنا عورت کیلئے جائز نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) بعد نکاح ہی مہر لازم ہوتا ہے غیر عورت کے ساتھ خلوت میں رہنے سے مہر لازم نہیں ہوتا ہے اگرچہ خلوت کے سبب گنہگار ہیں (عورت پردہ) نامی کتاب کی بات صحیح نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) محارم سے بیوی کو تشبیہ دینا کہ اس عضو سے جس کا دیکھنا جائز نہیں ہے تو ظہار ہو جائیگا و کفارہ لازم ہوگا اور اگر بیوی کو محارم کے اس عضو سے تشبیہ دی جس کا دیکھنا جائز ہے تو ظہار نہیں اور کفارہ بھی لازم نہ ہوگا "فتاویٰ عالمگیر" میں ہے: ان شبها بما يحل النظر اليه كالشعر والوجه والراس واليد والرجل لا يكون ظهارا كذا في فتاوىٰ قاضي خان ظہار میں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے صرف قبل کفارہ وطی جائز نہیں ہے ہاں کفارہ ادا کرنے کے بعد وطی جائز ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) نفاس والی عورت دوسرے کمرہ میں جانے سے ناپاک نہ ہوگا ان کا قول غلط و باطل ہے اور چالیس لوٹا پانی ڈالنا بھی غلط ہے اور مٹی گھس کر نہانا صحیح نہیں ہے اور جتنے لوٹے پانی سے پاک ہو جائے اتنا ہی پانی ڈالا جائے گا بلکہ نفاس والی کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے اور یہ خیال فاسدہ یہودیوں کا ہے اسلام میں چھوت چھات نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) ہاں دیور کو موت کہا ہے سسر سے بات کرسکتی ہے اور ان سے جیٹھ، چچا زاد بھائی سے بلا ضرورت بات کرنا جائز نہیں ہاں ضرورت ہو تو پردہ سے بات کرسکتی ہے سگے بھتیجے اور بھانجے سے بات کرنا جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) کھیل جائز نہیں اور اس کو دیکھنا بھی جائز نہیں اور ٹیلیویزن پر تصویریں چھپتی ہیں ان پر کسی پروگرام کو دیکھنا جائز نہیں ہے اس امام پر توبہ لازم ہے بعد توبہ صحیحہ اس کی اقتداء میں نماز بلا کراہت جائز ہے جبکہ کوئی چیز مانع امامت نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹) بعد عدت عورت زید کے بڑے بھائی سے نکاح کرسکتی ہے اور شرعاً یہ نکاح جائز ہے اور مطلقہ

عورت بھی بعد عدت زید کے بڑے بھائی سے نکاح کرسکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۰) وہابی پر بوجوہ کثیرہ لزوم کفر ہے اور مسلمان مقلدین کو مشرک اور تقلید کو شرک کہتا ہے اور اجماع و قیاس جو ادلۂ شرعیہ میں سے ہیں ان کا انکار کرتا ہے اور اللہ عزوجل وانبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی شان اقدس میں گستاخی کرکے کافر ہوگیا اور جانوروں سے بدتر اور اللہ کی مخلوق میں سب سے شریر اور مستحق جہنم ہیں انکی اقتداء میں کوئی نماز جائز نہیں ہے "فتح القدیر" میں ہے: ان الصلاۃ خلف اهل الاهواء لا تجوز اور ان کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۱) جوان عورتوں سے خدمت لینا جائز نہیں ہے اور ان سے خلوت حرام ہے اور اس کے ہاتھ کو ہاتھ پر رکھ کر مرید کرنا جائز نہیں زید کا خط کشیدہ قول صحیح نہیں ہے شریعت پر عمل کرکے طریقت کی منزل تک پہونچ سکتا ہے عالم دین کے سمجھانے پر اس کو گمراہ کہنا اشد حرام بدانجام ہے اس پر توبہ و استغفار لازم ہے اور ایسا آدمی فاسق معلن ہے اس سے بیعت جائز نہیں ہے ہاں جو جامع شریعت وطریقت پیر ہیں ان سے مرید ہوں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۲) ہر مسلمان پر رزق حلال طلب کرنا واجب ہے حدیث میں ہے: طلب الحلال واجب علی کل مسلم ان لوگوں پر توبہ لازم ہے کہ صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور رزق حلال تلاش کریں زر حرام سے خریدی ہوئی شئی کیلئے یہ حکم ہے کہ عقد ونقد مال حرام پر جمع نہ ہوئے تو وہ خریدی ہوئی شئی حرام نہیں ہے بلکہ حلال ہے اور اگر عقد ونقد مال حرام پر جمع ہوئے تو خریدی ہوئی چیز بھی حرام ہے هکذا فی الفتاویٰ الرضویة واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۳) ساتواں دن مستحب ہے اگر ساتواں دن عقیقہ نہ کرسکے تو جب چاہے عقیقہ کرسکتا ہے اور قربانی بھی اس بچہ کی طرف سے نفل ہوگی اور قربانی کے جانور میں عقیقہ کرسکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۴) اگر تین ماہ دس دن میں تین حیض پورے ہوگئے تھے تو نکاح صحیح ہے اور تین حیض پورے نہیں

ہوئے تھے تو نکاح صحیح نہیں ہے اور حلالہ کے نکاح میں وطی شرط ہے بے وطی حلالہ صحیح نہیں ہے اور شوہر اول کیلئے عورت حلال نہیں ہے حلالہ کا طریقہ یہ ہے کہ عورت عدت گزار کر کسی سے نکاح صحیح کرے اور وہ کم سے کم ایک بار وطی کرے پھر شوہر طلاق دیدے یا مر جائے بعد عدت شوہر اول عورت کی رضا مندی سے نکاح کر سکتا ہے مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور مطلقہ حائضہ کی عدت کامل تین حیض ہے اور یہ تین حیض تین ماہ میں پورے ہو سکتے ہیں اور تین سال میں بھی پورے ہو سکتے ہیں اور زید و ہندہ پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں اور حلالہ کا نکاح پھر سے کرائیں اور اس میں وطی بھی کرے جبھی ہندہ زید کیلئے حلال ہو سکتی ہے اور جس نے نکاح پڑھایا وکیل و گواہ بنے اگر دیدہ دانستہ انہوں نے ایسا کیا ہے تو ان پر توبہ بھی لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۵) اور یہ تحریر صحیح نہیں ہے کہ کتابوں میں الحاقات بہت ہیں یہ کسی کتاب میں نہیں ہے کہ جس کو دعائے قنوت یاد نہ ہو اور نکاح کرے اس کا نکاح نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۶ ر ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

بخدمت علامہ مفتی ازہری میاں قبلہ............ السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ

امام ظہر عصر اور مغرب کی تیسری رکعت میں اور عشا کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سری قرات کیوں کرتا ہے ان نمازوں میں اللہ کی حکمت کیا ہے بہت سے امام سری قرات خاموشی سے کرتے ہیں آہستہ سے نہیں جبکہ نماز کی ہر کتاب میں آہستہ لکھا ہے خاموشی سے نہیں مذکورہ بالا نمازوں میں امام کی قرات کی آواز ذرا سی بھی قریب کا مقتدی نہ سنیں ایسے حکم خداوندی کی تفصیل کیا ہے۔

مفتی محمد اعظم صاحب کے ایک فتویٰ میں ہے کہ سرّی قرات میں اتنی آواز کا ہونا ضروری ہے کہ کم سے کم قریب کے دو ایک آدمی سنیں جہر نہیں بلکہ آہستہ ہے آہستہ آواز کو صرف امام سنے دوسرا کوئی نہ سنے ایسی کونسی آواز ہے کچھ اہل علم اور ان سے متعلقین مفتی محمد اعظم صاحب قبلہ کے اس فتویٰ اور قانون شریعت کے اس مسئلہ کو جو صفحہ نمبر ۸۱/حصہ اوّل پر تحریر ہے کہ اس طرح پڑھنا کہ قریب کے دو ایک آدمی سن سکیں جہر نہیں بلکہ آہستہ ہے کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور مزید یہ کہتے ہیں کہ ''قانون شریعت'' میں کوئی حدیث کا حوالہ نہیں ہے فتویٰ کی نقل (فوٹو کاپی) اور مزید دلائل جو علمائے دین کی کتابوں سے نقل کی ہیں حضرت کی نظر ثانی کے لئے پیش خدمت ہے برائے کرم غور فرما کر تحریر فرمادیں تاکہ میرے ادنیٰ مطالعہ کی اصلاح ہو سکے اور صحیح وغلط واضح ہو سکے فقط زیادہ حد ادب۔

المستفتی: خاکسار افسر حسین

۴۵۷ بہاری پور معماران بریلی شریف

الجواب:- دن کی نماز میں اخفا واجب ہوا اور رات کی نماز میں جہر کہ رات آیت لطیف ہے اور اسکی تجلّی لطیف اور دن کی آیت قہری اور اسکی تجلّی شدید پھر تجلّی جہری تجلّی سرّی سے بہت قوی و گرم تر ہے لہٰذا تعدیل کے لئے تجلّی قہری کے ٹھنڈی تجلّی رکھی گئی ہے اور لطفی کے ساتھ گرم جمعہ و عیدین میں باوجود دن حکم جہر ہوا کہ بوجہ کثرت حاضرین انس حاصل اور دہشت زائل اور قلب بوجہ شہود تجلّی سے قدرے ذاہل بھی ہوگا اور کسوف بھی گو جماعت کثیر اور وقفہ طویل ہے پھر بھی اخفا ہی رہا کہ وقت تخویف و تجلّی جلال ہے اور وقفہ طویل سے جہر نہ ہو سکے گا رات کو آٹھ رکعت تک ایک نیت سے جائز ہے اور دن کو چار سے زیادہ منع کہ سنت ایسی ہے کہ تجلّی شیئا فشیئا وارد کرتے اور ہر ثانی میں اوّل سے قوی بھیجتے ہیں تو تجلّی گرم دن میں چار سے آگے تاب نہ آئیگی اسی لئے ہر دو رکعت پر جلسہ طویلہ کا حکم ہوا کہ خوب آرام پالے اور نبی ﷺ کی یاد واجب ہوئی کہ لطف جمال سے حظ اٹھا

لے اور پچھلی رکعتوں میں قرات معاف کہ تجلیات بڑھتی جائیں گی شاید دشواری ہو اور منفرد پر جہر واجب نہیں کہ بوجہ تنہائی دہشت وہیبت زیادہ ہوتی ہے عجب نہیں کہ تاب نہ لائے تو اس سے اسکے حال ووقت پر چھوڑنا مناسب اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرائیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے اسلئے ظہر وعصر میں قرات سرّی رکھی گئی ہے اور مغرب کی تیسری رکعت اور عشاء کی پچھلی دونوں رکعت میں سرّی قرات رکھی گئی ہے نماز کے اکثر افعال واحکام ان اسرار وحکمتوں پر مبنی ہیں جو حقیقۃً صرف اہل اللہ کے لئے ہیں پھر عوام کو بھی انہیں پر شریک کیا گیا اور سرّی قرات کی کم سے کم حد یہ ہے کہ پڑھنے والا اتنی آواز سے پڑھے کہ خود سن سکے اور سرّی قرات کی زیادہ سے زیادہ حد یہ ہے کہ قریب کے دو ایک آدمی سن لے ''درمختار'' میں ہے: ادنی المخافۃ ان یسمع نفسہ و من بقربہ اور سرّی قرات کی دو حد بیان ہوئیں اور کم سے کم جو سرّی قرات کی حد بیان ہوئی اس سے بھی نماز ہو جائیگی اور سرّی قرات کی جو زیادہ سے زیادہ حد بیان ہوئی اس سے بھی نماز ہو جائیگی اتنی آواز سے قرات نہ کی کہ خود سن سکے تو قرات نہ ہوگی اور نماز بھی نہ ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دار الافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

۱۸ شوال المکرم ۱۴۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) زید کا بکر کے ہمراہ زمین کا مقدمہ چل رہا ہے زید کے بھائی کی دختر نیک اختر کا اچانک صبح صادق آٹھ بجے انتقال ہو گیا جسکا اعلان اہل بستی میں کر دیا گیا شام تقریباً چار بجے سپرد

خاک کر دیا گیا دفعتاً ایک افواہ یہ اٹھی کہ لڑکی اپنی موت سے نہیں بلکہ ماری گئی ہے اس پر بکرا سکے ہم خیال ملکر پولس میں جا کر انہوں نے یہ مشکوک رپورٹ کی کہ لڑکی کی لاش قبر سے برآمد کی جائے باقاعدہ پوسٹ مارٹم کرایا جائے اور ضابطہ ۳۰۲ر کے تحت انکو گرفتار و حکومت کی تحویل میں دیا جائے پولس عملہ حرکت میں آ کر بکر اور اسکے تمام ہم نواؤں کو لیکر قبرستان گیا ساتھ میں بکر کے بھتیجے کو جبراً وقہراً لے گئے قبرستان میں مہتروں نے انکے سامنے مے نوشی کی اور لاش کو قبر سے نکال کر برہنہ کر کے متعدد تصویریں مصور کو بلا کر کھینچی گئیں لاش کو ڈاکٹری کے لئے دوسرے قصبہ لے جایا گیا پھر لاش کو لا کر قبر میں بڑی بے حرمتی سے ٹھونس دیا ڈاکٹری معائنہ میں کوئی وجہ ضرب کاری یا زدوکوب نہیں بتلایا گیا عوام الناس کی یہ بات فضا میں گونج رہی ہے کہ جن لوگوں نے قبر کھودی ہے ان پر کفر عائد ہو گیا برائے کرم ازروئے شرع واردات کی بنا پر ان حضرات پر کیا حکم ہوا مطلع فرمائیں عین کرم ہوگا۔

(۲) زید سے سہواً حضور خواجہ غریب نواز کی درگاہ شریف کا طغریٰ اور بسم اللہ شریف کے عدد ۷۸۶ پاخانہ میں گر گئے یعنی سیٹ ٹینک میں زید اس کو کھدوا کر نکلوانا چاہتا ہے ازروئے شرع اس کے لئے کیا حکم ہے صادر فرمایا جائے۔

(۳) جنون کی حالت میں کلمۂ کفر عائد ہونے سے شریعت مطہرہ میں کیا حکم نافذ ہے موت کے قبل دماغی توازن درست ہو گیا تھا توبہ کیا پھر کلمۂ کفر کا لب پر نہ لایا ایسے شخص کی نماز جنازہ یا دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے برائے کرم عوام کو خبردار کرنے کی زحمت گوارہ فرمائے۔

(۴) زید کی منکوحہ کا انتقال ہو گیا اسکے بعد ایک بیوہ سے عقد ثانی کیا پر دونوں میں سے کسی کے کوئی اولاد نہیں زید کے مرنے کے بعد اسکے حقیقی بھائی کے لڑکے زید کی بیوہ کا حق تلف کرنا چاہتے ہیں اور عدالت میں بحلف بیان دیا کہ یہ زید کی بیوی نہیں ہے بلکہ ایک نوکرانی کی حیثیت سے تھی بلکہ نکاح کے وقت جو گواہان تھے ایک زندہ ہے زید اور اسکی بیوی ہمیشہ ایک ساتھ رہے حسن وظن کے

ساتھ نباہ ہوا بلکہ کاغذات عقد موجود نہیں ہیں کیا کاغذات عقد کے بغیر وہ منکوحہ نہیں ہے بلکہ الزام تراشی کرنے والا حاجی بھی ہے اور یہ گاہ بگاہ امامت و اقامت بھی کرتا ہے کیا درست ہے از روئے شرع مطلع فرمانے کی مہربانی فرمائیں مضمون طول کی معذرت کی درخواست ہے فقط والسلام۔

المستفتی: محمد عظیم

خیرہا ضلع شہڈول (ایم پی)

الجواب :- بعد دفن میت کا قبر سے نکلوانا ناجائز و حرام ہے ''درمختار'' میں ہے: لا یخرج منہ بعد اهالة التراب جن لوگوں نے پولس کے ذریعہ لڑکی کو نکلوایا ہے وہ لوگ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں ان لوگوں پر فرض ہے کہ صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور ان لوگوں سے معافی بھی چاہیں اور یہ لوگ جب تک حکم مذکور پر عمل نہ کریں ان سے ترک تعلق کا حکم ہے قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین ہاں بعد توبہ صحیحہ شامل برادری کرلیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ چیزیں پاخانہ میں لے جانا جائز نہیں اگر واقعی سہواً گر گیا ہے تو اس پر توبہ لازم ہے اور اگر قصداً یہ چیزیں پاخانے میں ڈال دی ہیں تو اس پر توبہ فرض ہے بعد توبہ صحیحہ تجدید ایمان کرے بعد تجدید ایمان تجدید نکاح بھی کرے اور ان چیزوں کو نکال لے اور جب تک زید حکم مذکور پر عمل نہ کرے اس سے ترک تعلق کا حکم ہے بعد توبہ صحیحہ، تجدید ایمان وغیرہ شامل برادری کرلیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) مرتد ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں عقل، ناسمجھ بچہ اور پاگل سے ایسی بات نکلی تو حکم کفر نہیں اگر نشے میں کلمۂ کفر بکا تو کافر نہ ہوا۔ اختیار، مجبوری اور اکراہ کی صورت میں حکم کفر نہیں اگر واقعی اس وقت جنون کی حالت تھی تو حکم کفر نہ ہوگا پھر اسنے توبہ کی ہے تو اسکی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اور اسکی دعائے مغفرت بھی جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) بے ثبوت شرعی کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا ناجائز و حرام ہے ''احیاء العلوم''

میں ہے: لا یجوز نسبة کبیرة الیٰ مسلم من غیر تحقیق اگر عورت اسے اپنا شوہر بتاتی ہے تو کسی کو اعتراض کی ہر گز گنجائش نہیں بلکہ انکا صرف یہ باہمی اقرار ہی ثبوت نکاح کے لئے کافی ہے اگر چہ کوئی گواہ گواہی نہ دے "ردالمحتار" میں ہے: صرحوا ان النکاح یثبت با لتصادق پھر انکا باہم زن وشوہر کی طرح رہنا دوسرا مثبت نکاح ہے یہاں تک کہ جتنے لوگ اس حال سے واقف ہیں سب کو انکے زوج وزوجہ ہونے پر گواہی دینا جائز ہے "ہدایہ" میں ہے: حل لہ ان یشھد اذارأی رجلاً و امرا ۃ یسکنان بیتاً و ینبسط کل واحد منھماالیٰ الآخر انبساط الازواج ملخصاً پھر یہ ہے کہ ایک گواہ موجود ہے لہذا ایسا شخص سخت گنہگار ہے اور اسکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی یعنی پڑھنی گناہ پھیرنی واجب واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی — صح الجواب والمولیٰ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف — قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۳۰ رشعبان المعظم ۱۴۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک امام کے پاس ۱۳ رسالہ لڑکا اپنی غریبی ومفلسی بتا کر رہ رہا تھا جیسا کہ اور مدرسوں سے معلوم ہوا کہ وہ بدچلن لڑکا تھا چند دنوں رہنے کے بعد اس لڑکے نے امام کے پاس سے ہٹ کر کسی دیوبندی امام کے پاس پناہ لیکر سابقہ امام جہاں پہلے رہتا تھا، اغلام بازی کا الزام لگایا۔ مقتدیوں نے اس لڑکے کو ممبر پر چڑھا کر پوچھا کہ تم قسم کھاؤ گے تو اس نے جواب دیا کہ میں قسم کھاؤں گا حتی کہ قسم بھی کھالیا امام سے بھی مقتدیوں نے اسی طرح پوچھا تو امام نے بھی اللہ ورسول کو حاضر وناظر سمجھ کر کہا کہ میں بھی ممبر پر ہوں اور میں نے اس لڑکے کے ساتھ کوئی غلط حرکت نہیں کی ہے، کچھ اماموں نے بھی کہا کہ یہ لڑکا بہت غلط اور بدچلن ہے اور غلط الزام لگا تا ہے کچھ لوگ اس امام کے

پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ نہیں پڑھتے، اب اس سلسلہ میں حکم شریعت کیا ہے؟ جبکہ امام سنی صحیح العقیدہ ہے تو لوگ اس امام کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟

(۲) ایک امام دیوبندی سنی بن کر امامت کرتا رہا آگرہ کے علماء اور اماموں نے اسکی چھان بین کی تو پتہ چلا کہ وہ دیوبندی ہے تو جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی وہ ہوئی کہ نہیں؟ کچھ لوگ اس امام کی خوب تعریف وتائید کرتے ہیں اور اس کی امامت کے بھی خواہاں ہیں۔

اب اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں قرآن وحدیث کے روشنی میں جواب عنایت فرمائیں بہت مہربانی ہوگی

المستفتی: بابو بھائی سلیم بھائی، جمن بھائی

عالم گنج سہ پرہ چودھری کبیر خاں کی مسجد وہانہ آگرہ

الجواب :- بے ثبوت شرعی کسی مسلمان کی طرف کسی گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا ناجائز وحرام ہے ''احیاء العلوم وشرح فقہ اکبر'' میں ہے: لا یجوز نسبة کبیرة الی مسلم من غیر تحقیق اور اغلام بازی کے ثبوت کیلئے دو مرد لائق شہادت کی شہادت درکار ہے محض اس لڑکے کے کہنے سے اس کا ثبوت نہ ہوگا اور نہ اس لڑکے کی قسم کا اعتبار ہے جب وہ لڑکا مدعی ہے تو ثبوت شرعی پیش کرے اور مدعی علیہ پر قسم ہے حدیث میں ہے: البینة علی المدعی والیمین علی من انکر جب امام نے قسم کھا کر کہہ دیا ہے تو وہ بری ہوگئے اور اس امام کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے اور آئندہ سے کسی امرد کو اپنے کمرہ میں نہ سونے دے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر واقعی وہ امام دیوبندی عقیدہ رکھتا ہے اور تقیہ بازی سے کام لیتا ہے تو اس کی اقتدا میں نماز ناجائز وباطل محض ہے کہ دیوبندی کی نماز نماز نہیں ہے ''فتح القدیر'' وغیرہ میں ہے: ان الصلاة خلف اھل الاھواء لا تجوز اور اس کی اقتدا میں پڑھی نمازوں کا اعادہ فرض ہے اور جو لوگ تائید کرتے

ہیں وہ لوگ گنہ گار ہیں وہ لوگ توبہ کریں اور تائید کرنے سے باز آئیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف — قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۱۷ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید کا کہنا ہے کی دین کی باتیں عورتوں تک اجتماع کی صورت میں پہونچایا جاتا ہے جس میں پردہ کا خاص اہتمام ہوتا ہے اور آواز کو مکمل طریقے سے سننے کیلئے مائک کا انتظام ہوتا ہے اور آواز باہر بھی سنائی پڑتی ہے جس سے مرد کو بھی سننے کا موقع ملتا ہے تو ایسی صورت میں بہتوں کا اعتراض ہے کہ ناجائز ہے لیکن زید کا کہنا ہے کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو عورتوں تک دین کی باتیں کیسے پہونچے گی ناجائز کی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ دین کی بات بتانے والے پر یا حکم دینے والے پر؟

(۲) زید کا کہنا ہے کی ان عورتوں پر اعتراض کیوں نہیں ہوتا جو بے پردگی کے ساتھ بازار، سنیما، اسکول اور سڑکوں پر جایا کرتی ہیں؟

(۳) زید کا یہ بھی کہنا ہے کی عورتوں کہ اجتماع ہونے پر گارجین بات کو سمجھ لیتا ہے اور دینی تعلیم دلانے کا جذبہ ہوتا ہے اور دینی تعلیم دلانے کیلئے مدرسۃ البنات میں داخلہ کرانے کو تیار ہوئے ہیں۔

(۴) زید کا کہنا ہے کی ہمارے مذہب اہل سنت والجماعت کو ورغلانے کیلئے بدمذہب کی خواتین تبلیغ کی صورت میں گھروں میں جاکر اجتماع کرا کر تبلیغ کرتی ہیں اور انکی بات کو سمجھ کر ان کی اصول میں آجاتی ہے اسی لئے زید کا کہنا ہے کہ عورتوں کو اکٹھا کرا کر مائک لگا کر تبلیغ کراتے ہیں تا کہ مذہب اہل سنت کی خواتین دین کی جانب راغب ہو جائے تا کہ بدمذہب کی فریب کاری سے بچ جائے اور دین کی بات سن کر گھروں میں دینی ماحول پیدا کرے؟ اور سنیت برقرار رہے۔

المستفتی: محمد قاسم علی

حاجی نگر دیوا اورنگ آباد

الجواب :- عورتوں کو اجتماع میں شرکت کرنا مکروہ ہے "درمختار" میں ہے: و یکرہ حضور هن الجماعة ولہ جمعة و عید و وعظ مطلقا ولو عجوزاً لیلا علی المذهب المفتی به لفساد الزمان عورتوں کو دین کی باتیں ان کے شوہر ماں باپ بتائیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وأمر اهلک بالصلوٰة واصطبر علیها اور حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا جب بچے سات سال کے ہو جائیں انہیں نماز کا حکم دو اور جب بچے دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو ہلکی مار لگاؤ "کل زمانے میں تھے معزز ہو کر ☆ آج خوار ہوئے تارک قران ہو کر" زید کا قول صحیح نہیں ہے وہ اس سے رجوع کرے اور صرف عورتیں ہوں اور وہاں کوئی مرد نہ ہو اور عورتیں اس میں ایک دوسرے کو دین کی باتیں بتا سکتی ہیں اور آواز باہر نہ جائیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) عورتوں پر پردہ فرض ہے اور سنیما دیکھنا ناجائز ہے اور سڑکوں پر بلا وجہ گھومنا ناجائز ہے ان عورتوں کے والدین شوہروں سے کل قیامت کے دن سوال ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قوا انفسکم اهلیکم نارا اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ حدیث میں ہے: کلکم راع ومسؤل عن رعیته تم حاکم سردار ہو اور اپنی رعیت کے باب میں سوال ہوگا۔ ایسی عورتیں بھی سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں اور ان کے کارجین بھی گناہ گار ہیں ان سب پر توبہ واستغفار لازم ہے اور حکم شرع پر عمل کریں اور ان خرافات سے اجتناب کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) عورتوں کے کارجین کو دین کی بات بتائیں اور انہیں رشد و ہدایت کی تلقین کریں جب وہ سدھر جائیں گے تو پورا گھر سدھر جائیگا زید کا قول صحیح نہیں ہے وہ اس سے رجوع کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) عورتوں کا دوسرے کے گھروں میں جانا جائز نہیں ہے اگر کوئی کام گناہ کا کرے تو ان کی

اجازت شرعا نہ ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

دیوبندی کی تبلیغی جماعت خواہ مردوں کی ہو یا عورتوں کی بہت خطرناک ہے وہ سنی مسلمان کو دھوکہ فریب دیکر اپنے عقائد کا پابند بناتے ہیں ان کی تبلیغ دینی نہیں اس میں شرکت حرام اشد حرام ہے اس سے مسلمانوں کو دور رہنا لازم ہے نہ مرد اجتماع میں جائیں نہ عورتیں ان کے متعلق مزید معلومات کیلئے ''تبلیغی جماعت یا تبلیغی جماعت کا فریب'' دیکھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف — قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۱۵ رربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

رسول اکرم محمد ﷺ کے ساتھ ''یا'' بولنا جائز ہے کہ نہیں؟ جبکہ ''یا'' حاضر ہونے کی نیت سے بولا جاتا ہے اور بولنے والے کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ کیا اس عقیدہ وخیال سے یا محمد، یا رسول اللہ وغیرہ کہنا درست ہے؟ پاکستان میں بعض جگہ مسجدوں میں اذان سے قبل درود پڑھا جاتا ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں ''الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الصلاۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ'' ایک صاحب نے اس کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ بہت سی کتابوں میں آیا ہے مگر وہ کوئی حوالہ نہ دے سکے، اس درود کی کیا حیثیت ہے؟ ایک وہابی نے اس کو پرچہ میں شائع کیا ہے اور اس کو بدعت کہا ہے اور یہ دین زیادتی ہے، رہنمائی فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی: امتیاز احمد راجہ جدہ

الجواب:۔ حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور رحمت عالم ﷺ کو شاہد اور

شہید فرمایا ہے: انا ارسلناک شاھدا و بشیرا و نذیراً اے محبوب ہم نے تم کو گواہ حاضر و ناظر بنا کر خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ویکون الرسول علیکم شھیداً اور رسول تم پر گواہ ہیں اس آیت کے تحت تفسیر ''روح البیان'' میں ہے: ومعنی شھادۃ الرسول علیھم اطلاعه علی رتبة کل متدین بدینه و حقیقته التی ھو علیھا من دینه و حجابه الذی ھوبه محجوب عن کمال دینه فھو العرف ذنوبھم و حفیقة ایمانھم و اعمالھم و حنا تھم و سیاتھم و اخلاصھم و نفا قھم و غیر ذلک بنور الحق وامته یعرفون ذلک من سائر الامم بنوره علیه الصلاۃ والسلام اور حضور ﷺ ان کے گناہ کو جانتے ہیں اور ان کے ایمان کو حقیقت اور ان کے اعمال اور ان کی نیکیاں اور برائیاں اور ان کے اخلاص و نفاق وغیرہ کو جانتے ہیں اور شاہد حاضر کے معنی میں بہت زیادہ مستعمل ہے جو دعاء نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اس میں شاہد بمعنی حاضر ہے اور حضور کے حاضر و ناظر کو اسلام کی دعوت توحید کے منافی کہنا اور شرکیہ عقیدہ قرار دینا قران وحدیث کے خلاف ہے اور حضور سید عالم ﷺ کو آداب والقاب سے یاد کریں اور ہرگز ہرگز اس میں بے ادبی کے الفاظ نہ ہوں اور نام پاک کے ساتھ ندا کرنا جائز نہیں ہے یعنی یا محمد کہنا جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء ببعضکم بعضا رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح میں تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو اس آیت کے تحت ''تفسیر صاوی'' میں ہے: ای نداءه بمعنی لا تنادوہ باسمه فتقولوا یامحمد و بکنیته فتقولوا یااباالقاسم بل نادوہ وخاطبوہ بالتعظیم والتکریم والتوقیر بان تقولوا یارسول اللہ یاامام المرسلین یا رسول رب العلمین یا خاتم النبین وغیر ذلک واستفید من الایة انه لا یجوز نداء النبی بغیر مایفید التعظم لافی حیاته ولا بعدموته فبھذا یعلم ان من استخف

لجنابه ﷺ فهو كافر ملعون فی الدنيا و الاخرة اوراذان کے ختم کے بعداورا قامت کے وقت درود شریف پڑھنے کو علامہ شامی نے مستحب فرمایا ہے''ردالمحتار'' جلد اول میں ہے:
ونص العلماء علی استحبا بها فی مواقع يوم الجمعة وليلتها وزيد يوم السبت والا حد والخميس الی ان قال وعقب اجابة الموذن وعند الاقامة اوردرود شریف کی فضیلت بہت ہےاورآیت وحدیث مطلق ہےاور مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوگا ان اللہ وملئکته يصلون علی النبی يا يها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما بیشک اللہ اوراس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں (غیب بتانے والے) نبی پر اے ایمان والوتم بھی خوب خوب صلاۃ وسلام بھیجو: من صلی علی واحدة صلی الله عليه عشر صلوات و حطت عنه عشر خطيات ورفع عشر درجات جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمت نازل فرماتا ہےاوراس کے دس گناہ مٹایا جاتا ہےاور دس درجے بلند فرماتا ہےاور وہ شخص بتا دے جس کاغذ میں اس مضمون کو شائع کیا ہے یہ دین میں زیادتی اور بدعت ہے یا نہیں یا اس کا ثبوت قرآن وصحابہ وتابعین سے دے سکتا ہے ہرگز نہیں دے سکتا معلوم ہوا کہ اس نے نہ بدعت کو سمجھا ہے نہ زیادتی کو سمجھا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

۲۵ رشعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

صح الجواب:- دیوبندی جاہل اوراپنے مذہب سے ناواقف ہیں، مولوی رشید احمد گنگوہی نے اور لواسکوک ص ا میں لکھا ہے: ہم مرید مقین داند کہ روح شیخ مقید لبک مکان نیست ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید (الی) وحق تعالیٰ اوراحث حی کند یعنی مرید یہ بھی یقن سے جانے کہ شیخ کی روح ایک

جگہ میں قید نہیں ہے مرید جہاں بھی ہو دور ہو یا نزدیک اگرچہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت دور نہیں جب یہ بات پختہ ہوگئی تو ہر وقت پیر کی یاد رکھے اور دلی تعلق اس سے ظاہر ہو اور ہر وقت اس سے فائدہ لیتا رہے مرید واقعہ جات میں پیر کا محتاج ہوتا ہے شیخ کو اپنے دل میں حاضر کر کے زبان حال سے اس سے مانگے پیر کی روح اللہ کے حکم سے ضرور القا کریگی مگر پورا تعلق شرط ہے اور شیخ سے اسی تعلق کی وجہ سے انکی زبان گویا ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف راہ کھل جاتی ہے اور حق تعالیٰ اس کو صاحب الہام کر دیتا ہے اس عبارت سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوئیں (۱) پیر کا مریدوں کے پاس حاضر و ناظر ہونا (۲) مرید کا تصور شیخ میں رہنا (۳) پیر کا حاجت روا ہونا (۴) مرید خدا کو چھوڑ کر اپنے پیر سے مانگے (۵) پیر مرید کو اٹھا کرتا ہے (۶) پیر مرید کا دل جاری کر دیتا ہے۔ جب پیر میں یہ طاقتیں ہیں تو حضور ﷺ کیلئے یہ چھ صفات ماننا کیوں شرک ہوگا۔ اور اگر وہ وہابی غیر مقلد ہے کو مسلک الختام نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی عبارت اسکے لئے حجت ہے وہ کہتا ہے "کہ التحیات میں السلام علیکم سے خطاب اسلیئے ہے کہ حضور علیہ السلام عالم کے ذرہ ذرہ میں موجود ہیں لہٰذا نمازی کی ذات میں موجود و حاضر ہیں، اب دیوبندی وہابی اس شرک و بدعت کو اپنے اوپر دکر کے مشرک و بدعتی بن جائے صلاۃ میں الصلاۃ و السلام علیک یا رسول اللہ کہنا جائز ہے اور مستحسن ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲/سوداگران بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

امام چار رکعات والی نماز پڑھا رہا تھا دو رکعت پر بیٹھا نہیں تکبیر کہتا ہوا تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہونے لگا ابھی مکمل کھڑا نہ ہو پایا تھا کہ مقتدی نے لقمہ دیا مگر امام نہ لوٹا ایسی حالت میں امام کو

لوٹنا چاہیئے تھا یا نہیں ؟ اگر نہیں لوٹا تو مقتدی کی نماز ہوگی یا نہیں؟ جبکہ مقتدی لقمہ صحیح دے رہا ہے ایک امام کو اس کے مقتدی نے صحیح لقمہ دیا مگر امام نے نہ لیا نماز پڑھنے کے بعد امام نے اس مقتدی سے کہا کہ تم اپنی نماز دہراوٗ اسلیئے کہ ہم نے لقمہ نہیں لیا تو مقتدی نے کہا امام صاحب غلطی آپ کریں اور نماز ہم دہرائیں یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ اس کا کیا جواب ہے یہ کہنا کیسا ہے؟

(۲) امام پہلا قعدہ کرنے کے بعد تیسری رکعت میں پھر قعدہ کیلیئے بیٹھ گیا کچھ پڑھ نہ پایا تھا کہ مقتدی نے لقمہ دیا تو امام دوبارہ تکبیر کہتا ہوا کھڑا ہو گیا تو اس میں سجدہ سہو ہے یا نہیں اگر ہے تو کس بنا پر ہے۔

المستفتی: محمد اسلام خاں نوری

ٹھریا نجابت خاں بریلی شریف

الجواب :- جب سیدھا کھڑا ہو جائے یا قیام کے قریب ہو تو قعدہ کی طرف نہ لوٹے، ، آخر میں سجدہ سہو کرلے اور اگر ایسا نہیں ہے تو بیٹھ جائے اور اس پر سجدہ سہو نہیں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جب اٹھنے کے لئے گھٹنوں پر کھڑا ہو گیا تو بیٹھ جائے اور اس پر سجدہ سہو ہے اور اس میں قعدہ اولیٰ و قعدۂ ثانیہ کا حکم ایک ہی ہے اور اگر سرین کو زمین سے اٹھا لیا اور دونوں گھٹنے زمین میں ہیں جب تک گھٹنوں کو نہ اٹھالے تو بیٹھ جائے اس پر سجدہ سہو نہیں ہے فتاویٰ ’’قاضی خاں‘‘ میں ہے:

ارادبالقیام اذا استستم قائما او کان الی القیام اقرب فانه لایعود الی القعدة وان لم یکن کذلک قعدو لا سهو علیه وفی روایةاذا قام علی رکبتیه لینهض یقعد و علیه السهو یستوی فیه القعدة الاولیٰ والثانیة و علیه الاعتماد وان رفع الیتیه من الارض مالم یرفعهما یقعد ولا سهو علیه اگر امام قیام کے قریب تھا یا سیدھا کھڑا ہو گیا تھا تو لقمہ دینا صحیح نہیں ہے اور وہ لقمہ غلط تھا ایسی حالت میں امام کو لقمہ لینا جائز نہیں اگر امام غلط لقمہ لے لے تو سب کی نماز فاسد ہو جائیگی اور لقمہ دینے کیلیئے یہ ضروری ہے کہ صحیح لقمہ دے اور برمحل لقمہ دے

ورنہ لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی اگر مقتدی نے صحیح لقمہ دیا تھا اور برمحل دیا تھا تو ایسے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور نماز کے لوٹانے کا حکم دینا صحیح نہیں ہے اور امام کی غلطی کیسی تھی اگر کوئی واجب چھوٹ رہا تھا اور امام لقمہ نہیں لیا اور آخر میں سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو اس نماز کے اعادہ کا حکم ہے اور جس نے غلط لقمہ دیا اور امام نے لقمہ نہیں لیا تو وہ مقتدی نماز سے باہر ہو گیا اسی وقت پھر سے نیت باندھ لے تو اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جب اسنے تیسری رکعت کا سجدہ کر لیا تھا تو اس پر لازم تھا کہ قدموں کے بل چوتھی رکعت کیلئے کھڑے ہوتے اس میں پڑھنے کی شرط نہیں اگر مکمل بیٹھ گیا تھا تو سجدہ سہو لازم ہے "فتاویٰ قاضی خان وفتاویٰ بزازیہ وفتاویٰ عالمگیری" میں ہے: واللفظ للقاضی خان وسجود السھو یتعلق باشیاء منھا اذا قعد فیما یقام فیه او قام فیما یجلس فیه وھو امام او منفرد واللفظ للھندیة ویجب اذا قعد فیما یقام او قام فیما یجلس فیه اس عبارت میں مطلقاً قعود پر سجدہ سہو واجب بتا رہے ہیں اس میں پڑھنے کی شرط نہیں ہے البتہ قیام کی تفسیر کی ہے جو اوپر مذکور ہوا اور فقہ کی کتابوں میں یہ جزئیہ مذکور ہے کہ جب پہلی رکعت کا سجدہ ثانیہ کر لے تو دوسری رکعت کیلئے قدموں کے بل پر کھڑا ہو جائے اور نہ بیٹھے اور بلا عذر نہ زمین کا سہارا لیں "فتاویٰ عالمگیری مجمع الانہر" وغیرہما میں ہے: ثم اذا فرغ من السجدة ینھض علی صدور قدمیه ولا یقعد ولا یعتمد علی الارض بیدیه عند قیامه اور ایسا ہی حکم تیسری رکعت کیلئے ہے ہاں اگر مکمل نہیں بیٹھ پایا تھا یاد آ گیا یا کسی نے لقمہ دے دیا تو سجدہ سہو لازم نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی	صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف	قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۲۹ رصفر المظفر ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

میں زید نے ماہنامہ پیام والسلام پڑھا جو اپریل ۱۹۹۹ء میں نئی دہلی میں شائع ہوا تھا ماہنامہ پیام والسلام میں لکھا ہے کہ جس وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا انتقال ہوا اس وقت نماز جنازہ نہیں ہوتی تھی اور آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی جبکہ آپ حضور ﷺ کی بیوی ہیں بغیر نماز جنازہ دفن کیوں کی گئیں اس وقت نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھی جاتی تھی؟

آپ اس مسئلہ کا جواب حدیث اور قرآن شریف کی روشنی میں عنایت فرمائیں آپ حضرات کی مہربانی ہوگی۔

المستفتی: ابرار حسین قادری

ٹیا چیت رام بریلی شریف

الجواب :- جنازہ کی نماز بعد ہجرت مدینہ منورہ میں مشروع ہوئی ہے اور حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعثت کے دسویں سال میں وفات پائی اور ''حجون'' میں مدفون ہیں اور اس وقت جنازہ کی نماز مشروع نہیں ہوئی تھی اس لئے آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی ''فتاویٰ رضویہ'' جلد دوم صفحہ ۳۸۸ر میں ہے: واما بدء صلاۃ الجنازۃ فکان من لدن سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام الی ان قال ولم تشرع فی الاسلام الافی المدینۃ المنورۃ اخرج الامام الواقدی من حدیث حکم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی ام المؤمنین خدیجۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہاتوفیت سنۃ عشر من البعثۃ بعد خروج بنی ہاشم من الشعب و دفنت بالحجون و نزل النبی ﷺ فی حفرتہاولم تکن شرعت الصلاۃ علی الجنائز اہ قال الامام ابن حجر العسقلانی فی الاصابۃ فی ترجمۃ اسعد بن زرارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر الواقدی انہ

مات علی راس تسعة اشهر من الهجرة رواه الحاکم فی المستدرک وقال الواقدی کان ذلک فی شوال قال البغوی بلغنی انه اول من مات من الصحابة بعد الهجرة وانه اول میت صلی علیه النبی ﷺ اھ اور نماز جنازہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ ہی سے تھی واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ر سوداگران بریلی شریف

۱۴ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مسجد میں بعد نماز فجر صلوٰۃ والسلام پڑھا جاتا ہے کچھ لوگ وہیں بیٹھ کر تسبیح ودیگر عملیات میں مصروف ہو جاتے ہیں ادھر سلام پڑھنے والے لوگ ان سے سلام پڑھنے کو کہتے ہیں تو یہ لوگ ان سے کہتے ہیں کہ یہاں سلام پڑھنا ضروری ہے یا عمل پڑھنا سلام بعد میں ہے پہلے عمل ہے اسلئے ہم لوگ وظیفہ پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ سلام کے ہی خلاف ہوتے ہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں کہ ایسے لوگوں کے قول کے مطابق کیا حکم شرع ہے؟

المستفتی: متولی کالے خاں

پتہ نوری مسجد سعید نگر یوپی باڈر غازی آباد

الجواب:- مسجد میں بعد نماز فجر صلاۃ وسلام جائز ومستحب ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان اللہ ملئکته یصلون علی النبی یا یها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں (غیب بتانے والے) نبی پر اے ایمان والو تم بھی خوب خوب درود صلاۃ وسلام بھیجو۔ حدیث میں ہے جو شخص حضور پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس

رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹاتا ہے اور دس درجے بلند فرماتا ہے: قال النبی ﷺ من صلی علی واحدۃ صلی اللہ علیہ عشر صلوات وحط عنه عشر خطیأت ورفع عشر درجات آیت واحادیث دربارۂ درود مطلق ہیں اور مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہے گا المطلق یجری علی اطلاقه "ردالمحتار" میں ہے: اجمع العلماء سلفا و خلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الاان یشوش جهرهم علی نائم او مصل او قاری الخ جو لوگ وقت درود (صلاۃ وسلام) وہاں ہوتے ہیں وہ لوگ صلاۃ وسلام میں شریک ہوں بعدہ وظیفہ وغیرہ پڑھتے رہیں جو لوگ وہابی دیوبندی فکر کے لوگ ہیں ان کو تو حضور کی تعظیم وتکریم کی ہر بات سے چڑھ ہوتی ہے اور اس زمانہ میں درود نہ پڑھنا وہابی دیوبندی کی علامت ہے اور اوراد وظائف بھی مسنون ومستحب صلاۃ وسلام پڑھنا بھی عمل ہے اور بہت ثواب کا کام ہے اسے عمل نہ جاننا جہالت ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف — قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۱۳ جمادی الاخری ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

حضور ﷺ قاسم رزق ہیں یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ حضور ﷺ قاسم رزق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ قاسم رزق ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: عاطف علی خاں

۱۴۴ قلعہ انگلش گنج بریلی شریف

الجواب: حضور اقدس ﷺ اللہ عزوجل کے وہ خلیفۂ اعظم ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے کرم کے

خزانے سے اپنی نعمتوں کے خوان سب ان کے ہاتھوں میں مطیع اور ان کے ارادے کے زیر فرمان کردیے ہیں جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ فَانْتَھُوْا جو رسول تمہیں عطا فرمائیں اسے لے لو اور جن سے روکیں رک جاؤ" بخاری شریف" جلد اول میں ہے: اَللّٰہُ مُعْطِی" اَنَا قَاسِمٌ اللہ عطا فرماتا ہے اور رسول بانٹتے ہیں آیت وحدیث مطلق وعام ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز حضور کو عطا فرماتا ہے اور حضور ہی اس کے تقسیم کرنے والے ہیں المطلق یجری علی اطلاقہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہے گا اور حضور اقدس ﷺ قاسم رزق ہیں اور حضور اقدس ﷺ ماذون ومختار وقاسم ومتصرف ہیں زید کا قول غلط وباطل ہے اس پر توبہ واستغفار لازم ہے حدیث شریف میں ہے جو بے علم مسئلہ بتائے اس پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں: من افتی بغیر علم لعنته ملائكة السموات والارض اور امام اجل احمد بن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب "مستطاب جوہر منظم" میں فرماتے ہیں: هو ﷺ خليفة الله الاعظم الذی جعل خزائن کرمه و موائد نعمه طوع يديه وارادته يعطی من يشاء اور اس کی مزید تفصیل اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے رسالہ مبارکہ "سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ" میں دیکھیں اور سیدنا اعلیحضرت فرماتے ہیں: "جس کو جو ملا ان سے ملا بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی" واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دار الافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

۲۸ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) حالت نماز میں داہنے پیر کا اپنی جگہ سے نہ ہٹنا کیا شرط صلوٰۃ سے ہے اگر ہم تو کسی کتاب میں اس کا

تذکرہ آیا ہے جبکہ بحالت سجدہ دونوں پیر کی تین تین انگلیوں کے پیٹ کا زمین سے لگنا واجب ہے تو اگر کسی نے یوں کیا کہ بحالت سجدہ ایک یا دونوں پیر کو تھوڑا اٹھا کر پھر دونوں پیر کی سب انگلیوں کا پیٹ زمین سے لگا دیا تو آیا اس کی نماز ہوئی یا نہ ہوئی؟

(۲) جس جانماز پر گنبد خضریٰ یا کعبہ شریف کا نقشہ منقش ہو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) بعد نماز فرض سلام پھیرنے کے بعد اور دعا مانگنے سے پہلے کون کون سی دعا یا آیات واذکار کا پڑھنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلم سے منقول ہے اور کتنی دیر کے بعد دعا مانگنی چاہیئے۔

(۴) ربِ سلّم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو، اس مصرعہ میں غمزدہ کے زکو زبر کے ساتھ پڑھا جائے یا پیش کے ساتھ پڑھا جائے اور زبر کے ساتھ پڑھا جائے یا پیش کے ساتھ پڑھا جائے تو دونوں کا الگ الگ کیا معنی ہوگا؟ معترض کا کہنا ہے کہ سید احسن العلماء پیش کے ساتھ پڑھتے تھے، جبکہ پیش کے ساتھ پڑھنے میں غمزدہ کا لفظ کسی طرح بھی صحیح ہو سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

(۵) تقدیر کے ساتھ تیرہ شبی کی نسبت کرنا کیسا ہے جبکہ والقدر خیرہ وشرہ میں شر کا بھی لفظ آیا ہے اور قدر خیر وشر پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور اسکا استعمال اپنے نعتیہ شعر میں کرنا درست ہے یا نہیں جیسے کہ اگر یوں کہا جائے شعر مری تقدیر کی تیرہ شبی اے رحمت عالم بہ لطف خوشی اس کو دن بنا جائے تو کیا ہوتا اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مصرع یا شمس نظرت الی لیلی چوں بہ طیبہ رسی عرضے بکنی میں لیل کی نسبت شب ہجر کی طرف ہے یا کہ تقدیر کی تیرہ شبی کی طرف بھی کی جاسکتی ہے؟

(۶) حج وعمرہ میں کیا فرق ہے؟

(۷) حمام کسے کہتے ہیں اور حمام میں عورتوں کا جانا کیوں ممنوع ہے؟

جواب جلد دینے کی زحمت فرمائیں انتظارِ معترضین کا خاتمہ فرمائیں اور ممنون فرمائیں۔

المستفتی: احقر العباد عبدالمصطفیٰ قیصر مصباحی اشرفی غفرلہ
خطیب وامام مسجد قلیان کانپور یوپی

الجواب :- حالت نماز میں پیر کا اپنی جگہ سثا رہنا شرط نماز نہیں ہے بلکہ پیر ایک ہی جگہ رہے'' فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے اگر کوئی حالت نماز میں ایک صف کے مقدار چلے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی ولو مشیٔ فی صلاتہ مقدار صف واحد لم تفسد صلا تہ ولو کان مقدار صفین ان مشی دفعة واحدة فسدت صلاتہ و ان مشی الی صف ووقف ثم الی صف لا تفسد اور البتہ سجدہ میں بھی دونوں پیر کی تین تین انگلیوں کا پیٹ زمین سے لگانا واجب ہے اور دسوں کا لگانا اور قبلہ رو ہونا سنت ہے اور ایک انگلی لگانا فرض وشرط ہے اور اگر حالت سجدہ میں پیر کو تھوڑا اٹھا کر پھر لگانے سے نماز مکروہ نہ ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس مصلی پر نماز جائز ہے کہ اس کا حکم اصل سا نہیں ہے البتہ گنبد خضریٰ وکعبہ کی جگہ پاؤں نہ رکھے کہ اس کی بھی تعظیم کا حکم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) فصل طویل مکروہ تنزیہی وخلاف اولیٰ ہے اور فصل قلیل میں اصلا حرج نہیں'' درمختار'' فصل صفة الصلاۃ میں ہے: یکرہ تاخیر السنة الابقدر اللهم انت السلام الخ قال الحلوانی لابا س با لفصل بالا ور أدواختار ا لکمال قال الحلبی ان ارید بالکراهة التنزیهة ارتفع الخلاف قلت وفی خفظی حمله علی القلیلة ''فتح القدیر'' میں ہے: قول الحوانی لاباس المشهور فی هذه العبارة کون خلافه اولی فکان معنا ها ان الاولی ان لا یقرأ (ای الاوراد) قبل السنة ولو فعل لا بأس صحیح حدیث میں ہے کہ جب رحمت عالم ﷺ اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے یہ دعا پڑھتے: عن عبد الله بن الزبیر رضی الله تعالیٰ عنهما کان رسول الله ﷺ اذا سلم من صلاته قال

بصوته الاعلیٰ لا الٰه الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمدوهو علی کل شیٔ قدیر ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا ایاه له النعمة ولٰه الفضل وله الثناء الحسن لا الٰه الا الٰه مخلصین له الدین وکره الکافرون لان المقدار المذکور من حیث التقریب دون التحدید قدیستع کل واحد من هذه الا ذکار لعدم التفاوت الکثیر بینهماالخ'' اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ' باب الذکر بعدالصلاۃ میں ہے: باید دانست کہ تقدیم روایت منافی نسبت بعدرا کدر باب بعض ادعیہ واذ کار در حدیث واقع شدہ است کہ بخواند بعداز نماز فجر ومغرب دہ بار لا الٰه الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شی قدیر یہاں سے ظاہر ہوا کہ آیۃ الکرسی یا فرض مغرب کے بعد دس بار کلمہ توحید پڑھنا فصل قلیل ہے نماز فرض کے بعد امام مختصر دعا پڑھے پھر بعد سنت جو دعائیں حدیث میں وارد ہیں وہ پڑھے بہار شریعت وغیرہ میں ان کا ذکر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) غمزداُ صحیح ہے بالضم زُاصاف کرنے والا، پاک کرنے والا اور امر میں بھی بمعنی پاک (لغات کشوری) غمزدہ صحیح نہیں ہے جس کا معنی ہوگا غم کا مارا ہوا، چوٹ کھایا ہوا، غم کا ستایا ہوا اور اخر میں ہ نہیں ہوگا بلکہ الف اور حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ صحیح پڑھتے تھے پہلے یہ لفظ یوں لکھا جاتا تھا غمزدہ اسکے معنی ہیں غم دور کرنے والے، اب لوگ بھی لکھتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) تقدیر پر ایمان رکھنا لازم ہے اور اور تقدیر میں بھلی بری پر بھی ایمان رکھے مگر اچھا کام اللہ عزوجل کی طرف منسوب کرے اور برے کام کو اپنے نفس یا شیطان کی طرف نسبت کرے تیرہ شی کا معنی تاریکی رات ہے اس سے مراد بری تقدیر لیتے ہیں اور شعر میں جو شاعر نے لکھا ہے وہ صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) عمرہ کا احرام باندھ کر جائے اور طواف کعبہ وسعی کر کے حلق یا تقصیر کرے عمرہ ہو جائے گا۔ حج

تین طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ نرا حج کریں اسے افراد کہتے ہیں اور حاجی کو مفرد دوسرا یہ کہ یہاں سے زید عمرے کی نیت کرے مکہ معظمہ میں حج کا احرام باندھے اسے تمتع کہتے ہیں اور حاجی کو متمتع کہتے ہیں تیسرا یہ کہ حج وعمرہ دونوں کی یہیں سے نیت کرے اور یہیں سے احرام باندھے اور یہ سب سے افضل ہے اسے قرآن کہتے اور حاجی کو قارن اوران کے احکام بہار شریعت وفتاویٰ رضویہ میں دیکھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) حمام نہانے کی جگہ جو گرم ہوتی ہے اور پردہ کے ساتھ حمام میں عورت بھی جا سکتی ہے یا وہ حمام عورتوں کے لئے خاص ہے تو اس میں بھی جا سکتی ہے اور مخلوط حمام سے منع کیا جائے گا ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے: ولا یأس بان تدخل النساء الحمام اذا کانت النساء خاصة لعموم البلوی ویدخلن وبدون المئزر حرام حدیث میں ممانعت وارد ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ر سوداگران بریلی شریف

۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

جو شخص قرآن وحدیث کی باتوں کو نہ مانے بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقدس قرآن اور آقائے مدینہ ﷺ مقدس حدیث کو فتنہ بتائے اس پر شریعت کا کون سا حکم نافذ کیا جائے گا قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح اور مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد ذاکر علی

محلہ باڑہ ناناپارہ بہرائچ یوپی

الجواب:۔ جو شخص قرآن وحدیث کی باتوں کو نہ مانے اور قرآن وحدیث کو فتنہ بتائے وہ شخص

دائرے اسلام سے خارج ہوکر کافر و مرتد ہو گیا اور اس کے سارے اعمال اکارت و برباد ہو گئے اس کی بیوی اس کے نکاح سے باہر ہو گئی بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے اور جو کوئی کلمہ کفر بکے اس کے اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحاب النارھم فیھا خلدون اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا اس آیت سے معلوم ہوا کہ ارتداد سے تمام اعمال باطل ہو جاتے ہیں آخرت میں تو اس طرح کہ ان پر کوئی اجر و ثواب نہیں اور دنیا میں اس طرح کہ شریعت مرتد کے قتل کا حکم دیتی ہے اس کی عورت اس پر حلال نہیں رہی وہ اپنے اقارب کا ورثہ پانے کا مستحق نہیں رہتا اس کا مال معصوم نہیں رہتا اس کی مدح و ثنا امداد جائز نہیں شخص مذکور پر توبہ فرض ہے اور بعد توبہ صحیح تجدید ایمان فرض ہے اور بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح بھی فرض ہے اور جب تک شخص مذکور حکم مذکور پر عمل نہ کرے ہر واقف حال مسلمان پر لازم ہے ترک تعلق کرے اور اگر وہ بے توبہ صحیحہ و تجدید ایمان مر جائے تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں نہ دفن کیا جائے گا ہاں حکم مذکور پر عمل کرے تو تعلقات جائز ہونگے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

۲ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) شوہر کے گمشدہ ہو جانے پر کیا بیوی دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟ اگر ہاں تو کب تک انتظار کرنے کے بعد یا کن حالات میں اگر نہیں تو کن وجوہات کے تحت؟

(۲) لڑکی چونکہ حاملہ ہے اور حمل کا ساتواں مہینہ شروع ہونے جارہا ہے۔ ایسی صورت میں وہ اپنی سسرال میں رہے یا میکے میں ہی رہے گی۔ میکے میں رہنے کی شکل میں زندگی کے جملہ اخراجات کس کے ذمہ ہونگے۔ جبکہ میری اور اہلیہ کی خواہش ہے کہ بہو ہمارے پاس رہے تا کہ ہم مناسب دیکھ بھال اور ڈاکٹری چیکپ کراواتے رہیں۔

(۳) لڑکی جب تک میکے میں ہے کیا اسکے ضروری اخراجات (لڑکے کی غیر موجودگی میں) میرے ذمہ ہونگے اگر ہاں تو اسکی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی اور کتنی ادائیگی کرنا ہوگی؟ اگر نہیں تو اس کی وجوہات تحریر فرمائیں۔

(۴) اگر بہو اپنے میکے میں ہی رہتی ہے اور وہاں ہی بچے کی پیدائش بھی چاہتی ہے تو بچے کی سلامتی مناسب دیکھ بھال وعلاج کی ذمہ داری کون لے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ بہو کے گھر والوں کی لاپرواہی سے زچہ بچہ کو کوئی نقصان پہنچے (بہو کی والدہ حیات نہیں ضعیف دادی سوتیلی ماں اور چچی ہے)

(۵) منظم طریقے سے اور پوری میٹنگ بنا کر تمام زیورات اپنے قبضے میں لے لینا اور پھر لڑکی کے گھر والوں کی طرف سے یہ کہہ دینا کہ لڑکی اپنی سسرال جانے کو کسی صورت میں تیار نہیں کیا اسلامی و اخلاقی طور پر مناسب ہے دین محمدی کے پیروکار جب ایسے ہتھکنڈے استعمال کریں تو ان کیلئے کوئی مناسب ہدایت موجود ہے یا نہیں تا کہ دوسرے ایسے غیر اخلاقی وغیرہ اسلامی فعل کے مرتکب نہ ہوں۔

(۶) بچے کی پرورش کی کیا صورت ہوگی؟ کیا یہ معصوم دادا، دادی کی سپردگی میں دیا جا سکتا ہے یا نہیں مفصل شرع فرمائیں۔

(۷) لڑکی کے والدین و چچا چچی کا یہ کہہ دینا کہ لڑکی اب سسرال کسی حالت میں جانے کو تیار نہیں

خواہ شوہر پردیس جائے یا نہ آئے، لڑکی کی غیر موجودگی میں کہاں تک درست ہے تشریح فرمائیں لڑکی پڑھی لکھی اور سمجھدار ہے۔

(۸) بچہ کی پیدائش کے بعد اگر بچہ ہماری تحویل میں نہیں دیا جاتا اور بہو اسے میکے میں رہتے ہوئے اپنے پاس رکھے تو ایسی صورت میں بچے کے جملہ اخراجات کون ادا کرے گا اور کب تک اگر یہ اخراجات مجھ پر لازم ہوتے ہیں تو ان کی مقدار کیا ہوگی اور بچہ کب ہماری تحویل میں دیا جائیگا؟

(۹) خدانخواستہ اگر غیر شرعی طریقہ اپنا کر بہو کے میکے والے اس کا دوسرا نکاح کر دیں یا کرنے کی کوشش کریں تو ایسی صورت میں انہیں اس فعل سے باز رکھنے کی شرعی صورت کیا ہے اور بچے کی حفاظت کی کیا صورت ہوگی اور لے جائے گئے زیورات پر کس کا حق ہے؟

(۱۰) مہر کی پچاس ہزار رقم میں سے اڑتس ہزار کے زیورات کی ادائیگی مہر میں نکاح نام پر درج ہے بہو گھر سے درج کی گئی تفصیل کے مطابق تمام زیورات پچپن ہزار کے زیورات میکے لیکے چلی گئی کیا ان حالات میں لڑکی مہر کی حقدار ہے جبکہ اسکا شوہر لاپتہ ہے کیا چپکے سے لے جائے گئے تمام زیورات کی حقدار بن سکتی ہے؟

آپ سے مودبانہ گزارش ہے کہ اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈال کر جلد سے جلد احقر کو مطلع فرمائیں تاخیر ایک معصوم جان کیلئے نقصان دہ ہوسکتی ہے جو ابھی اس دنیا میں سانس بھی نہیں پایا ہے والسلام۔

المستفتی: احقر جمیل احمد چشتی

محلہ محمد زئی شاہ جہانپور یوپی

الجواب: — وہ لڑکی اس لڑکے کی بیوی ہے اور بیوی رہے گی جب تک اس لڑکے کی موت یا طلاق کی خبر نہ آجائے حدیث میں ہے: امرأة المفقود امراته حتى یاتیها البیان اور ہمارے

مذہب حنفی میں اسے دوسرا نکاح اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کی عمر ۷۰ رسال نہ گزر جائے مثلاً چالیس سال کی عمر میں گما تو عورت پر لازم ہے کہ تیس سال انتظار میں گزارے اگر اس مدت میں اس کی موت یا طلاق کی خبر آ جائے تو بعد عدت دوسرے سے نکاح جائز ہے اور اگر (ضرورت ملجئہ) ہو کہ بے نکاح کوئی چارکار نہیں ہے تو سیدنا امام مالک کے مذہب پر عمل کی اجازت ہے ان کا مذہب یہ ہے کہ عورت حاکم اسلام کے حضور استغاثہ پیش کرے پھر حاکم اسلام چار سال کی مدت مقرر فرمائیگا اس مدت میں اس کو طاقت بھر تلاش کرے جب کچھ پتہ نہ چلے کہ زندہ ہے یا مر گیا تو بعد چار سال کے عورت دوبارہ حاکم شرع کے یہاں استغاثہ کرے اب حاکم اسلام اس کی موت کا حکم دیگا پھر بعد عدت موت دوسری جگہ نکاح کر سکے گی، اعلم علمائے بلد سنی صحیح العقیدہ حاکم شرع کے قائم مقام ہے "حدیقہ ندیہ" میں ہے: اذ خلی الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویصرون ولاۃ لھم الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جب اس کا شوہر مفقود ہے تو اس کو اختیار ہے میکہ رہے یا سسرال رہے زچگی کے سارے اخراجات سسر کو دینا چاہیئے اور بچہ کا نان ونفقہ دادا پر واجب ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) شرعاً آپ پر واجب نہیں ہے اخلاقاً دے سکتے ہیں ہاں اگر آپ کے گھر رہتی تو دینا ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) بچہ کے علاج ومعالجہ کا خرچ دادا کو دینا ہوگا کہ دادا ہی اس کے کفیل ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) جہیز کی مالک عورت ہے اس میں کسی کا حق نہیں ہے "ردالمحتار" میں ہے: ان الجھاز ملک المرأۃ لا حق لاحد فیہ اذا طلقھا تاخذ کلہ وان ماتت یورث اور لڑکا والوں کی طرف سے جو زیورات وغیرہ چڑھائے جاتے ہیں اگر عورت کو مالک بنا دیا تھا خواہ صراحۃً یا دلالۃً تو ان کی بھی عورت مالک ہے اس کو خفیہ طور سے نہیں لیجانا چاہیئے تھا بلکہ مطلع کر دیتی واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) بچہ کی پرورش کا حق ماں کو ہے جبکہ غیر محارم سے نکاح نہ کرے اور نہ مرتدہ ہو اور نہ بددین ہو اور اس کی تفصیل بہار شریعت میں ہے ورنہ دادی پرورش کرے اور لڑکا سات سال تک ماں کے پاس رہے گا اور لڑکی نو سال تک ماں کے پاس رہے گی بعدہ دادا کی کفالت میں رہیں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) ان لوگوں کا قول غلط و باطل ہے ان لوگوں پر لازم ہے کہ صدق دل سے توبہ و استغفار کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) تا سن بلوغ آپ پر نفقہ واجب رہے گا، ماں اگر مفت میں پرورش نہ کرے تو بچہ اس سے لے لیا جائیگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹) اسے دوسرا نکاح جائز نہیں ہے اور اس کی تفصیل جواب نمبر ایک میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۰) مہر معجل تھا یا غیر معجل مہر کی ادائیگی لڑکا پر واجب ہے آپ پر واجب نہیں ہے ہاں البتہ اس لڑکے کے روپئے وغیرہ ہیں تو پھر اس سے مہر ادا کیا جائیگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف — قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۶ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک کتاب ہے جس کا نام "عملیات اشرفی" ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے: قال النبی ﷺ لا تجامعوا ولا تسافروا ولا تناکحوا اذا کانت القمر فی بروج العقرب کیا یہ حدیث شریف ہے اگر یہ حدیث شریف ہے تو اس کے راوی کون ہے اور حدیث کی کون سی کتاب میں یہ حدیث ہے؟ جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں فقط والسلام

المستفتی: محمد بدرالاسلام

، چھاونی اشرف خاں بریلی شریف

الجواب :- قمر درعقرب یعنی چاند جب برج عقرب میں ہوتا ہے تو سفر کرنے کو برا جانتے ہیں اور نجومی اسے منحوس بتاتے ہیں اور جب برج اسد میں ہوتا ہے تو کپڑا قطع کرانے اور سلوانے کو برا جانتے ہیں ایسی باتوں کو ہرگز نہ مانا جائے یہ باتیں خلاف شرع ہیں اور نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں (بہار شریعت) ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے کہ ماہ صفر میں سفر نہ کرے اور کوئی کام شروع نہ کرے اور نکاح اور دخول وغیرہ نہ کرے پھر ان چیزوں کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ چیزیں محض جھوٹ ہیں:سالته فی جماعة لا یسافرون فی صفر ولا یبدؤن بالاعمال فیه من النکاح والدخول ویتمسکون بما روی عن النبی ﷺ من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة هل یصح هذا الخبر وهل فیه نحوسة ونهی عن العمل وکذا لا یسافرون اذا کان القمر فی برج العقرب وکذا لا یخیطون الثیاب ولا یقطعونها اذا کان القمر فی برج الاسد هل الامر کما زعموا قال اما مایقولون فی حق صفر فذلک شئ کانت العرب یقولونه واما ما یقولون فی القمر فی العقرب اوفی الاسد فانه شئ یذکره اهل النجوم لتنفیذ مقالتهم ینسبون الی النبی ﷺ وهو کذب محض کذا فی جواهر الفتاویٰ لہٰذا ''عملیات اشرفی'' میں لکھی ہوئی تحریر صحیح نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی
مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۲۵ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کیا اس وقت بکر شرابی نہیں تھا مگر اب جبکہ لڑکی بلوغیت کی منزل کو پہونچ چکی ہے اور بکر لڑکی کو اپنے گھر لے جانا چاہتا ہے لیکن بکر اب شراب وغیرہ پینے لگا ہے اور اس کے گھر کا ماحول بھی کچھ خراب ہو چکا ہے جس کی بنا پر لڑکی بکر کے گھر جانے سے گریز کر رہی ہے اور زید بھی اپنی لڑکی کی شادی دوسری جگہ کرنا چاہتا ہے اور لڑکی بکر سے اب تک ایک بار بھی نہیں ملی ہے لہٰذا بکر سے طلاق لینے کی کیا صورت ہوگی؟ اگر بکر طلاق دیدے تو کیا لڑکی عدت گزارے گی یا نہیں؟ اور اگر طلاق نہ دے تو اس صورت میں زید کو کیا کرنا ہوگا؟

لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد طیب علی

مقام و پوسٹ بیلسنڈ ضلع سیتامڑھی بہار

الجواب:- باپ دادا کا کیا ہوا نکاح لازم ومنعقد ہو جاتا ہے صغیر وصغیرہ بعد بلوغ اس نکاح کو فسخ نہیں کرسکتا ہے ''درمختار'' میں ہے: لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر الکفو ان کان الولی المزوج بنفسه ابا اوجداً لم یعرف منهما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا و کذا لو کان سکران فزوجها من فاسق او شریر او فقیر اوذی حرفة دنیئة لظهور سوء اختیاره فلا تعارضه شفقة النظر الخ باپ جو اپنے نابالغ بچے کا نکاح کردے وہ مطلقاً لازم ہوتا ہے اگرچہ نکاح غیر کفو سے یا مہر میں غبن فاحش کردے مثلاً دختر کو کسی رذیل قوم یا کسی ذلیل پیشے والے یا غلام یا فاسق کے نکاح میں دے یا اس کا مہر مثل ہزار روپے ہو یا پانچ سو یا سو روپے پر نکاح کردے یا پسر کا نکاح کسی کنیز یا ذلیل قوم یا فاسقہ فاجرہ سے کرے یا عورت کا مہر مثل ہزار روپیہ ہو پسر کی طرف سے دو ہزار باندھ دے ان سب وجوہ میں باپ کا کیا

ہوا نکاح لازم ونا قابل فسخ ہے مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ ایسا نکاح خلاف شفقت پدری کرتے وقت باپ نشے میں ہو دوسری یہ کہ اس سے پہلے بھی کسی اپنے بچے کے نکاح میں ایسی ہی بے شفقتی برت چکا ہو تو البتہ یہ نکاح ناجائز ہوگا اگر واقعی بکر شراب نوشی کرتا ہے تو لڑکی کا مطالبۂ طلاق جائز ہے بکر سے طلاق حاصل کرے اگر چہ مال دیکر یا مہر معاف کر کے بعد طلاق دوسری جگہ نکاح جائز ہوگا اگر لڑکی اور لڑکا میں خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ہے تو عدت بھی لازم نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دار الافتاء ۸۲ر سوداگران بریلی شریف

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ القوی

۷ر ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

اگر کسی شخص کی عمر میں کئی سال کی نمازیں قضا ہوگئی ہیں اور وہ پڑھنا چاہے جلد سے جلد تو وہ کس طرح سے قضا ادا کرے اس کیلئے اعلیٰ حضرت نے آسان طریقہ کیا فرمایا ہے۔ اور ان نمازوں کا ادا کرنے کا وقت کیا ہے بعض لوگ عصر فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع وغروب ہونے سے پہلے پڑھنے کو منا کرتے ہیں اس بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد اسلام خاں عرف کالے خاں

ٹھریا نجابت خاں بریلی شریف

الجواب:- قضا ہر روز کی نماز کی فقط بیس رکعتوں کی ہوتی ہے، دو فرض فجر کے چار ظہر چار عصر، تین مغرب، چار عشا کے تین وتر اور قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے کہ نیت کی میں نے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی ظہر جو مجھ سے قضا ہوئی اسی طرح ہمیشہ ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نمازیں بہت کثرت سے ہیں وہ آسانی کیلئے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین

تین بار سبحن ربی العظیم، سبحان ربی الاعلی کی جگہ صرف ایک بار کہے مگر ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہئے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اس وقت "سبحٰن" کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا میم ختم کرے اس وقت رکوع سے سر اٹھائے اسی طرح جب سجدوں میں پورا پہنچ لے اس وقت تسبیح شروع کرے اور جب پوری تسبیح ختم کرے اس وقت سجدہ سے سر اٹھائے، بہت سے لوگ جو رکوع سجدہ میں آتے جاتے یہ تسبیح پڑھتے ہیں بہت غلطی کرتے ہیں ایک تخفیف کثرت قضا والوں کی یہ ہوسکتی ہے، دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ فقط سبحٰن الله سبحٰن الله سبحٰن الله تین بار کہہ کر رکوع میں چلے جائیں مگر وہی خیال یہاں بھی ضروری ہے کہ سیدھے کھڑے ہوکر سبحٰن الله شروع کریں سبحٰن الله پورا کھڑے کہہ کر رکوع کیلئے سر جھکائیں یہ تخفیف فقط فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں ہے وتروں کی تینوں رکعتوں میں الحمد اور سورت دونوں ضرور پڑھی جائیں تیسری تخفیف۔ پچھلی التحیات کے بعد دُرود دعاء کی جگہ صرف اللهم صلی علی محمد و اله کہہ سلام پھیر دیں، چوتھی تخفیف وتروں کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر فقط ایک بار تین بار رب اغفرلی کہے اور ان نمازوں کے ادا کیلئے کوئی وقت متعین نہیں ہے جلد سے جلد ادا کرنے کا حکم ہے البتہ اوقات مکروہ میں قضا نمازوں کا پڑھنا جائز نہیں ہے بعد عصر غروب آفتاب سے ۲۰ رمنٹ قبل پڑھنا جائز ہے ہاں جب غروب میں بیس منٹ رہ جائیں تو اب قضا نماز جائز نہیں البتہ اس دن کا عصر جائز ہے اور بعد نماز فجر قبل طلوع آفتاب جائز ہے اور پھر طلوع آفتاب کے بیس منٹ بعد جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دار الافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

۵ رذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید چند پارہ کا حافظ ہے لیکن یاد نہیں ہے اور خش خشی داڑھی بھی رکھتا ہے اور اسکی آنکھ میں پھلی پڑی ہوئی ہے اور نسبندی بھی کرائے ہوئے ہے اور زید کے گھر میں ٹی وی بھی لگا ہوا ہے روزانہ خود بھی دیکھتا ہے اور لوگ بھی دیکھتے ہیں لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا یا اس سے نماز وغیرہ پڑھوانا درست ہے یا نہیں؟ جو شریعت کا حکم ہو تحریر فرمائیں مدلل ومفصل مع حوالہ کے تحریر فرمائیں۔

(۲) بکرا یا بکری یا بچھوایا بچھیا یا بھینس یا بھینسا دونبہ یا مینڈھا، نہ نر معلوم ہو نہ مادہ ایسے جانور کی قربانی یا عقیقہ یا صدقہ کرنا کیسا ہے اور جس جانور کی خصیہ نکال دیا جاتا ہے یعنی بدھی کردی جاتی ہے کیا اس کی قربانی وغیرہ درست ہے یا نہیں جو شریعت کا حکم ہو تحریر فرمائیں۔

(۳) ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہو چکی اور زید کے نطفے سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے اب دونوں میاں بیوی آپس کی لڑائی جھگڑا ہونے کی وجہ سے زید نے ہندہ کو طلاق دے دیا اور طلاق دیئے ہوئے عرصہ نو، دس سال کم وبیش ہو چکے اب زید ہندہ کو چاہتا ہے اور ہندہ زید کو چاہتی ہے کہ میری شادی زید کے ساتھ میں ہوئی تھی اور اسی کے ساتھ رہونگی لہٰذا جو شریعت کا حکم ہو تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد مظہر ربانی رضوی

الجواب:- بقدر یکمشت داڑھی رکھنا سنت خیر الانام علیہ الصلاۃ والسلام ہے ''درمختار'' میں ہے: السنة فيها القبضة اور اس سے کم کرانا ناجائز وحرام ہے اسی میں ہے: یحرم علی الرجل قطع لحيته اور نسبندی کرانا ناجائز وحرام ہے اور ٹی وی پر پروگراموں کا دیکھنا جائز نہیں کہ ٹی وی میں تصویریں ہوتی ہیں اور زید کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ یعنی پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور اسے امام بنانا گناہ ہے ''غنیۃ'' میں ہے: لو قدموا فاسقاً يا ثمون زید پر فرض ہے کہ صدق دل سے توبہ واستغفار کرے بعد توبہ صحیحہ اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے جب کہ وہ

لائق امامت ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) خنثیٰ کہ نر و مادہ دونوں کی علامتیں رکھتا ہو دونوں سے یکساں پیشاب آتا ہو کوئی وجہ ترجیح نہ رکھتا ہو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں کہ اس کا گوشت کسی طرح پکائے نہیں پکتا ویسے ذبح سے حلال ہو جائیگا ''درمختار'' میں ہے: **ولا بالخنثیٰ لان لحمها لا ینضج** شرح وہبانیہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **لا تجوز التضحیة بالشاة الخنثیٰ لان لحمها لاینضج کذا فی القنیة** اور خصی جانور کی قربانی فحل (بے خصی شدہ) سے افضل ہے ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے: **الخصی افضل من الفحل لانه اطیب لحماً** واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) یہ سوال تفصیل طلب ہے کہ زید نے اپنی بیوی کو کتنی طلاقیں دی تھیں اگر زید نے تین طلاقیں دی تھیں تو وہ عورت زید کے لئے بے حلالہ حلال نہیں قال اللہ تعالیٰ: **'فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ** حلالہ کا طریقہ یہ ہے کہ عورت کسی سے نکاح صحیح کرے اور وہ کم سے کم ایک بار وطی کرے پھر وہ شوہر طلاق دیدے یا مرجائے بعد عدت شوہر اوّل عورت کی رضامندی سے نکاح کرسکتا ہے مطلقہ حائضہ کی عدت کامل تین حیض ہے اور مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور اگر ایک یا دو طلاق دی تھیں تو اب مہر جدید سے دو گواہ شرعی کی موجودگی میں نکاح کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی — صح الجواب والمولیٰ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ر سوداگران بریلی شریف — قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۲۵ر ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ

لك الحمد یا الله والصلوٰة والسلام علیك یا رسول الله

مخدوم ومکرم قبلہ گرامی جناب علامہ ومفتی اعظم صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بنگلہ دیش سے ایک ماہنامہ بنام ''البینات'' نکلتا ہے اس میں زور وشور سے لکھا ہے کہ جمعہ

کی اذان ثانی اندرونی مسجد منبر کے قریب ہوگی خارج مسجد دروازہ پر اجماع کے خلاف ہے اور دلیل اس طرح پیش کرتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ حضرت ابو بکر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے مین اذان ثانی منبر کے سامنے دروازہ پر ہوتی تھی جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا تو لوگوں کی کثرت کی وجہ سے ایک اور اذان کا اضافہ فرمایا اس وقت پہلی اذان ہے یہ مقام زورا پر دینے کا حکم دیا جبکہ نبی ﷺ کے زمانہ میں اذان خطبہ سے مقصد اعلان عام تھا اسلئے دروازہ پر ہوتی تھی اب وہ مقصد پہلی اذان سے حاصل ہو جاتا ہے اسلئے عثمان غنی نے دروازہ سے منتقل کر کے اندرون مسجد دینے کا حکم دیا اسلئے حضور پاک اور ابوبکر اور عمر کے زمانے کی اذان کے بارے میں علی باب المسجد ایا ہے اور عثمان غنی کے زمانہ کی اذان کیلئے صرف بین یدیہ لیا جس کا معنی ظاہر کرنے کیلئے کسی کتاب میں عند المنبر کسی میں تحت المنبر کسی میں داخل المسجد کسی میں فی المسجد مذکور ہے جیسا کہ تفسیر ''احکام القرآن'' للقرطبی میں ہے: ثم زاد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذاناً ثانیا یؤذنون لمدینۃ السلام وبعداذان المنار بین یدی الامام تحت المنبر فتح القدیر و مراقی الفلاح میں ہے: الا ذان الثانی عند المنبر بین یدی الخطیب تفسیر ''سراج المنیر'' جلد چہارم صفحہ ۲۸۵ر میں ہے: وکان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امران یؤذن فی السوق لیقوم الناس عند سوقھم فاذا اجتمعوا اذن فی المسجد اور ''فیض الباری'' جلد دوم صفحہ ۳۵۵ر پر ہے: وکان الا ذان فی عھد النبی ﷺ وصاحبیہ واحدا ولعلہ کان خارج المسجد فاذا کثر الناس زاد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذانا اٰخر علی الزوراْ خارج المسجد الیمتنع الناس عن البیع والشراع والظاہر ان الاذان الثانی ھو الاول انتقل الی داخل المسجد اور ''العرف الشذی'' جلد اول صفحہ ۱۱۶ر پر ہے المشھود ان الا ذان فی عھد النبی ﷺ

كان واحد وخارج المسجد عند الشروع فى الخطبة وكذلك فى عهد الشيخين ثم قرر عثمان اذا نا اخر قبله الشروع فى الخطبة خارج المسجد على الزورا حين كثر المسلمون وهٰذا الاذان كان قبل الاذان بين يدى الخطيب بعد الزوال فانتقل الا ذان الذى فى عهده عليه السلام الى داخل المسجد هذاوهو الصحيح اور جیسے اردو کتاب میں ہے ''اذان خطبہ جمعہ سامنے منبر کے مسجد کے اندر جیسا کہ جملہ بلاد اسلام حرمین شریفین میں ہوتی ہے بلا کراہت درست ہے اور مراقی الفلاح اور طحاوی میں قید عند المنبر مصرحاً مذکور ہے جس سے یہ عمل بخوبی ثابت ہے کہ ہمارے فقہاء کا مطلب بین یدیہ سے یہی ہے کہ مسجد میں منبر کے قریب یہ اذان ہونا مسنون ہے اس کو بدعت کہنا سخت جرأت اور مخالفت فقہاء حنفیہ کی ہے ''عزیز الفتاویٰ'' جلد اول صفحہ ۲۹۰ / اور جیسے ''احسن الفتاویٰ'' جلد دوم صفحہ ۲۹۴ / پر ہے ''چنانچہ جمعہ کی اذان ثانی اندرون مسجد تعامل ہے کیونکہ اس کو صرف حاضرین تک پہنچانا مقصود ہے'' یہ تھا ان کی دلیل کا خلاصہ یہ بات بھی کہہ دیا کہ 'فتاویٰ رضویہ' ''احکام شریعت'' ''عمدۃ الرعایہ'' ''شرح النقایہ'' ''مواہب رحمان'' وغیرہ کتاب جس میں یہ لکھا کہ اذان ثانی خارج مسجد دروازہ پر ہوگی یہ جب کہ صحابہ کرام کے اجماع کا خلاف لہٰذا قابل قبول نہیں، اب حضور والا سے درخواست ہے کہ یہ ''البینات'' ماہنامہ عوام کے ہاتھوں ہاتھ ہوگیا جب بھی اذان کے بارے میں آواز اٹھتی ہے تو اس ماہنامہ کو پیش کرتے ہیں جس میں صاف صاف لفظوں میں: عند المنبر تحت المنبر، داخل المسجد، فى المسجد ہے اور اردو کی عبارت تو صراحۃ بتاتی ہے کہ اذان اندرون مسجد ہوگی، لہٰذا اس کو کیا جواب دیا جائے کیا یہ جو عبارت پیش کیا ہے یہ ان تمام کتابوں میں موجود ہے؟ جو بھی جواب ہو تحریر فرمادیں عین نوازش ہوگی فقط والسلام۔

المستفتی: محمد علی حسین علیمی

بھگوان پوراساڑیادہ مرشدآباد بنگال

الجواب :- یہ اذان ثانی حضور اقدس ﷺ کے مقدس زمانہ میں مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی اور ایسا ہی خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقدس دور میں: یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ کے تحت ''تفسیر کبیر'' میں ہے:اذن بلال علی باب المسجد اور یونہی ''تفسیر صاوی'' میں ہے:یوذن بلال علی باب المسجد یعنی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ موذن رسول ﷺ مسجد کے دروازے پر اذان دیتے تھے اور تفسیر خازن میں ہے کہ حضور ﷺ جب منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دیتے اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے یہ اذان حضور اور حضرت ابوبکر وعمر کے زمانہ میں مسجد کے دروازے پر خطیب کے سامنے ہوتی تھی: اذا جلس ﷺ علی المنبر اذن بلال عن السائب بن یزید قال کان النداء یوم الجمعۃ اوله اذجلس الامام علی المنبر علی عهد رسول الله ﷺ وابی بکر و عمر فلما کان عثمان و کثر الناس زادالنداء الثانی علی الزوراء زادفی روایة فثبت الامر علی ذلک ولا بی دائود قال کان یوذن بین یدی النبی ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد فتاویٰ قاضی خان وفتاویٰ عالمگیری وفتاویٰ خلاصہ میں ہے:لا یوذن فی المسجد مسجد میں اذان نہیں دی جائے ''طحطاوی علی مراقی الفلاح'' میں ہے: یکرہ الاذان فی المسجد فقہاء کرام نے مسجد کے اندر اذان دینے کو ممنوع ومکروہ فرمایا ہے اور سنت یہ ہے کہ اذان ثانی بھی خارج مسجد خطیب کے سامنے دی جائے اذان ثانی مسجد کے اندر دلوانا خلاف سنت اور مکروہ اور محدث ہے مضمون نگار نے کتابوں کا حوالہ الفاظ کو قطع وبرید کر کے دیا ہے احکام القرآن للقرطبی کا حوالہ دیا ہے تحت المنبر کو نقل کیا ہے اور اس سے آگے کی عبارت کو چھوڑ دی ہے وہاں

پوری عبارت یوں ہے: وراتھم یوذنون بمدینة السلام بعد اذان المنار بین یدی الامام تحت المنبر فی جماعة کما کانوا یفعلون عند نا فی الدول الماضیة وکل ذلک محدث صاحب قرطبی کے نزدیک بھی تحت المنبر محدث اور انکے نزدیک وہی روایت مختار و پسندیدہ ہے یعنی حضرت سائب بن یزید والی روایت اور صاحب قرطبی کے بیان بھی مسنون خارج مسجد ہی ہے اور حضرت سائب بن یزید والی روایت کو نقل فرمایا ہے اور نحوی حضرات نے امام و یدی و خلف کو مفعول فیہ میں بیان کیا ہے اور امام کا معنی سامنے خلف کا معنی پیچھے ہے اور اس میں تحدید مقصود نہیں ہے جو امام کے قریب میں ہے وہ بھی سامنے ہی کہلائے گا اور جو اخیر صف میں ہے وہ بھی سامنے ہی کہلائے گا جہاں تک امام دیکھتا ہے وہ اس کے سامنے ہی ہے خارج مسجد خطیب کے سامنے اذان دی جائے تو بھی سامنے ہی کہلائے گا تو لفظ امام و یدی وغیرہ الفاظ سے استدلال کرنا کہ اذان ثانی مسجد کے اندر دی جائے غلط ہے اور خلاف تصریح فقہاء کرام ہے اور دروازہ والی اذان کو مسجد کے اندر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ہے یہ غلط و باطل ہے جو عبارتیں ''البینات'' میں نقل کیا ہے اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ زوراء پر اذان دینے کا حکم فرمایا اور اذان ثانی کو اسی مقام پر باقی رکھا زوراء سے اذان منتقل کرنے والا ہشام ہے نہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فیض الباری اور العرف الشذی میں جو کہا ہے وہ غلط و باطل ہے اور سراج منیر کی جانب جو عبارت منسوب کی ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے ''سراج المنیر'' میں یوں ہے: المراد بھذا النداء الاذان عند قعود الخطیب علی المنبر لانه لم یکن فی عھد رسول ﷺ نداء سواہ فکان له موذن واحد اذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد فاذا نزل اقام الصلاة ثم کان ابو بکر و عمر و علی بالکوفة علی ذلک حتی کان عثمان و کثر الناس وتباعدت المنازل زاداذانا اخرفامر بالتاذین

علی واره التی تسمی اتزوراء فاذاسمعوا اقبلوا حتی اذا جلس علی المنبر اذن المؤذن ثانیاولم یخالفه احد فی ذلک الوقت لقوله ﷺ علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی اھ خطیب ''فیض الباری، العرف الشذی'' دیوبندی مولویوں کی کتاب ہے اور انہوں نے غلط لکھا ہے اور ''فتح القدیر'' کا حوالہ بھی صحیح نہیں صاحب ''فتح القدیر'' کراہت کے قائل ہیں ''فتح القدیر'' جلد اول صفحہ ۴۱۴ رمیں ہے : ھو ذکر الله فی المسجد ای فی حدوده لکراهته الاذان فی داخله اذان مثل خطبہ ذکر الٰہی ہے مسجد میں یعنی اسکے حدود میں کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے تو جن عبارتوں میں فی المسجد ہے اس سے مراد یہی ہے کہ حدود مسجد اسلئے مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے، مضمون نگار نے ''فیض الباری، العرف الشذی'' کا حوالہ دیا ہے جس کی عبارت میں داخل المسجد ہے میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ مسجد، اذان ایک ہی جنس کے ہیں ہر گز نہیں ہے تو ان عبارت سے اذان ثانی کو مسجد کے اندر دینا یا سمجھنا غلط و باطل نہیں ہے بلکہ ان عبارت کا ماحصل اتنا ہے زوراء سے اذان منتقل کر کے مسجد کے قریب کر دیا گیا اور یہ کام بنی امیہ کے دور میں ہوا ہے اور یہ کام اور مزید تفصیل ''فتاویٰ رضویہ'' جلد دوم وسوم وغیرہ میں دیکھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

۳ رذی قعدہ ۱۴۲۱ھ

صح الجواب:۔ فی الواقع اذان مسجد کے اندر مکروہ و خلاف سنت ہے اور ''البینات'' میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ خلاف تحقیق ہے اور اس میں حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان لگایا گیا ہے کہ آپ نے اذان خطبہ کو اندرون مسجد کیا تھا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے اس اذان کو اسی جگہ باقی رکھا جہاں عہد رسالت علیہ التحیہ والسلام وعہد شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہوتی تھی، بعض لوگوں نے ہشام کو کہا ہے مگر علامہ زرقانی قدس سرہ کی تحقیق یہ ہے کہ ہشام زوراء والی اذان کو منارہ پر لے آیا اس اذان کو اسی جگہ دروازہ مسجد پر باقی رکھا میرا ایک فتویٰ اس بارے میں مفصل ہے اسے دیکھیں ''زرقانی'' جلد ۷ صفحہ ۴۰۳ ملاحظہ کریں، اذان شرع مطہر کی اصطلاح میں ایک خاص قسم کا اعلان ہے جسکے لئے الفاظ مقرر ہیں یہ اعلان غائبین کو مطلع کرنے کیلئے ہے ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' میں ہے: **الاذان اعلام الغائبين والاقامة اعلام للحاضرين** اذان غائبین کے اعلام کیلئے ہے اور اقامت حاضرین کی اطلاع کو ہے یہ خیال غلط ہے کہ اذان خطبہ غائبین کی اطلاع کیلئے نہیں ہے اور بے بنیاد اور لاعلمی پر مبنی ہے اذان خطبہ بھی اعلام غائبین کیلئے ہے ''ہدایہ وکافی وتبین وعنایہ و بحر و درمختار'' وغیرہا میں ہے: **واللفظ للبحر تكراره مشروع كمافى اذان الجمعة لانه اعلام الغائبين فتكريره مفيد لاحتمال عدم سماع النبى** یعنی جمعہ کی اذان ثانی بھی غائبین کی اطلاع کیلئے ہے لہٰذا خطبہ کے وقت دوبارہ اذان کہنا مفید ہے شاید پہلی اذان کچھ غائبین نے نہ سنی ہو اب سن لیں گے اور من یدیہ سے قریب منبر مراد ہونا غلط ہے۔

بین یدی سمت مقابل میں منتہا ہے جہت تک صادق ہے جو شخص طلوع آفتاب کے وقت مواجہ مشرق میں ہو یا غروب آفتاب کے وقت مغرب کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اسکا یہ کہنا ضرور صحیح ہے آفتاب میرے سامنے ہے **الشمس بين يديه** حالانکہ آفتاب تین ہزار برس کی راہ سے زیادہ دور ہے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: **يعلم ما بين ايديهم وما خلفهم** اللہ سبحانہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے یعنی آگے آنے والا ہے اور جو کچھ انکے پیچھے یعنی گزر گیا، یہ ہرگز ماضی و مستقبل سے مخصوص نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اس میں داخل ہے لہٰذا **بين يدى** کا عموم ثابت ہے وہ

خاص قرب کیلئے نہیں ہے اور عند کو قرب کیلئے بتاتا بھی غلط ہے ہمارے ائمہ کرام نے کتب اصول میں تصریح فرمائی ہے کہ عند حضور کیلئے یعنی شی حاضر ہو غائب نہ ہو تو عند المنبر کا حاصل وہی ہے جو بین یدیہ کا ہے یعنی منبر کے سامنے ہو آڑ نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲/سوداگران بریلی شریف

۳/ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کیا حدیث قدسی ہے کہ "اے محبوب اگر میں تم کو پیدا نہ فرماتا تو دنیا کو پیدا نہ فرماتا" یہ حدیث کی کونسی کتاب میں ہے عربی عبارت کیا ہے؟ کچھ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں برائے کرم مع حوالہ کتاب وباب جواب مرحمت فرمائیں۔

سائل: صغیرالدین پرانہ شہر بریلی

الجواب:- یہ حدیث موضوعات کبیر ص ۵۹/میں ہے: لو لاک لما خلقت الافلاک قال الصغانی انہ موضوع کذا فی الخلاصۃ لکن معناہ صحیح فقد روی الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعا اتانی جبرئیل فقال یا محمد لو لاک ما خلقت الجنۃ ولو لاک ماخلقت النار وفی روایۃ ابن عساکر لو لاک ما خلقت الدنیا سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لو لاک لما خلقت الافلاک کے بارے میں فرماتے ہیں یہ ضرور صحیح ہے کہ اللہ عزوجل نے تمام جہان حضور اقدس ﷺ کیلئے بنایا اگر حضور نہ ہوتے کچھ نہ ہوتا یہ مضمون احادیث کثیرہ سے ثابت ہے جن کا بیان ہمارے رسالہ تلالو الافلاک بھلال احادیث لولاک میں ہے اور انہیں لفظوں کے ساتھ

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی بعض تصانیف میں لکھی مگر سند ایہ لفظ ہیں: خلقت الخلق لا عرفھم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک ماخلقت الدنیا یعنی اللہ عزوجل اپنے محبوب اکرم ﷺ سے فرماتا ہے کہ میں نے تمام مخلوق اسلیئے بنائی کہ تمہاری عزت اور تمہارا مرتبہ جو میری بارگاہ میں ہے ان پر ظاہر کروں اگر تم نہ ہوتے میں دنیا کو نہ بناتا اسمیں تو فقط افلاک کا لفظ تھا اس میں ساری دنیا کو فرمایا جس میں افلاک وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب داخل ہیں اس کو حدیث قدسی کہتے ہیں کہ وہ کلام الٰہی جو حدیث میں فرمایا گیا ایسی جگہ لفظی بحث پیش کر کے عوام کے دلوں میں شک ڈالنا اور ان کے قلوب کو متزلزل ہرگز مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: الدین النصح لکل مسلم اور دیلمی کی روایت کو مرفوع فرمایا ہے: موسوعة اطراف الحدیث النبوی الشریف جلد۶ رص ۸۱۰ رمیں ہے: لولاک لما خلقت الافلاک یہ حدیث ''تذکرہ'' ص ۸۶ رخفا جلد۲ رص ۲۳۲ رفوائد ص ۳۶۲ رضعیفة ۲۸۲ رمیں ہے اسی کے صفحہ ۸۱۰ رپر یہ حدیث بھی ہے: لولاک لما خلقت الدنیا اسرار ص ۲۹۵ رمیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

۱۸ رمحرم الحرام ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

حائضہ عورت کے ناف یا گھٹنے میں جماع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ امام محمد کا کیا قول ہے اور امام اعظم کا مذہب کیا ہے؟ جواب تفصیل سے قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں اور غیر سبیل میں منی خارج کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد کوثر علی رضوی

محلہ شہامت گنج بریلی شریف

الجواب :- پیٹ پر جائز ہے اور ران پر ناجائز، قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حالت حیض ونفاس میں زیر ناف سے زانو تک عورت کے بدن سے بے کسی ایسے حائل کہ جس کے سبب جسم عورت کی گرمی اسکے جسم کو نہ پہونچے تمتع جائز نہیں یہاں تک کہ اتنے ٹکڑے بدن پر شہوت سے نظر بھی جائز نہیں ہے اور اتنے ٹکڑے کا چھونا بلاشہوت بھی جائز نہیں اور اس سے اوپر نیچے کے بدن سے مطلقاً ہر قسم کا تمتع جائز ہے یہاں تک کہ سحق ذکر کر کے انزال کرنا اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک صرف جماع حرام ہے باقی چیزیں مثلاً چھونا یا نظر کرنا حرام نہیں ہے "درمختار" میں ہے: یمنع حل قربان ماتحت ازار یعنی مابین سرة ورکبة ولوبلا شهوة وحل ماعداه مطلقا اه وفی ردالمحتار نقل فی الحقائق عن التحفة والخانية يجتنب الرجل من الحائض ما تحت الازار عند الامام وقال محمد الجماع فقط ثم اختلفوا فی تفسير قول الامام قيل لايباح الاستمتاع من النظر وغيره بمادون السرة الى الركبة ويباح ماوراه و قيل يباح مع الازار اه ولا يخفى ان الاول صريح فی عدم حل النظر الى ماتحت الازار والثانی قريب منه و ليس بعد النقل الا الرجوع اليه اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف — قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۷/ جمادی الآخر ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید وہابی عقیدہ اور اذان خطبہ داخل مسجد ایک ہاتھ کے فاصلے پر ہی دلاتا ہے، اس پر عوام نے سنیوں کو آگاہ کیا کہ داخل مسجد اذان خطبہ خلاف سنت ہے اذان خطبہ خارج مسجد دی جائے اور وہابی کو تقریر کرنے نہ دی جائے جو درود پاک کے الفاظ صحیح نہیں ادا کرتا ہے۔

(۲) دوسری جمعہ کے دن زید نے تقریر شروع کی اور یہ الفاظ نکالے لوگ کہتے ہیں کہ یہ غلط تقریر کرتا ہے میں کیا غلط کہتا ہوں آج برسوں کے بعد یہ نیا معاملہ اٹھتا ہے کہ اذان خطبہ خارج مسجد ہو اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ حضور نے ہمیشہ اذان خطبہ اندر ہی دلاتے رہے صرف ایک بار باہر دلایا اس پر اصرار کیا جاتا ہے کہ نہیں باہر ہی اذان دی جائے خطیب کے سامنے، حضور نے ایک بار کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو کیا میں بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرتا رہوں۔

(۲) بعد نماز عمرو نے عوام کو روکا اور اسے ثبوت مانگا دلیل دکھاؤ تو جھٹ بول پڑا کہ دلیل تو نہیں مفتی صاحب کانپور گئے ہیں اس پر عمرو نے عوام کو ''فتاویٰ مصطفویہ'' دکھایا کہ حضور مفتی اعظم کا مکمل بہت ہے اور دعویٰ بھی حضور کا ہے کہ کوئی بھی اندر کی اذان کا دعویٰ نہیں پیش کرسکتا۔

(۳) اس پر عمرو نے اس وہابی کو بھرے مجمع میں توبہ کیلئے حکم دیا کہ تو نے ضرور ضرور حضور اقدس ﷺ کی تنقیص کی ہے جب اس نے توبہ سے انکار کیا تو عمرو نے اسے اور اشرفعلی تھانوی، رشید احمد گنگوہی وغیرہ کو کافر و مرتد کہہ کے ذلیل کیا اور تین جمعہ کے بعد سنت کے موافق اذان خطبہ خارج مسجد ہوا اور سنیوں کو بہکانے کیلئے ابھی تک دیوبندیوں کا سلسلہ جاری ہے مگر فقیر کی کوشش بھی جاری ہے کہ وہابیوں کا مکروہ چہرہ سنی عوام کو دکھایا جائے خدا اور اس کے رسول کے سہارے بفیض سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت احمد رضا قادری، بفیض حضور مفتی اعظم حضرت علامہ الشاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

المستفتی: فقیر محمد مہندی حسن ازہری القادری

الجواب :- وہابیوں پر بوجوہ کثیرہ لزوم کفر ہے یہ سارا فرقہ تقلید کو شرک اور مسلمان مقلدین کو مشرک کہتا ہے اور یہ کلمۂ کفر ہے اجماع وقیاس جو ادلہ شرعیہ میں سے ہیں ان کا منکر ہے توسل کو شرک کہتا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور جو ان کے عقائد کا مخالف ہے انہیں مشرک کہتا ہے اور وہابیوں کی اقتدا میں نماز باطل محض ہے کہ انکی نماز نماز نہیں فتح القدیر میں ہے: ان الصلاۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز اور اس کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نمازوں کا پھر سے پڑھنا فرض ہے اور زید کا قول غلط باطل ہے اس نے جھوٹ بولا ہے اذان ثانی حضور اقدس ﷺ وخلفائے راشدین کے مقدس زمانہ میں خارج مسجد دروازے پر ہوتی تھی: یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ کے تحت ''تفسیر صاوی وتفسیر کبیر'' میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ موذن رسول اللہ ﷺ دروازے پر اذان دیتے تھے: یوذن بلال علی باب المسجد فتاویٰ قاضی خاں وفتاویٰ عالمگیری اور فتاویٰ خلاصہ میں ہے: لایوذن فی المسجد مسجد میں اذان نہ دی جائے اور مسجد کے اندر اذان دینے کو فقہاء کرام مکروہ وممنوع فرماتے ہیں : یکرہ الاذان فی المسجد اور زید کا خط کشیدہ جملے سخت نازیبا اور کفری ہیں اس سے حضور کی توہین مترشح ہے اور حضور کی توہین کفر ہے زید پر فرض ہے کہ صدق دل سے توبہ واستغفار کرے بعد توبہ صحیحہ تجدید ایمان کرے اور اگر بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح بھی کرے اور جب تک زید حکم مذکور پر عمل نہ کرے ہر واقف حال مسلمان پر لازم ہے کہ اس سے ترک تعلق کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ہاں جب حکم مذکور پر عمل کرے اور وہابیت ترک کرے اور اس سے بیزاری کا اظہار کرے تو تعلقات جائز ہونگے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) وہ ہرگز ہرگز صحیح دلیل قابل قبول پیش نہیں کرسکتا ہے کہ اذان ثانی خارج مسجد امام کے سامنے دینا سنت ہے اور اس کا خلاف مکروہ ہے مزید تفصیل ''فتاویٰ رضویہ'' جلد دوم میں دیکھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) وہابی تقیہ باز ہوتا ہے اس کے مکروفریب میں نہ آئیں بعد توبہ تجدید ایمان وغیرہ حسام الحرمین میں تصدیق کرائیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) وہابی توسل کو شرک کہتا ہے اولیاء اللہ وانبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ کی ہی ہے یہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور مسلمان کا یہی عقیدہ ہوتا ہے کوئی جاہل کسی ولی کو خدا نہیں سمجھتا اور غیر اللہ سے مانگنا شرک نہیں ہے ورنہ کوئی بھی شرک سے نہیں بچے گا کوئی ماں اور بیوی سے کھانا مانگتا ہے، کوئی دوکاندار سے کپڑا مانگتا ہے ،امام وموذن مسجد متولی سے اپنا وظیفہ مانگتا ہے مدرسین اپنی تنخواہ کا مطالبہ کرتے ہیں، حضرت ربیعہ ابن کعب نے حضور اقدس ﷺ سے جنت میں مرافقت مانگا دیکھو مشکوٰۃ شریف حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ سے مانگا ہے: یا اکرم الثقلین یا کنز الوری، بدالی بجودک و ارضنی برضاک ،وانا طامع بالجودمنک لم یکن لابی حنیفة فی الانام سواک اے موجودات سے اکرم اور نعمت الٰہی کے خزانے جو اللہ نے آپکو دیا ہے مجھے بھی دیجئے اور اللہ نے آپ کو راضی کیا ہے مجھے راضی فرمایئے میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں آپ کے سوا ابوحنیفہ کا خلقت میں کوئی نہیں اس میں حضور سے صریح مدد لی گئی ہے اور حضرت امام شافعی حضرت ابوحنیفہ کی قبر قبولیت دعا کیلئے تریاق مانتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دار الافتاء ۸۲ر سوداگران بریلی شریف

ار محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے عمرو کے خلاف محکمۂ پولس میں جھوٹی رپورٹ درج کروائی جس کی بناء پر محکمۂ

پولس نے ملکی قانون کے تحت عدالت میں عمرو کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔زید نے اس رپورٹ کی گواہی کیلئے حاجی حمد واور جملو کا سہارا لیا، دونوں ہی افراد نے پولس کے پاس جھوٹی گواہی دی، طرہ یہ کہ بقول عمرو یہ دونوں گواہان اس سانحہ کے وقت موجود ہی نہیں تھے، جس سانحہ کو زید نے ہتھیار بنا کر جھوٹی رپورٹ محکمۂ پولس میں درج کروائی۔زید، حاجی حمد واور جملو کے لئے حکم شرعی سے مطلع فرمائیں، مزید آنکہ جھوٹی گواہی کورڈ کروانے کا شرعی حکم بھی مطلع فرمائیں فقط والسلام

المستفتی: کلیم الدین

الجواب:- جھوٹی بات کہنا یا جھوٹی گواہی دینا ناجائز وحرام ہے اور جھوٹی گواہی دینے کو بت پوجنے کے برابر کہا اور قرآن و حدیث میں جھوٹی گواہی دینے پر سخت وعید وارد ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنوا قول الزور حنفاء لله غير مشركين به جھوٹی شہادت اکبر کبائر ہے اللہ و رسول کے نزدیک بت پوجنے کے برابر ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: عدلت شهادة الزور الاشراک بالله عدلت شهادة الزور الاشراک بالله عدلت شهادة الزور الاشراک بالله جھوٹی گواہی خدا کے ساتھ شریک کرنے کے برابر کی گئی جھوٹی گواہی خدا کیلئے شریک بتانے کے ہمسر ٹھہرائی گئی جھوٹی گواہی خدا کا شریک ماننے کے ساتھ کی گئی ''بخاری و مسلم'' کی روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الا انبئكم باكبر الكبائر قول الزور اوقال شهادة الزور کیا میں تمہیں نہ بتادوں کہ سب کبیروں سے بڑا کبیرہ کونسا ہے بناوٹ کی بات یا فرمایا جھوٹی گواہی، نیز حدیث میں ہے: لن تزول قدما شاهدالزور حتى يوجب الله له النار جھوٹی گواہی دینے والا اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ عز وجل اس کیلئے جہنم واجب کر دیتا ہے اگر واقعی انہوں نے جھوٹی گواہی دی ہے وہ لوگ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں ان لوگوں پر لازم ہے کہ جھوٹی گواہی دینے سے باز آئیں اور صدق دل سے

توبہ واستغفار کریں اوران لوگوں سے معافی چاہیں اورحتی المقدوران کوراضی کرنے کی کوشش کریں اور نام زدسوال نہ کریں بلکہ نام کی جگہ زیدوبکر لکھا کریں اورآئندہ اس بات کا خیال رکھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفرحسین قادری رضوی

مرکزی دارالافتاء۸۲،سوداگران بریلی شریف

۲۹رذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(الف) کیارحمت عالم ﷺ نے بددعائیں کیں ہیں؟

(ب) کیاسرکاردوعالم ﷺ نے برائیاں کی ہیں؟

(ج) کیاحضورانور ﷺ نے خانۂ کعبہ میں خون کروائیں ہیں؟یاحکم ربی سے خون بہائے گئے، تفصیلی جواب جلدازجلدعنایت فرمائیں عین کرام ہوگا۔

المستفتی: خاکسارمحمد سلیم خان

نیابازار،ملہارگڑھ ضلع مندسورایم پی

الجواب :- حضوررحمت عالم ﷺ نے بعض کافروں کے نام لیکر بددعائیں فرمائیں جیسے ابولہب کے لڑکے عتبہ وشیبہ کیلئے بددعائیں فرمائیں اورمطلقاً کفارکیلئے بھی بددعائیں فرمائیں "بخاری شریف" جلداول ص۹۴۶ رمیں ہے:اورکفارومشرکین کیلئے ہدایت کی دعاءفرمائی:قال النبی ﷺ :اللھم اعنی علیھم بسبع کسبع یوسف ملأالله بیوتھم و قبور ھم نارا کما شغلو ناعن الصلاۃ الوسطی حتی غابت الشمس اورقرآن مجیدمیں جابجاکفارومشرکین پرغلبہ کیلئے دعائیں ارشادہوئیں:وانصرنا علی القوم الکافرین واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) حضوراقدس کی طرف (برائی) کسی فعل حرام کی نسبت کرناحرام ہےاورتوہین کی نیت سے کفر

ہے کیونکہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام معصوم ہیں اور برائی سے مراد کہ حضور اقدس ﷺ نے کفار و مشرکین کی برائیاں بیان کیں تو صحیح حق ہے کہ صحیح حدیثوں میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے منبر بچھائے جاتے اور وہ کفار و مشرکین کی ہجو بیان کرتے اور ولید بن مغیرہ نے اپنے بیٹے اور رشتہ داروں کو اسلام سے روکتا تھا اور کہتا تھا کہ جو اسلام میں داخل ہوگا اس کو کچھ نہیں دونگا تو اللہ نے سورۂ ''ن'' میں اس کے دس عیوب بیان فرمائے اور نو عیوب وہ خود جانتا تھا مگر دسواں نہیں جانتا تھا اس کی ماں نے بتایا کہ تو حرامی بھی ہے دیکھو سورۂ ''ن'' واللہ تعالیٰ اعلم

(ج) کعبہ میں حضور نے کسی کافر یا منافق کو قتل کا حکم دیا تھا جس نے بیان کیا ہے اس نے صحیح بیان کیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ مکہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوئے تو صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ الیوم یوم الجزاء آجکا دن بدلہ کا دن ہے لیکن سرکار رحمت عالم ﷺ نے اسکے جواب میں فرمایا: الیوم یوم الرحمۃ آجکا دن رحمت کا دن ہے، آج کا دن احسان کا دن ہے اور بے شک حضور رحمت عالم ﷺ دونوں جہان کیلئے رحمت ہیں اور کافر و مرتد کیلئے بھی رحمت ہیں کہ انہیں یہاں رہنا نصیب ہوا اگلے نبیوں کی امتوں پر نبی کی مخالفت سے فوراً عذاب الٰہی کا نزول ہوتا تھا، قوم لوط، قوم عاد و قوم نوح علیہم الصلاۃ والسلام کا ذکر تفسیر و سیر کی کتابوں میں دیکھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی غفرلہ

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

۷؍رجب المرجب ۱۴۲۲ھ
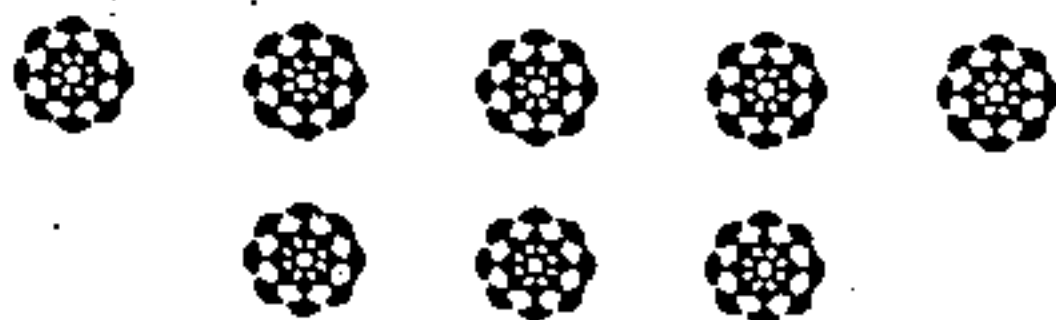
حضرت مولانا مفتی محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی صاحب

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی صاحب موضع دمدمہ، بہرولی مشرکھ ضلع سارن چھپرہ کے ایک مذہبی گھرانے میں یکم مئی ۱۹۷۷ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم حضرت مولانا عبدالغفور صاحب امام جامع مسجد بہرولی اور ہدایۃ النحو تک کی تعلیم مولانا محمد ابوالحسن صاحب سے حاصل کی، پھر دارالعلوم شمسیہ تیغیہ بڑہریا ضلع سیوان میں جماعت ثالثہ میں پڑھنے کے بعد دارالعلوم تیغیہ مظفر پور میں رابعہ تا خامسہ تک کی تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کی غرض سے بریلی شریف کا رخ کیا اور مرکز اہلسنّت الجامعۃ الرضویہ منظر اسلام میں داخلہ لیا دورۂ حدیث تک یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۹۷ء میں سند فراغت سے نوازے گئے، دوران تعلیم آپ حضور تاج الشریعہ کے یہاں نشریاتی شعبہ سے منسلک رہے، منظر اسلام سے فراغت کے بعد ۱۹۹۸ء میں مرکزی دارالافتاء کے شعبۂ تربیت افتاء میں داخلہ لیا اور یہاں حضور تاج الشریعہ اور حضرت عمدۃ المحققین کے زیر سایہ رہ کر تربیت افتاء حاصل کی، تربیت افتاء کے دوران آپ نے حضور تاج الشریعہ سے ''رسم المفتی، اجلی الاعلام، بخاری شریف وغیرہ'' سبقاً سبقاً پڑھی اور قاضی صاحب سے ''سراجی وغیرہ'' کا درس لیا اور ۲۰۰۰ء میں عرس رضوی کے پرکیف موقع پر آپ کو حضور تاج الشریعہ نے دستار بندی اور سند افتاء سے نوازا نیز اسی موقع پر آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ میں اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی، موصوف کو حضرت عمدۃ المحققین سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے، فی الوقت آپ مرکزی دارالافتاء میں ہی فتاویٰ نویسی کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

از: محمد عبدالوحید بریلوی امین الفتویٰ مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) تصویر کھینچنا یا کھنچوانا کن کن مواقع پر جائز ہے اور کب کب ناجائز وحرام؟

(الف) امتحان، حج، پاسپورٹ، ویزا، لائیسنس، شناختی کارڈ، امیگریشن کی ضرورت کیلئے تصویر بنوانے کا کیا حکم ہے؟

(ب) جلسہ جلوس، میلاد النبی ﷺ وغیرہ کے مواقع پر پرسنل ریکارڈ کیلئے یا گورنمنٹی کاغذات کی خانہ پوری یا اخباری رپورٹ کیلئے تصویر بنوانا کیسا ہے؟

(ج) جس جلسہ میں تصویر کشی ہوا کرتی ہو اس میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ امریکہ کے تو اکثر جلسوں میں تصویریں بنتی ہیں تو بچنے کی کیا صورت ہوگی؟

(۲) صلوٰۃ التسبیح کی نماز جماعت سے پڑھنا چاہئے یا تنہا تنہا؟

(۳) آغاخانیوں کے عقائد کیا ہیں؟ ان سے میل میلاپ کے احکام دیوبندیوں کی طرح ہیں یا کچھ فرق ہے؟

(۴) غیر مسلم کو قرآن مقدس یا اس کا انگلش ترجمہ دینا کیسا ہے؟

(۵) دار الحرب میں لقطہ کا کیا حکم ہے؟ مثلاً امریکہ میں ایک مسلمان نے راستہ چلتے پچاس ڈالر پڑا ہوا اٹھالیا اب وہ اسے کیا کرے وہیں لے جاکر پھر رکھ دے یا غریب کو دیدے یا وہ خود مالک ہوگیا جو چاہے کرے؟

(۶) ماں اور بیوی دونوں نے بیٹے کے سلسلہ میں ایک ایک رائے دی اس سلسلہ میں شوہر اپنی ماں کی بات مانے یا اپنی بیوی کی جو بیٹے کی ماں ہے؟

(۷) یارسول اللہ یا نبی اللہ کہنے کا جواز اور ان سے استمداد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے مگر ان سے جو عشرۂ مبشرہ بھی نہیں اور جن کا قطعی جنتی ہونا قرآن وحدیث سے متعین طور پر ثابت بھی نہیں ہوتا بعد

وفات ان اولیاء کرام سے استمداد و توسل کیوں کر جائز ہوگا؟ اور یہ کیسے کہہ سکتے ہیں "یا فلاں المدد" جبکہ ہمیں ان کا جنتی یا جہنمی ہونا قطعی طور پر معلوم نہیں؟

(۸) میاں بیوی اگر لواطت کریں تو کیا ایسا کرنا حرام ہے؟ دونوں کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے کہ ہم نے نکاح کیا ہے لہٰذا میاں بیوی کو لواطت کرنا حلال ہے اور کہتے ہیں کہ مباشرت فاحشہ میاں بیوی کے درمیان زیادہ سے زیادہ اچھا نہیں ہے لیکن حرام تو نہیں اسی طرح وہ oral sex جس کی لعنت آج کل امریکہ اور یورپ میں عام ہے کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں جس طرح شرع نے ران اور پیٹ پر انزال کرنا جائز رکھا کہ اگر بیوی کو Period ہو یا کوئی ایسی وجہ ہو جس سے شوہر اپنی بیوی سے جماع نہیں کرسکتا ہے تو شوہر بیوی کے پیٹ پر یا ران پر انزال کرسکتا ہے لیکن آجکل لوگ یہ کہتے ہیں کہ شوہر پر بیوی حلال ہے لہٰذا اگر یہ شرط mensess period کی نہ بھی ہو تو ہر طرح سے بیوی کے ساتھ licking-Kissing (oral sex) پستان کا چوسنا، پستان کا جماع، منھ کا جماع، پیٹ کا جماع، ران کا جماع، مباشرت غیر سبیلین سب جائز ہے لیکن یہ سب زیادہ سے زیادہ اچھا نہیں یعنی خلاف اولیٰ مکروہ تنزیہی وغیرہ ہوگی مگر حرام نہیں شرع مطہر کا اسکے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اس قسم کے جوڑے کے بارے میں جو اس قسم کے افعال کے قائل ہوں یا کرتے ہوں تو انکے بارے میں شرع مطہر کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: ڈاکٹر محمد خالد رضا رضوی شکاگو امریکہ

Dr Khalid Raza 3236W Balmoral Apt No 1E Chicago 1L6 8625 U.S.A

الجواب بعون الملک الوھاب :- (۱:الف) جاندار کی تصویر کھینچنا اور کھینچوانا بالاجماع حرام کما فی ردالمحتار: عن امام النووی الاجماع علی تحریم تصویر الحیوان (جلد اول ص ۴۷۹) حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری "مرقاۃ شرح مشکوۃ" جلد ثامن

ص٢٦٦ ر پر فرماتے ہیں: قال اصحابنا وغیرهم من العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر لانه متوعد علیه بهذاالوعید الشدید المذکور فی الاحادیث سوأ ثوب اوبساط او درهم او دینا ر اوغیر ذلک لیکن ''الضرورات تبیح المحظورات '' کے تحت صرف ان صورتوں میں تصویر کھینچنے کھینچوانے کی رخصت ہوسکتی ہے جن میں واقعی مجبوری ہو جس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہواور وہ کام اس شخص کیلئے ضروری ہوتو وہ اسکے لئے مضطر ہو مثلاً بے تصویر چارہ نہ ہو، حاکم کا دباؤ ہو، امتحان ولائیسنس کے لئے تصویر کا لگانا شرط ہواور اس سے اجتناب کی کوئی صورت بھی نہ ہو یا تبلیغ وتحصیل معاش کیلئے حصول پاسپورٹ اسی پر موقوف ہواور اس سے احتراز متعذر ومتعسر ہوتو اجازت ہے مگر تبلیغ میں یہ شرط بھی ہے کہ ہدایت اسی پر موقوف ہواور وہی متعین برائے تبلیغ ہو۔ حج کیلئے تصویر کھینچوانے کی اجازت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) ان امور میں تصویر کھینچنا کھینچوانا ہرگز جائز نہیں علماء کرام نے ایسی صورت میں تصویر کشی کی رخصت دی ہے کہ جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تو اس وقت اسی قدر رخصت ہے جتنے سے یہ کام ہو جائے ''شرح اشباہ والنظائر'' جلد اول ص ١٥١ پر ہے ''ما ابیح للضرورة یتقدر بقدرها'' تو محض ریکاڈ کیلئے تصویر کشی کیوں کر جائز ہوسکتی ہے جبکہ ریکارڈ کے لئے رپورٹ کے ساتھ تصویر کوئی لازم وضروری نہیں جلسہ وجلوس کی محض رپوٹ ہی کافی واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج) جن جگہوں پر تصویر کشی و ویڈیو گرافی جیسے دیگر منکرات شرعیہ کا ارتکاب کیا جاتا ہو وہاں مسلمانوں کی شرکت ناجائز وحرام خواہ وہ مجلس سیاسی ہو یا مذہبی، ایسے بانیان جلسہ کو ان حرام کاریوں سے باز رکھنے کی کوشش کی جائے اگر وہ احکام شرعیہ پر عمل کریں تو فبہا ورنہ بصورت دیگر وہاں شرکت جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) تراویح اور کسوف و استسقاء کے سوا تمام نفل نمازیں فرداً فرداً پڑھنے کا حکم ہے، جماعت بھی جائز ہے جبکہ بلا تداعی ہو ورنہ مکروہ لیکن جماعت کی کثرت وقلت میں مشائخ کرام کا اختلاف ہے تاہم مذہب مختار یہ ہے کہ امام کے سوا دو تین مقتدی ہوں تو بالاتفاق جائز اور چار میں اختلاف لیکن اصح یہی ہے کہ مکروہ ''فتاویٰ خلاصہ'' جلد اول ص ۱۱۰ / پر ہے: اصل هذا ان التطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداعى يكره فى الاصل للصدر الشهيد اما اذا صلى بجماعة بغير اذان و اقامة فى ناحية المسجد لا يكره وقال شمس الائمة الحلوانى رحمه الله تعالىٰ ان كان سوى الامام ثلثة لايكره بالاتفاق وفى الاربع اختلف المشائخ والاصح يكره واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) آغاخانیوں کے وہی عقائد ہیں جو فی زمانا رافضیوں کے ہیں بلکہ یہ انہیں کی ایک قسم ہیں اور ان کے احکام وہی ہیں جو رافضیوں، وہابیوں، دیوبندیوں، قادیانیوں، تبلیغیوں، غیر مقلدوں اور دیگر بدمذہبوں کے ہیں یعنی ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا کوئی بھی سلوک ناجائز وحرام واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) قرآن پاک چھونے یا پڑھنے کیلئے خود مسلم کو بھی پاک وصاف اور باوضو ہونا شرط ہے جبکہ غیر مسلم عدم طہارت واجتناب نجاست کی وجہ سے ناپاک لہذا اگر وہ غسل اور طہارت کاملہ کا التزام رکھتا ہو یا کم از کم قرآن مقدس پڑھتے اور چھوتے وقت طہارت کا اہتمام رکھ سکے تو دینا جائز ہے ورنہ نہیں ''عالمگیریہ'' جلد پنجم ص ۳۲۳ / پر ہے: قال ابو حنيفة رحمه الله تعالى أعلّم النصرانى الفقه والقرآن لعله يهتدى ولايمس المصحف وان اغتسل ثم مس لا بأس كذا فى الملتقط البتہ اس کا اردو یا انگلش ترجمہ یوں بھی دینے میں کوئی حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) اگر یہ ظن غالب ہو کہ وہ ڈالر کسی مسلم کا ہے تو بعد تحقیق وتعریف اس کے مالک تک پہونچائے بصورت دیگر خود رکھ لے نیز بحالت محتاجی بھی ملتقط لقطہ اپنے صرف میں لاسکتا ہے جیسا کہ ''فتاویٰ

ہندیہ'' جلد ثانی ص۲۹۱ پر ہے :ان کان الملتقط محتاجا فله ان یصرف اللقطة الی نفسه بعد التعریف واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) ماں کی رائے مانے جبکہ خلاف شرع نہ ہو اور اگر دونوں کی رائے شرع کے موافق ہے تو ماں کی رائے کو ترجیح دے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) بیشک اولیاء کرام جنتی ہیں اور ان کا جنتی ہونا قرآن وحدیث سے ثابت (۱) کما قال الله تعالیٰ وبشر الذین امنوا و عملو الصلحت ان لهم جنت تجری من تحتها الانهار (پ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۲۵) اور خوشخبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ان کیلئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں (۲) قال الله تعالیٰ والذین آمنوا وعملوا الصلحت اولئک اصحب الجنة هم فیها خلدون (پ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۸۲) اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ جنت والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے (۳) قال الله تعالیٰ والذین آمنو او عملوا الصلحت سند خلهم جنت تجری من تحتها الانهار خلدین فیها ابداً (پ ۵ سورۃ النساء آیت ۱۲۲) اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کچھ دیر جاتی ہے کہ ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں (۴) قال الله تعالیٰ ان الذین امنوا و عملو الصلحت کانت لهم جنات الفردوس نزلا (پ ۱۶ سورۃ الکہف آیت ۱۰۷) بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے (۵) قال الله تعالیٰ فالذین امنوا و عملوا الصلحت فی جنت النعیم (پ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۵۶) تو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ چین کے باغوں میں ہیں (۱) و قال رسول الله ﷺ من مات وهو یعلم انه لا اله الا لله دخل الجنة (مسلم شریف جلد اول ص ۴۱) یعنی جو اس حالت میں مرا کہ وہ جانتا تھا کہ بیشک اللہ کے سوا

کوئی معبود نہیں وہ جنت میں داخل ہوا (۲) قال رسول اللہ ﷺ من قال اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ وان محمداً عبدہ و رسولہ وان عیسی عبد اللہ وابن امتہ وکلمتہ القاھا الی مریم و روح منہ وان الجنۃ حق وان النار حق ادخلہ اللہ من ای ابواب الجنۃ الثمانیۃ شاء (مسلم شریف جلد اول ص۴۳) حضرت عبادہ ابن صامت سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو گواہی دے اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دے کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے ورسول ہیں اور گواہی دے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور اللہ کی اس بات سے بنے جو حضرت مریم کی طرف ڈالی گئی (یعنی صرف حکم خدا سے بنے ان کا کوئی باپ نہیں) اور عیسٰی اللہ کی بنائی ہوئی روح ہیں اور گواہی دے کہ جنت ودوزخ حق ہے اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے (۳) قال رسول اللہ ﷺ اشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ لا یلقی اللہ بھما عبد غیر شاک فیھما الا دخل الجنۃ (مسلم شریف جلد اول ص۴۲) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں نہیں ملے گا اللہ سے کوئی بندہ اس حالت میں جو ان دونوں کلموں میں شک نہ کرنے والا ہو مگر یہ کہ وہ جنت میں داخل ہوگا (۴) قال رسول اللہ ﷺ یاا باھریرۃ واعطانی نعلیہ اذھب بنعلی ھاتین فمن لقیت من وراء ھذا الحائط یشھد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بھا قلبہ فبشرہ بالجنۃ (مسلم شریف جلد اول ص۴۵) یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ کہ اے ابوہریرہ میرے ان دونوں جوتوں کو لے جاتو تو جس سے ملے اس باغ کے پیچھے کی طرف اگر وہ گواہی دیتا ہو کہ سوائے اللہ کے کوئی بندگی کے لائق نہیں تو اس کو جنت کی بشارت دو (۵) قال رسول اللہ ﷺ من شھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ حرم اللہ علیہ النار (مسلم شریف جلد اول ص۴۳)

حضرت عبادہ ابن صامت سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے گواہی دی اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ نے اس پر دوزخ حرام کردی۔

ان جیسی اور بیشمار آیات واحادیث ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور اسے رسول نے مومنین صالحین کو جنتی قرار دیا ہے یہ تو ان مومنین کا معاملہ ہے جو محض اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے اور اچھے عمل کیے پھر جو دوسروں کے ایمان لانے اور اچھے عمل کرنے کے باعث بنے جنہوں نے تبلیغ وارشاد کے ذریعہ ہزاروں گم گشتگان راہ کو ہدایت کی روشنی عطا کی اور جن کی تعلیمات آج بھی اہل حق کیلئے شمع ہدایت ہیں انکے جنتی ہونے میں کیا شک وتردد ہوسکتا ہے بیشک وہ جنتی ہیں اور اس طور پر کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اور انکے لئے کسی کی امداد واعانت کو اللہ ہی کی رضا ہی بس ہے کہ جب اللہ ان سے راضی ہوگیا تو ان کی دعائیں مقبول اور جب وہ مستجاب الدعوات ہوگئے تو ان سے استمداد واستفادہ وتوسل کیوں کر جائز نہیں۔ ان اولیاء کرام کی فضیلت وعظمت اور ان کے اہلیان جنت ہونے کے ثبوت میں مذکورہ آیات واحادیث ہی کافی وشافی ہیں لیکن ذیل میں ہم مزید چند آیات واحادیث نقل کرتے ہیں جن میں اللہ رب العزت اور اسکے محبوب والاعظمت نے صریح الفاظ میں انکی دوزخ سے بے پرواہی کا ذکر کیا ہے اور ارشاد فرمایا کہ اولیاء اللہ کی دشمنی ہماری دشمنی ہے(۶) قال اللہ تعالیٰ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (پ ۱۱ سورۂ یونس آیت ۶۲) سن لو بیشک اللہ کے ولیوں کو نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم (۷) قال اللہ تعالیٰ ان اولیاؤہ الا المتقون (پ ۹ سورۃ الانفال آیت ۳۴) اس (اللہ) کے اولیاء تو پرہیزگار ہیں (۸) قال اللہ تعالیٰ فیما یرویہ عنہ النبی ﷺ من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب (اخرجہ البخاری عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ عن ربہ عزوجل (بحوالہ فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۲۹۹) اللہ جل شانہ فرماتا ہے جس نے میرے کسی ولی

سے عداوت کی میں نے اس سے اعلان جنگ کیا(٦) وقال رسول الله ﷺ واذا احب الله عبدا لم یضره ذنب اخرجه الدیلمی (بحوالہ فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۲۸۳) جب اللہ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے کوئی گناہ تکلیف وضرر نہیں دیتا (۷) قال رسول الله ﷺ ان الله تعالی قال من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الیّ عبدی بشئ احب الیّ مما افترضت علیه وما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببته فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصره به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سألنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه وماترددت عن شئی انا فاعله ترددی عن نفس المؤمن یکره الموت وانا اکره مساء ته ولابد له منه رواه البخاری (مشکوۃ شریف ص ۱۹۷) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں اسے اعلان جنگ کرتا ہوں اور میں زیادہ پسند نہیں کرتا کہ میرا کوئی بندہ فرائض کے دوسرے ذریعہ سے میرا قرب حاصل کرے اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرلیتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ چاہتا ہے تو اسے پناہ دیتا ہوں اور جو مجھے کرنا ہوتا ہے میں اس میں تردد نہیں کرتا جیسے کہ میں اس مؤمن کی جان نکالنے میں توقف کرتا ہوں جو موت سے گھبراتا ہے اور میں اسے ناخوش کرنا پسند نہیں کرتا جبکہ موت اس کے لئے ضروری ہے(۸) قال رسول الله ﷺ من عادی اولیاء الله فقد بارز الله بالمحاربة اخرجه ابن ماجة (بحوالہ فتاوی رضویہ

جلد سوم ص ۲۹۹) جس نے اولیاء اللہ سے عداوت کی گویا وہ سر میدان اللہ سے لڑائی کو نکل آیا۔

مسلمانو ذرا طبع سلیم سے سوچو کہ اللہ ورسول جس کے لئے اعلان جنگ کریں کیا وہ اسے دوزخ میں ڈال دیں گے؟ حاش للہ ہرگز نہیں۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز ''فتاوی رضویہ'' جلد نہم ص ۵۲/ پر فرماتے ہیں ''اولیاء کرام، صوفیہ صدق، ارباب معرفت قدست اسرارهم ونفعنا الله ببركاتهم في الدنيا والآخرة کہ بنص قرآنی روز قیامت ہر خوف وغم سے محفوظ وسلامت ہیں قال الله تعالىٰ الا ان اولياء الله لاخوف عليهم ولاهم يحزنون تو اگر ان میں بعض سے براہ تقاضائے بشریت بعض حقوق الہیہ میں اپنے مقام کے لحاظ سے حسنات الابرار سیئات المقربین کوئی تقصیر واقع ہو تو مولیٰ عز وجل اس وقوع سے پہلے معاف فرما چکا قد اعطيتكم ان تسالوني وقد اجبتكم من قبل ان تدعوني وقد غفرت لكم من قبل ان تعصوني یونہیں اگر باہم کسی طرح کی شکر رنجی یا کسی بندہ کے حق میں کچھ کمی ہو جیسے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مشاجرات کہ ستكون لاصحابي زلة يغفرها الله لهم لسابقتهم معي تو مولیٰ تعالیٰ وہ حقوق اپنے ذمۂ کرم پر لے کر ارباب حقوق کو حکم تجاوز فرمائے گا اور باہم صفائی کرا کر آمنے سامنے جنت کے عالیشان تختوں پر بٹھائے گا کہ ونزعنا ما في صدورهم من غل اخوانا على سرر متقبلين. لہذا ثابت ہوا کہ اولیاء کرام جنتی ہیں اور ان سے استمداد جائز۔

اب ہم ذیل میں چند ایسی حدیثیں نقل کرتے ہیں جن میں اللہ رب العزت اور اسکے رسول ﷺ کی طرف سے بندوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اولیاء کرام سے استمداد کریں کہ اللہ نے انھیں قاضی الحاجات اور مستجاب الدعوت بنا دیا ہے انھیں کی رحمت میں اللہ کی رحمت ہے (۹) قال رسول الله ﷺ ان لله عبادا اختصهم بحوائج الناس يفزع الناس اليهم في

حوائجهم اولئک آمنون من عذاب الله (جامع الصغیر جلد ثانی ص ۴۷۷) اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جنھیں اس نے خلق کی حاجت روائی کے لئے خاص فرمادیا ہے لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں انکے پاس لاتے ہیں یہ بندے عذاب الٰہی سے محفوظ ہیں (۱۰) قال رسول الله ﷺ اطلبوا الحوائج الیٰ ذوی الرحمة من امتي ترزقوا وتنجحوا فان الله تعالیٰ یقول رحمتی فی ذوی الرحمة من عبادی (جامع الصغیر جلد اول ص ۵۳۹) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے: میرے رحم دل امتیوں سے اپنی حاجتیں مانگو رزق اور فلاح پاؤ گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری رحمت میرے رحم دل بندوں میں ہے" تفسیر بیضاوی" جلد ثانی ص ۴۲۲، برزیر آیت والنازعات غرقا والناشطات نشطا والسابحات سبحا فالسبقات سبقا الخ ہے او صفات النفوس الفاضلة حال المفارقة فانها تنزع عن الابدان غرقا ای نزعا شدیدا من اغراق النازع فی القوس وتنشط الی عالم الملکوت وتسبح فیها فتسبق الیٰ حظائر القدس فتصیر لشرفها وقوتها من المدبرات یعنی ان آیات کریمہ میں اللہ عزوجل ارواح اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے جب وہ پاک بدنوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے بقوت تمام جدا ہوکر عالم بالا کی طرف سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی حظیر ہائے حضرت قدس تک جلد رسائی پاتی پس اپنی بزرگی وطاقت کے باعث کاروبار عالم کے تدبیر کرنے والوں سے ہوجاتی ہیں امام اہلسنت اعلحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی فرماتے ہیں" علامہ احمد ابن محمد شہاب خفاجی عنایہ القاضی وکفایۃ الراضی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی وامام رازی رحمۃ اللہ علیہ سے اس معنیٰ کی تائید میں نقل کرکے فرماتے ہیں: ولذاقیل اذا تحیر تم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور الا انه لیس بحدیث کما توهم ولذااتفق الناس

علی زیارۃ مشاھد السلف والتوسل بھم الی اللہ تعالیٰ وان انکرہ بعض الملاحدۃ فی عصرنا والمشتکی الیہ ھو اللہ یعنی اس لئے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں متحیر ہوتو مزارات اولیاء سے مدد مانگو، یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا اور اسی لئے مزارات سلف صالحین کی زیارت اور انھیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگر چہ ہمارے زمانے کے بعض ملحدین لوگ اس کے منکر ہوئے اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے'' (الامن والعلیٰ ص ۴۱/۴۲) مذکورہ بالا دلائل وبراہین سے یہ امر اظہر من الشمس ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کو دنیا میں تصرفات وتدبیرات کا حق تفویض فرما کر مخلوقات کی حاجت روائی کی ذمہ داری سونپ دی ہے اور بندوں کو یہ حکم فرمایا کہ وہ انھیں سے اپنی حاجت روائی ومشکل کشائی کے طلب گار ہوں اس لئے کہ انکے وسیلے سے انکی مشکلیں حل کردی جائیں گی، اس سے سرمو اختلاف وانکار نہ کرے گا مگر کورا جاہل وگروہ باطل واللہ اعلم ورسولہ الاعظم۔

(۸) شوہر اگر بیوی کے دبر میں جماع کرے تو یہ وطی نہیں بلکہ لواطت ہے اور بیوی سے بھی لواطت حرام اگر ایسی صورت میں بیوی شوہر کی زیادتیوں سے تنگ آکر اسے قتل کردے تو اس پر کوئی الزام نہیں یونہی حالت حیض میں ''تفسیرات احمدیہ'' ص ۸۲ پر ہے :الاتیان فی دبر امرأتہ حرام ویسمی ھذہ اللواطۃ ایضاً ولھٰذا قال الفقہاء ان ارادرجل اللواطۃ من امرأتہ اووطیھا فی حالۃ الحیض فتقتلہ لایجب علیھا شئ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:ان رجلااتی امرأتہ فی دبرھا فوجد فی نفسہ من ذلک فانزل اللہ تعالی نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم (احکام القرآن جلد اول ص ۳۵۲) یعنی ایک شخص نے اپنی بیوی سے لواطت کی تو اسکے متعلق انکے دل میں خیال گزرا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی ''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتیوں

میں جس طرح چاہو" اس آیت کے تحت "تفسیرات احمدیہ" ص ۸۱ پر ہے اتیانکم النساء واجب من مکان امرکم الله به وهو القبل الذی هو موضع الحرث فیحرم ضده یعنی تم پر واجب ہے کہ عورتوں کے اس مقام میں جماع کرو جسکا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے اور وہ قبل (فرج یعنی آگے کا مقام) ہے جو کھیتی کی جگہ ہے تو اس کی الٹ (دبر یعنی پیچھے کے مقام میں جماع) حرام ہے، اسی میں صفحہ ۸۲ پر ہے: ای نساء کم موضع الحرث فجامعوهن فی موضع الحرث کیف شئتم وعلی ای حال شئتم بارکة او مستقبلة او مضطجعة او قائمة او قاعدة یعنی تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتی کی جگہ ہیں تو ان سے جماع کرو کھیتی کی جگہ میں جس طرح چاہو گھٹنے کے بل یا چت لٹا کر یا منہ کے بل لٹا کر یا کھڑا کر کے یا جھکا کر (یعنی طریقہ چاہے جو بھی ہو لیکن جماع فرج ہی میں ہو)۔

واضح ہو کہ شوہر کے اوپر بیوی کے حلال ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اس میں واقع مغلظات و ممنوعات بھی حلال ہو جائیں بلکہ یہ اللہ کی حدیں ہیں تو ان حدوں سے آگے نہ بڑھو بیشک جو حد سے آگے بڑھے وہی لوگ ظالم ہیں اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے (۱) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص اپنی بیوی کے دبر میں یا حالت حیض میں جماع کرے تحقیق کہ اس نے کفر کیا اس کے ساتھ جو محمد ﷺ پر اترا عن ابی هريرة عن رسول الله ﷺ قال من اتی حائضا او امراة فی دبرها فقد کفر بما انزل علی محمد ﷺ (احکام القرآن جلد اول ص ۳۵۳) (۲) قال رسول الله ﷺ ملعون من اتی امراة فی دبرها (معالم التنزیل جلد اول ص ۱۹۹) یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ملعون ہے وہ شخص جو اپنی بیوی کے دبر میں جماع کرے (۳) عن عکرمة قال جاء رجل الی ابن عباس فقال کنت اتی اهلی فی دبرها وسمعت قول الله نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم فظننت ان ذلک

لی حلال فقال یالکع انما قوله انی شئتم قائمة وقاعدة ومقبلة ومدبرة فی اقبالهن لا تعد ذلک الی غیرہ (تفسیر در منثور جلد اول ص ۲۶۳) حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عباس کے پاس آیا تو اس نے کہا میں اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرتا ہوں اور میں نے اللہ کا یہ قول سنا ''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو'' تو میں نے گمان کیا کہ یہ میرے لئے حلال ہے تو حضرت ابن عباس نے فرمایا اے بیوقوف بیشک اللہ کے اس قول ''تم جس طرح چاہو'' کا مطلب یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ کھڑا کر کے یا جھکا کر یا آگے سے یا پیچھے سے فرج ہی میں جس طرح چاہو جماع کرو اور اس کے غیر (یعنی دبر) کی طرف تجاوز نہ کرو (۴) عن ابی ھریرة قال: قال رسول الله ﷺ ان الذی یاتی امرأته فی دبرها لاینظر الله الیه یوم القیامة (ایضاً جلد اول صفحہ ۲۶۴) حضرت ابو ہریرۃ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص اپنی بیوی کے دبر میں جماع کرے قیامت کے روز اللہ اس کی طرف نظر التفات نہیں فرمائیگا (۵) عن ابن مسعود قال قال النبی ﷺ محاش النساء علیکم حرام (ایضاً جلد اول صفحہ ۲۶۵) حضرت ابن مسعود سے مروی ہے فرمایا نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے دبر تم پر حرام ہیں۔

لہذا ثابت ہوا کہ اپنی بیوی سے بھی لواطت حرام سخت حرام اشد حرام اور جو جوڑے اس فعل حرام کا ارتکاب کرتے ہیں سخت گنہگار مستحق قہر قہار و عذاب نار ہیں ان پر اپنی اس حرام کاری سے توبہ و استغفار لازم اور اس حرام کو حلال جان کر کرنے والے جوڑے احتیاطاً توبہ تجدید ایمان و تجدید نکاح بھی کریں کہ ایک روایت پر وطی فی الدبر کو حلال جاننا کفر ہے oral sex مکروہ ہے اس سے میاں بیوی دونوں کو احتراز لازم ہے ''عالمگیریہ'' جلد خامس ص ۳۷۲ پر ہے '' اذا ادخل الرجل ذکرہ فی فم امرأته قد قیل یکرہ وقد قیل بخلافه کذا فی الذخیرہ'' اور اگر

منہ میں انزال کرے تو بلاشبہ حرام بدکام بدانجام واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الکرام۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم　　　محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی غفرلہ

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم　　　مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی　　　۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ناسخ ومنسوخ آیتوں کی نشاندہی الگ الگ رنگوں میں کر کے قرآن مقدس چھاپنا کیسا ہے؟

(۲) پلاسٹک کی سرجری اگر کسی نے کرائی یوں کہ ہاتھ یا کسی اعضاء پر زخم کو چھپانے کے لئے پلاسٹک یا اس جیسی کوئی چیز اپنے بدن کے رنگ کی لگوائی تو اس کے اوپر سے پانی بہنے کی صورت میں وضو یا غسل ہوگا یا نہیں؟ جبکہ اسکا نکالنا متعذر ہو۔

(۳) کلون بنانا کیسا ہے؟ اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ کچھ بکری یا بھیڑ وغیرہ جانور کے کچھ اجزأ آپریشن کے ذریعہ نکالتے ہیں پھر انھیں جدید ٹکنالوجی کے ذریعہ پرورش کرتے ہیں پھر ایک بڑی بھاری رقم اور محنت صرف کر کے اس بکری یا بھیڑ کی شکل کا دوسرا ہم شکل جانور تیار کر دیتے ہیں ابھی یہ ٹکنالوجی جانوروں پر تجربہ کر کے کامیابی حاصل کر رہی ہے جو بعد میں چل کر آدمیوں پر بھی تجربہ کیا جاسکتا ہے اور ایک آدمی کے بدن سے کچھ اجزأ نکال کر اس کا ہم شکل دوسرا آدمی تیار کر سکتے ہیں۔

(۴) اعضاء کی پیوندکاری کرانا کیسا ہے؟ پرانا رائج طریقہ تو یہ ہے کہ آنکھ خراب ہوئی تو دوسرے کی آنکھ لگادی یا گردہ لگادیا، اب جدید ٹکنالوجی سے اس بات کی کوشش ہو رہی ہے کہ خود اعضائے انسانی تیار کئے جائیں مثلاً ہاتھ یا پاؤں وغیرہ اور جب کسی کو ضرورت پڑے تو اس کو لگا دیا جائے، یہ دونوں صورتیں شرعی نقطۂ نگاہ سے کیسی ہیں؟

(۵) کریڈٹ کارڈ پر پیسہ نکال کر بزنس کرنا کیسا ہے؟ جبکہ کریڈٹ کارڈ والوں کو دو فیصد رقم کم وبیش سود کے نام پر دینا پڑتی ہے اور تجارت میں سالانہ اس سے زیادہ نفع کی توقع اور مسلم تاجر کا فائدہ نظر آتا ہے اور کریڈٹ کارڈ کمپنیاں غیر مسلمین کی ہیں۔

(۶) کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے کے لئے پہلے ایک معاہدہ نامہ پر دستخط کئے جاتے ہیں جس پر وہ تمام شرائط ہوتی ہیں مثلاً ۱ کریڈٹ کارڈ کی سالانہ فیس ۱۰۰ ڈالر ہے یا فری Free ہے کوئی سالانہ فیس نہیں ہے ۲ جب کریڈٹ کارڈ استعمال کریں گے اور کریڈٹ کارڈ کمپنی وہ بل Bill بھیجتی ہے اگر یہ بل 30 یا 60 دن میں ادا نہ ہوا تو 5% سے 30% سود اس بل پر دینا ہوگا ۳ اگر ہمیں کیش لینا ہوگا تو اس پر جو Cash ہم نے نکلوایا اس وقت ہی کچھ age% سود لگ جاتا ہے تو کیا یہ سودی دستاویز میں آئے گا اور اس قسم کے معاہدہ Agrieement پر دستخط کرنا حدیث پاک کی روشنی میں سودی دستاویز پر دستخط کرنا ہوگا اور ایسے شخص پر اللہ اور اللہ تعالی کے پیارے حبیب ﷺ کی لعنت ہوگی یا نہیں شریعت مطہرہ ایسے کام کرنے کی اجازت دیتی ہے یا نہیں اور کریڈٹ کارڈ حاصل کرنا اس کا استعمال کرنا کیسا ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں انکا کیا حکم ہے؟

المستفتی: ڈاکٹر محمد خالد رضا رضوی شکاگو امریکہ

Dr Khalid Raza 3236W Balmoral Apt No 1E Chicago 1L6 8625 U.S.A

الجواب بعون الملک الوھاب:-(۱) جائز ہے جبکہ ناسخ ومنسوخ آیتوں سے متعلق رنگوں کی رعایت کرتے ہوئے ایسی توضیح کردی جائے تاکہ عوام الناس کے اذہان میں ناسخ ومنسوخ آیتوں کے تعلق سے ناقدری کا جذبہ پیدا نہ ہو ورنہ ایسی صورت میں سطحی اذہان کے حامل عوام انتشار واختلاف کا شکار ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ناسخ آیتیں سرخ رنگ میں پرنٹ (Print) ہوں اور منسوخ آیتیں زرد رنگ میں واللہ تعالی اعلم

(۲) ہو جائے گا جبکہ اس سرجری کا نکالنا متعذر و متعسر ہو اور نکالنے کی صورت میں ضرر شدید کا احتمال ہو" ہندیہ" جلد اول ص ۳۵ پر ہے: ومن ضرر الحل ان یکون فی مکان لا یقدر علی ربطھا بنفسه ولا یجد من یربطھا کذافی فتح القدیر اور اگر اس سرجری کو نکال کر بآسانی وضو یا غسل کر سکتے ہیں تو اس کا نکالنا لازم و ضروری ورنہ وضو یا غسل نہیں ہو گا لیکن بلا وجہ شرعی یہ سرجری بھی جائز نہیں جبکہ کسی ایسے زخم کو چھپانے کے لئے ہو جو محل عورت میں واقع ہو (یعنی ایسی جگہ جس کا چھپانا ضروری ہو کہ بلا وجہ شرعی کشف عورت جائز نہیں) یا اس زخم کا صحت پر کوئی منفی اثر نہ ہو یا چہرے پر محض زینت کیلئے ہو، اللہ تعالیٰ نے زینت کے لئے چہرے پر ملمع کاری کرنے اور کروانے والیوں پر لعنت فرمائی ہے: قال رسول اللہ ﷺ: لعن اللہ القاشرة والمقشورة وقال العلقمی قال فی النھایة القاشرة التی تعالج وجھھا او وجه غیرھا بالحمرة لیصفو لونھا (سراج منیر جلد ثالث ص ۱۷۷) اس حدیث کے تحت اس کے حاشیہ پر ہے "وقوله القاشرة التی تقشر وجھھا وتحسنه بنحو حسن یوسف لما فیه تغیر خلق اللہ والمقشورة التی وقع علیھا الفعل وان لم تباشر بنفسھا" واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) تخلیق صانع عالم اللہ رب العزت کی صفت ہے اور وہی تخلیق کلی و جزوی کا مختار کل ہے انسان شکل و شباہت میں تخلیقی طور پر مماثل پیدا کرنا تو کجا محض کسی ادنی سی چیونٹی کی بھی تخلیق نہیں کر سکتا انسان جسے اپنی تخلیق کا نام دیتا ہے اس میں وہ تولیدی اسباب مہیا کرتا ہے اور بس، اگر انسان اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لائے تو بھی کچھ تخلیق نہیں کر سکتا (۱) قال اللہ تعالیٰ قل اللہ خالق کل شیء و ھو الواحد القھار (پ ۱۳ سورۃ الرعد آیت ۱۶) تم فرماؤ اللہ (ہی) ہر چیز کا بنانے والا ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے (کنز الایمان) (۲) قال اللہ تعالیٰ ھل من خالق غیر اللہ یرزقکم من السماء والارض (پ ۲۲ سورۃ الفاطر آیت ۳) کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی

خالق ہے کہ آسمان اور زمین سے تمہیں رزق دے (کنز الایمان)(۳) وقال اللہ تعالیٰ اللہ خالق کل شیٔ وھو علی کل شیٔ وکیل (پ۲۴ سورۃ الزمر آیت ۶۲) اللہ (ہی) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز کا مختار ہے (کنز الایمان)۔

حیوان یا انسان اس وقت تک معرض وجود میں نہیں آسکتا جبتک کہ نرومادہ Male and (Female) کی منی (Sperm) کا انزال وانضمام (Fusion) نہ ہو خواہ وہ مباشرت کے ذریعہ (By Sex) ہو یا بلا مباشرت (With out Sex) ہو چنانچہ قرآن مقدس کی بے شمار آیتیں اس امر پر شاہد عدل ہیں (٤) قال اللہ تعالیٰ ثم جعلنٰہ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظما فکسونا العظٰما لحما ثم انشانٰہ خلقا آخر فتبٰرک اللہ احسن الخالقین (پ۱۸ سورۃ المؤمنون آیت ۱۳/۱۴) پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں پھر ہم نے پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی کی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھران ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا (کنز الایمان)(۵) وقال اللہ تعالیٰ ھو الذی خلقکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم یخرجکم طفلا ثم لتبلغوا اشدکم (پ۲۴ سورۃ المؤمن آ ٦٧) وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر تمہیں نکالتا ہے بچہ پھر تمہیں باقی رکھتا ہے کہ اپنی جوانی کو پہونچو (کنز الایمان)۔(٦) وقال اللہ تعالیٰ نحن خلقنکم فلو لا تصدقون افرأیتم ماتمنون ءأنتم تخلقونہ ام نحن الخالقون (پ۲۷ سورۃ الواقعہ آیت ۵۷/۵۸/۵۹) ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں نہیں سچ مانتے تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں (کنز الایمان)۔(۷) وقال اللہ تعالیٰ

یحسب الا نسان ان یترک سدی الم یک نطفة من منی یمنی ثم کان علقة فخلق فسوی فجعل منه الزوجین الذکر والانثی (پ۲۹ سورۃ القیامۃ آیت۳۶/۳۷/۳۸) کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی کا کہ گرائی جائے پھر خون کی پھٹک ہوا تو اس نے پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا تو اس سے دو جوڑ بنائے مرد اور عورت (کنزالایمان)۔(۸) وقال اللہ تعالٰی انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتلیه فجعلنٰه سمیعا بصیرا (پ۲۹ سورۃ الدہر آیت۲) بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ ہم اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا (کنزالایمان)۔(۹) وقال اللہ تعالٰی واللہ خلقکم من تراب ثم من نطفة ثم جعلکم ازواجا وما تحمل من انثی ولاتضع الابعلمه (۲۲ سورۃ الفاطر آیت۱۱) اور اللہ نے تمہیں بنایا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر تمہیں کیا جوڑے جوڑے اور کسی مادہ کو پیٹ نہیں رہتا اور نہ وہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے (کنزالایمان)۔
(۱۰) وقال اللہ تعالی فینظر الا نسان مم خلق خلق من ماء دافق یخرج بین الصلب والترائب (پ۳۰ سورۃ الطارق آیت ۷) تو چاہئے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا جست کرتے ہوئے پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے (کنزالایمان)۔

جبکہ ''ڈالی'' نامی بھیڑ کا کلون تیار کرنے والے اسکارٹ لینڈ کے ایڈن برگ میں واقع ''راسلن انسٹی ٹیوٹ'' (Roslin Institute) کے سائنسدانوں کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے ایک بالغ (Adult) مادہ بھیڑ کی تھن (Udder) سے مادۂ تولید ڈی این اے (Deoxyribonucleic acid) کو نکال کر سیل (Cell) کو بڑھنے سے روک دیا پھر ایک دوسری بھیڑ سے بیضہ (Egg) نکال کر اس کی مرکزیت (Nucleus) تبدیل (Transfer) کر کے نکالے گئے سیل کے ساتھ برقی اسپارک کے ذریعہ انزال (Fusion)

(for electric spark) کرادیا جس سے رحم (Ovary) میں علقہ تیار ہو گیا اور اسے سیل دینے والی بھیڑ کے رحم میں مکمل پرورش کیلئے ڈال دیا گیا اور پھر پانچ ماہ (5months) حمل کی مدت (Period of pregnancy) گزر جانے کے بعد ڈالی (Dolly) نامی بھیڑ کی پیدائش عمل میں آئی یعنی انھوں نے ایک مادہ بھیڑ کو مادہ بھیڑ ہی کے مادۂ منویہ (Egg cell) کے ذریعہ حاملہ کیا اور حمل کی مدت گزر جانے کے بعد باضابطہ ایک بھیڑ کی پیدائش بھی عمل میں آئی جس کا نام ڈاکٹر آئن ولموٹ نے ''ڈالی'' رکھا۔

یہ قرآن کی روشنی میں مادۂ تولید کا غیر فطری اور غلط استعمال ہے جو ناجائز وحرام ہے، آیت نمبر ۱۰ ر کے تحت ''معالم التنزیل'' جلد رابع ص ۴۷۳ ر پر ہے ﴿خلق من ماء دافق﴾ مدفوق ای مصبوب فی الرحم وھو المنی فاعل بمعنی مفعول کقولہ ﴿عشیۃ راضیۃ﴾ والدفق الصب واراد ماء الرجل وماء المرأۃ لان الولد مخلوق منھما وجعلہ واحداً لامتزاجھما یعنی اللہ نے انسان کو اس پانی سے پیدا کیا جو رحم میں بہایا جاتا ہے اور وہ منی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول '' عیشۃ راضیۃ '' سے مراد مرد وعورت کا پانی ہے اس لئے کہ بچہ دونوں سے پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے دونوں کے اشتراک (مرد وعورت کی منی کے مرکب) سے بنایا، اولاً تو یہ بلا وجہ شرعی خلق اللہ میں تغیر وتبدل اور منشأ ایزدی میں تصرف ہے جس کی قرآن نے پرزور مخالفت کی ہے (۱۱) قال اللہ تعالیٰ لا تبدیل لخلق اللہ (پ۲۱ سورۃ الروم آیت ۳۰) اللہ کی بنائی (ہوئی) چیز نہ بدلنا (کنز الایمان) کسے کیسے بنانا ہے کس کی شکل کیا ہونی ہے کون کیسا ہوگا یہ سب صانع عالم اللہ رب العزت کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اگر انسان نے مرضی مولیٰ کے خلاف اپنی مرضی اور اس کی عطا کردہ صلاحیت وقابلیت کا غلط استعمال کرتے ہوئے خلق اللہ میں کوئی تغیر وتبدل کرنے کی کوشش کی (خواہ وہ انسان

کے تولیدی عمل میں چھیڑ چھاڑ کے ذریعہ ہو یا حیوان کے تولیدی عمل میں) تو عین ممکن ہے کہ اس کی شکل وصورت ایسی ہو جائے جس کے بارے میں وہ سوچ بھی نہ سکے(۱۲)قال اللہ تعالیٰ وما نحن بمسبوقین علی ان نبدل امثالکم وننشئکم فی مالا تعلمون (پ ۲۷ سورۃ الواقعہ آیت ۶۱)اور ہم اس سے ہارے نہیں کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمہاری صورتیں ایسی کردیں (یعنی سؤر و بندر کی شکل بنادیں) جس کی تمہیں خبر نہیں (کنزالایمان)۔

جیسا کہ کلوننگ کی دنیا میں سب سے پہلے کامیاب سائنسٹک ''ڈاکٹر آئن ولموٹ'' (Ian Wilmut) نے خود اعتراف کیا ہے کہ اگر انسان کا کلون تیار کیا جائے تو اس کے لنگڑے لولے ،اندھے بہرے پیدا ہونے کا خدشہ اقوی ہے جو انسانیت کے تعلق سے ایک جرم ہوگا، ثانیاً اس سے دینی ودنیاوی کوئی بھی ضرورت وابستہ نہیں نہ ہی اس سے کسی قسم کا کوئی فائدہ ہے جبکہ نقصانات واتلافات کا خدشہ اقویٰ ہے، ثالثاً کلوننگ کا عمل غیر فطری ہے کہ قدرت نے مرد وعورت کی باہم ملابست ومباشرت کو محض ذہنی وجسمانی آسودگی وتلذذ کا ذریعہ ہی نہیں بنایا بلکہ اس عمل کو باعث افزائش نسل انسانی قرار دیا ہے اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ سائنس دانوں کے متذکرہ طریقے پر ہی ڈالی کی پیدائش عمل میں آئی اور اسی طور پر انسان کی بھی کلوننگ ممکن ہے تو مرد وعورت (مؤنث ومذکر) اس فطری ضرورت اور قدرتی نعمت سے محروم ہو جائیں گے جو قدرت نے ان کی جسمانی ملاپ میں رکھی ہے نیز اس میں جانوروں کو بھی بیجا اذیت ومضرت رسانی ہے جو حرام ہے، رابعاً اگر انسانی کلوننگ کو فروغ مل جائے تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا ،معاشرہ تباہ وبرباد ہو جائے گا اور جرائم پیشہ عناصر اور تخریب کاروں کی سرگرمیاں تیز سے تیز تر ہو جائیں گی پھر نسل انسانی اپنا وقار واحترام کھو کر ذلت وانحطاط کا شکار ہو جائیگی خامساً کلوننگ کے ذریعہ پیدا ہونے والا انسان حرامی اور غیر ثابت النسب ہوگا کہ اس عمل میں کسی بھی شخص کی منی کسی بھی عورت کے رحم میں

انجیکٹ (Inject) کر دیا جاتا ہے جس سے نکاح کی حکمت بالغہ (یعنی حفظ انساب) مفقود ہو جائے گی ایسی صورت میں پیدا ہونے والے بچے کے حرامی ہونے میں کوئی کلام نہیں جبکہ کسی غیر منکوحہ عورت کے رحم میں اس مادۂ منویہ کا رکھا جانا یقینی ہو اور دنیا جانتی ہے کہ حرامی اولاد کو معاشرے میں کس قدر بہ نظر حقارت دیکھا جاتا ہے کیونکہ وہ ثابت النسب ہے ہی نہیں لہٰذا کلون (Clone) بنانا ناجائز و حرام بدکام بدانجام، ہرگز کسی بندے کو یہ حق نہیں کہ وہ منشأ ایزدی میں کسی قسم کی مداخلت (Interfere) کرے واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اعضائے انسانی کی کاٹ چھانٹ اور اسکے اجزأ کا لین دین، بیع و شرأ ناجائز حرام اور تکریم انسانی کے یکسر خلاف ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ابن آدم کو اشرف المخلوقات مخدوم کائنات اور مکرم و محترم بنایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لقد کرمنا بنی آدم (پ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۰) بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی (کنز الایمان) پھر اللہ رب العزت نے انسان کے استعمال کے لئے جو کچھ زمین میں ہے پیدا فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ھو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعاً (پ ۱ سورۂ بقرہ آیت ۲۹) وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے (کنز الایمان) لہٰذا انسان کی کھال و بال اور اس کے اعضا کو قطع و برید کر کے کسی دوسرے کے جسم میں استعمال کیا جائے تو یہ انسانی تکریم و تشریف کے بالکل منافی ہے جس طرح خودکشی کرنا حرام اسی طرح اپنا کوئی عضو کسی دوسرے کو رضا کارانہ طور پر بہ معاوضہ یا بلا معاوضہ دینا حرام یونہی انسانی اعضاء کی خرید و فروخت، کاٹ چھانٹ، تراش و خراش بھی سخت حرام ہندیہ جلد خامس ص ۳۳۸ پر ہے: مضطر لم یجد میتة و خاف الھلاک فقال له رجل اقطع یدی و کلھا او قال اقطع منی قطعة و کلھا لا یسعه ان یفعل ذلک ولا یصح امرہ به کما لا یسع للمضطر ان یقطع قطعة من نفسه فیاکل کما فی

فتاویٰ قاضیخان اسلام نے ایک انسان کے عضو کو کسی دوسرے انسان کے لئے استعمال کرنا خود اس کی اجازت و رضامندی کے ساتھ بھی جائز نہیں رکھا اور نہ کسی انسان کو یہ حق ہے کہ اپنا کوئی عضو کسی دوسرے کو قیمتاً یا تحفتاً دیدے کیونکہ ایسے تصرفات کا حق اپنی ملک میں ہوتا ہے جبکہ روح انسانی اور اعضائے انسانی اس کی اپنی ملک نہیں بلکہ یہ اللہ رب العزت کی طرف سے ایک مقدس امانت ہے جو اسکے سپرد کی گئی ہے ظاہر ہے امین کو امانت میں کسی قسم کے تصرفات کا حق نہیں ''سیر کبیر'' میں ہے: وفیہ دلیل جواز المداواۃ بعظم بال وھذا لان العظم لا ینتجس بالموت علی اصلنا لانہ لاحیوۃ فیہ الا ان یکون عظم الانسان او عظم الخنزیر فانہ یکرہ التداوی بہ لان الخنزیر نجس کلحمہ لایجوز الانتفاع بہ بحال والآدمی محترم بعد موتہ علی ما کان علیہ فی حیاتہ فکما لایجوز التداوی بشئ من الآدمی الحی اکراما لہ فکذ لک لایجوز التداوی بعظم المیت قال رسول اللہ ﷺ کسر عظم المیت ککسر عظم الحی ''ہدایہ آخرین'' ص ۵۵/ اور ''بحرالرائق'' سادس ص ۸۸/ پر ہے: قولہ وشعر الانسان والانتفاع بہ ای لم یجز بیعہ والانتفاع بہ لان الآدمی مکرم غیر مُبتذل فلا یجوز ان یکون شئ من اجزاءہ مھانا مبتذلا'' فتاویٰ ہندیہ'' جلد خامس ص ۳۵۴/ پر ہے: الانتفاع باجزأ الآدمی لم یجز قیل للنجاسۃ وقیل للکرامۃ ھو الصحیح کذافی جواھر الاخلاطی (وفیہ) اذا کان برجل جراحۃ یکرہ المعالجۃ بعظم الخنزیر والانسان لانہ یحرم الانتفاع بہ کذافی الکبریٰ ''بدائع الصنائع'' جلد خامس ص ۱۴۲/ پر ہے: واما عظم الآدمی وشعرہ فلایجوز بیعہ لا للنجاسۃ لانہ طاھر فی الصحیح من الروایۃ لکن احتراما لہ والابتذال بالبیع یشعر بالاھانۃ. لہٰذا اسلام نے نہ صرف زندہ انسان کے کارآمد اعضاء بلکہ

قطع شدہ بیکار اعضاء واجزا کا بھی استعمال ممنوع قرار دیا حتی کہ مردہ انسان کے بھی کسی عضو کی قطع وبرید کو ناجائز وحرام قرار دیا ہے۔

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ اس طرح پر کہ دنیا کی تمام چیزوں کو کاٹ چھانٹ، کوٹ پیس کر غذاؤں اور دواؤں کے طور پر اپنے مفادات میں استعمال کرنے والا انسان خود استعمال کی شئی بن جائے اس سے بڑھکر اس کی توہین اور کیا ہو سکتی ہے؟ جبکہ اسلام نے اشرف المخلوقات، اکرم المخلوقات، اعظم المخلوقات کی خلعتیں اسی انسان کو عطا کیں ہیں ولہذا ہرگز ہرگز کسی کو یہ اجازت نہیں کہ اعضائے انسانی کی پیوند کاری کے ذریعہ حرمت انسانی کا مذاق اڑائے، البتہ دھات، مٹی، پلاسٹک یا سیلیکون ربڑ کے مصنوعی اعضاء کا استعمال جائز ہے یونہی حیوانات میں سے کسی حلال یا عندالضرورۃ ماسوی الخنزیر حرام جانور کا بھی عضو لگانا جائز ہے نیز اپنی جان بچانے کے لئے اگر اپنے ہی جسم کا کوئی عضو کار آمد ہو سکتا ہے تو یہ بھی جائز ہے بشرطیکہ عضو مقطوع کم درجہ کا ہو اور اس سے اسکو کوئی ضرر شدید نہ ہو "بدائع الصنائع" جلد خامس ص ۱۳۳ ر پر ہے: والثانی ان استعمال جزء منفصل عن غیرہ من بنی آدمی اھانۃ بذلک الغیر والآدمی بجمیع اجزائہ مکرم ولااھانۃ فی استعمال جزء نفسہ فی الاعادۃ الی مکانہ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶/۵) اگر واقعی حاجت ہے اور اس کے بغیر کاروبار کا متاثر ہو جانا یقینی ہو تو جائز اس صورت میں جبکہ مسلم کا بہر حال فائدہ ہو اور انھیں تھوڑا دینا پڑے اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز "فتاویٰ رضویہ" جلد نہم ص ۱۰۲ ر پر فرماتے ہیں "ہاں اگر محض عذر شرعی کے لئے سودی قرض بقدر ضرورت لے تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ مواضع ضرورت کو شرع نے خود استثناء فرمادیا ہے: قال اللہ تعالیٰ واتقوا اللہ ما استطعتم وقال تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الاوسعھا "درمختار" میں ہے: یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح اور اگر کریڈٹ کارڈ

(Credit Card) کے بغیر بھی کاروبار بحسن وخوبی چل سکتا ہے تو جائز نہیں کہ اس صورت میں معاہدے کے وقت ایک ناجائز شرط کے دستاویز پر دستخط کرنا ہوگا جو ناجائز ہے کما قال رسول اللہ ﷺ: لعن اللہ الربا وآکلہ وموکلہ وکاتبہ وشاھدہ وھم یعلمون والواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ والنامصۃ والمتنمصۃ (جامع الصغیر جلد کا مس صفحہ ۲۶۸/۲۶۹) یعنی اللہ کی لعنت ہو سود لینے اور دینے والے پر اور اس کا کاغذ لکھنے اور اس کی گواہی دینے والے پر اور یہ سب برابر ہیں اور بال ملانے اور ملوانے والیوں پر اور گودنے اور گودوانے والیوں پر اور بال نوچنے اور نوچوانے والیوں پر یعنی ان عورتوں پر جو بھوں کے بال نوچ کر ابرو کو خوبصورت بناتی اور بنواتی ہیں۔ اس صورت میں کریڈٹ کارڈ کے استعمال کرنے والے، اس کے حصول کے لئے دستاویز لکھنے والے، اس پر گواہی دینے والے اور اس میں کسی بھی طرح کی معاونت کرنے والے سب اس حدیث پاک کے مصداق ہونگے لہذا اس طرح کریڈٹ کارڈ حاصل کرنا ناجائز وحرام، جو لوگ ایسا کریں ان پر اس فعل حرام سے توبہ واستغفار لازم البتہ معاہدے کے وقت کریڈٹ کارڈ ہولڈر (Holder) اگر زبانی یہ کہدے کہ میں اس رقم کو مقررہ وقت کے اندر ہی واپس کردونگا تو جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم — محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی غفرلہ

فقیر محمد اختر رضا قادری از ہری غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم — مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی — ۳ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بالغہ کو شادی کرنے کے کیا حقوق حاصل ہیں کیا وہ صرف اپنی برادری میں ہی شادی کرسکتی

ہے یا کسی دوسری برادری میں بھی شادی کرسکتی ہے بالغہ لڑکی کو اس میں اپنے ماں باپ کی اجازت کی ضرورت ہے یا نہیں بالغہ لڑکی کے حقوق از روئے شرع تفصیل سے بیان کرنے کی مہربانی فرمائیں۔

المستفتی: نسیم اختر نوری

راہی ٹینٹ ہاؤس گدڑی بازار چھپرہ بہار

الجواب بعون الملک الوهاب :- بالغہ اپنے کفوء میں بغیر اذن ولی نکاح کرسکتی ہے اور وہ نکاح نافذ ہو جائے گا، کفوء کے معنی یہ ہیں کہ مرد عورت سے حسب ونسب، عزت وشرافت، پیشہ و تجارت میں کسی طرح کم نہ ہو، کفاءت میں چھ چیزوں کا اعتبار ہے (۱) نسب (۲) اسلام (۳) حرفہ (۴) حریت (۵) دیانت (۶) مال اور کفاءت صرف مرد کی جانب سے معتبر ہے نہ کہ عورت کی جانب سے اگر چہ وہ نہایت ہی کم درجہ کی ہو، اور اگر اس بالغہ نے بغیر اذن ولی کسی غیر کفوء سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح سرے سے باطل ہوا ''درمختار'' میں ہے: و یفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلاً هو المختار للفتوی لفساد الزمان (درمختار جلد سوم صفحہ نمبر ۵۶، ۵۷) غیر کفوء کے معنی شرعاً یہ ہیں کہ مرد عورت سے مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں اس درجہ کم ہو کہ اس سے اس کا نکاح اولیاء عورت کے لئے واقعی باعث ننگ و عار ہو اور یہاں یہی امر بنائے عدم کفاءت ہے کما فی فتح القدیر: فان الموجب هو استنقاض اهل العرف فیدور معه (فتح القدیر جلد دوم صفحہ نمبر ۴۲۴) بعض عوام کے یہ جاہلانہ خیالات ہیں کہ صرف اپنی ہی برابری کے افراد کو کفوء سمجھتے ہیں دوسری قوم والے کو غیر کفوء سمجھتے ہیں اگر چہ وہ ان سے حسباً نسباً شرفاً افضل ہوں یہ غلط و بے اصل ہے اور شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں جیسے شیخ صدیقی شیخ فاروقی کو اپنا کفوء نہ جانیں اور سید شیخ صدیقی یا فاروقی کو اپنا کفوء نہ جانیں حالانکہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا: قریش بعضهم لبعض اکفاء بطن ببطن و العرب بعضهم لبعض اکفاء قبیلة بقبیلة

والموالی بعضهم لبعض اکفاء (زیلعی صفحہ نمبر ۲۳۲) اور اگر لڑکی کا ولی اقرب یعنی باپ نہیں اور غیر ولی یعنی ماں نے چچا کی موجودگی میں بغیر اس کے اذن کے باذن زن بالغہ غیر کفوء سے نکاح کردیا تو یہ حقیقتاً زن بالغہ کا بغیر اذن ولی از خود نکاح کرنا ہوا جو باطل ہے کما فی الفتاوی خیریة : سئل فی بکر بالغة زوجها اخوها لامها من غیر کفوء باذنها اجاب تزویجه لها باذنها کتزوجها بنفسها وهی مسئلة من نکحت غیر کفوء بلارضاء اولیائها اھ ملخصاً (فتاوی خیریہ جلد اول صفحہ نمبر ۲۵) حتی کہ اگر کوئی شخص دھوکہ ومکر وفریب دیکر یعنی اپنے آپ کو شیخ یا سید یا صدیقی یا فاروقی بتلا کر برضاء اولیاء نکاح کرلے پھر بعد کو اولیاء زن کو معلوم ہوا کہ یہ شخص ایسی قوم کا ہے یا ایسا پیشہ کرتا ہے جس سے اولیاء زن کو عار محسوس ہو تو انہیں نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے جیسا کہ "شامی" میں ہے: فی البحر عن ظهیریة لو انتسب الزوج لها نسبا غیر نسبه فان ظهر دونه وهو لیس بکفوء فحق الفسخ ثابت للکل (شامی جلد سوم صفحہ نمبر ۸۵) اور روایت مفتی به مختار للفتوی یہ ہے کہ بالغہ ذات الاولیاء جو خود اپنا نکاح غیر کفوء سے کرلے وہ اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے کہ ولی شرعی قبل از نکاح صراحۃً اپنی رضا کا اظہار کرے اور وہ یہ بھی جانتا ہو کہ یہ شخص غیر کفوء ہے ورنہ اگر عدم کفاءت پر مطلع نہ تھا یا تھا مگر قبل نکاح اس نے اپنی رضامندی کا تصریحاً اظہار نہ کیا تو ہرگز نکاح نہ ہوگا اگرچہ ولی مذکور وقت نکاح ساکت بھی رہا ہو جیسا کہ درمختار جلد سوم صفحہ نمبر ۵۶/۵۷ پر ہے: و یفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازه اصلاً بلارضی ولی بعد معرفته ایا ہ فلیحفظ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم — محمد عبد الرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی غفرلہ

قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ القوی

مرکزی دارالافتاء، ۸۲، سوداگران بریلی شریف

۱۰ر جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسائل میں کہ

سوال نمبر ۱:- مسجد کے اندر تصویر کھینچنا یا کھینچوانا کیسا ہے؟

۲:- عید کے دن خطبہ کے درمیان امام صاحب کیلئے پیسہ اٹھانا آداب خطبہ کے خلاف ہے یا نہیں؟

۳:- عیدین کی نماز کے بعد عورتوں کو جمع کر کے عیدین کا خطبہ سنانا اور خطبہ کے بعد پیسہ اٹھانا کیسا ہے؟

۴:- عورتوں کے لئے عیدین کی نماز میں کسی عورت کا امام بنکر خطبہ اور نماز پڑھانا کیسا ہے؟

۵:- رمضان شریف میں روزہ کی حالت میں گل اور Tooth Paste سے منھ دھونا کیسا ہے؟

۶:- مسجد کے اندر سونا اور بچوں کو دینی تعلیم دینا، غسل کرنا، کپڑا دھونا کیسا ہے؟

۷:- قطر کے شیخ سے پیسہ لیکر مسجد اور مدرسہ کی تعمیر میں لگانا کیسا ہے؟ اس سے سلام وکلام کرنا، اسے سنی کہنا اسکے ساتھ کھانا پینا اسکے پیچھے نماز پڑھنا کیا صحیح ہے؟

۸:- نیپال میں سود کھانا (یا سود لینا دینا) کیا جائز ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نیپال دارالحرب ہے اسلئے سود لینا دینا جائز ہے، صحیح کیا ہے؟

۹:- بعد نماز نمازی بغیر دعا مانگے جا سکتا ہے کہ نہیں؟ بعد نماز دعا کیا ہے فرض سنت مستحب یا کیا ہے؟ بغیر دعا کے نماز ہوگی یا نہیں؟

۱۰:- مدرسہ کی رسید پر مدرسہ کیلئے چندہ کر کے اس رقم کو مسجد کے کسی کام میں لگانا کیا درست ہے؟ اس رقم سے مسجد کے امام کو تنخواہ دینا کیسا ہے؟

۱۱:- وہابی اور دیوبندی کے یہاں شادی کرنا کیسا ہے؟ اگر کسی نے کسی دیوبندی لڑکے یا لڑکی کا نکاح پڑھا دیا تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

۱۲:- جمعہ یا عیدین یا نکاح کا خطبہ مائک پر پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

۱۳:-نیپال میں Banking کے کاروبار کے لئے کوئی ادارہ اگر کوئی مسلمان رجسٹرڈ کرا کر اس ادارے کے اصول وضوابط اور قوانین کے تحت قرض لگا کر مسلم مقروض سے سود وصول کرتا ہے اس کے لئے شرع کا کیا فیصلہ ہے؟

۱۴:-عورتوں کو اولیاء کے مزارات پر جانا کیسا ہے؟

۱۵:-اولیاء اللہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ ولی کے لئے کرامت کا ظاہر ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ ولی کسے کہتے ہیں؟

۱۶:-مدرسہ اور مسجد کو ذاتی میراث سمجھنا کیا صحیح ہے؟ آپسی رنجش کی بنا پر کسی کا یہ کہنا کہ زیادہ بات مت کرو ورنہ مدرسہ اور مسجد دونوں میں تالا لگا دونگا کیا ایسا کہنا درست ہے؟

۱۷:-سودخور اور جواری کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد نور عالم نوری

ملنگوا نگر پالیکا وارڈ نمبر۵رضلع سرلاھی نیپال

الجواب بعون الملک الوھاب :- کہیں بھی کسی بھی ذی روح کی تصویر کھینچنا کھنچوانا سخت حرام بدانجام ہے اور مسجد جیسی متبرک ومسعود جگہ میں اس قبیح وشنیع فعل کا ارتکاب تو اور زیادہ حرام بلکہ اشد حرام ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کل مصور فی النار یجعل اللہ لہ بکل صورۃ صورھا نفسا فتعذبہ فی جھنم یعنی ہر مصور (تصویر بنانے والا) جہنم میں ہے اللہ تعالیٰ ہر تصویر کے بدلے جو اس نے بنائی تھی ایک مخلوق بنائیگا وہ جہنم میں اس پر عذاب کریگی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: صنعت طعا ما فد عوت رسو ل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجاء فرأی تصاویر فرجع (زادالاربعۃالاخیرون) فقلت یا رسول اللہ ما رجعک بابی وامی قال ان فی البیت سترا فیہ تصاویر وان الملئکۃ لا تد خل

بیتا فیہ تصاویر یعنی میں نے حضور پرنور ﷺ کی دعوت کی حضور تشریف لائے پردہ پرکچھ تصویریں بنی دیکھیں واپس تشریف لے گئے میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر نثار کس وجہ سے حضور کی واپسی ہوئی فرمایا گھر میں پردہ پر کچھ تصویریں تھیں اور فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس گھر میں تصویریں ہوں، تیسری حدیث امام بخاری و مسلم ونسائی وابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی: قدم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سفر و قد سترت سهوة لی بقرام فیه تماثیل فلما رآه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم تلون وجهه وقال یا عائشة اشد الناس عذابا عند الله یوم القیامة الذین یضاهؤن بخلق الله و فی روایة للشیخین قام علی الباب فلم یدخل فعرفت فی وجه الکراهیة فقلت یا رسول الله اتوب الی الله والی رسوله ماذا اذنبت فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان اصحاب هذه الصور یعذبون یوم القیمة فیقال لهم احیوا ما خلقتم و قال ان البیت الذی فیه الصور لاتدخله الملائکة و فی اخری لهما تناول الستر فهتکه و قال من اشد الناس عذاب یوم القیمة الذین یصورون هذه الصور یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر سے تشریف فرما ہوئے میں نے ایک دروازہ پر تصویر دار پردہ لٹکا دیا تھا جب حضور اقدس ﷺ واپس تشریف لائے تو اسے ملاحظہ فرما کر آپ کے چہرۂ انور کا رنگ بدل گیا اندر تشریف نہ لائے ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ میں اللہ کی طرف اور اللہ کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں مجھ سے کیا خطا ہوئی حضور اقدس ﷺ نے وہ پردہ اتار کر پھینک دیا اور ارشاد فرمایا اے عائشہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سخت تر عذاب روز قیامت ان مصوروں پر ہے جو خدا کے بنائے ہوئے کی نقل کرتے ہیں ان پر روز قیامت عذاب ہوگا ان

سے کہا جائیگا یہ جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈال دو جس گھر میں یہ تصویریں ہوتی ہیں اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے واللہ تعالیٰ اعلم

۲:- خطبہ سننا واجب ہے لہٰذا دوران خطبہ پیسہ وصول کرنا جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

۳/۴:- عورتوں پر نمازیں عیدین واجب نہیں لہٰذا ان کو جمع کر کے خطبہ سنانا یا انکا بذات خود نماز عیدین پڑھنا پڑھانا کیسے درست ہوسکتا ہے ان پر لازم ہے کہ اس سے باز آئیں اور فرداً فرداً اپنے گھروں میں نماز پڑھیں واللہ تعالیٰ اعلم

۵:- منجن اور Tooth paste کا استعمال روزہ کی حالت میں اس وقت جائز ہے جب کہ اطمنان کافی ہو کہ اس کا کوئی بھی جز حلق میں نہیں جائیگا مگر بلا ضرورت شرعی مکروہ ضرور ہے کما فی در المختار: کرہ ذوق شئ و مضغہ بلا عذر (صفحہ نمبر ۴۱۶) گل کے استعمال میں بعض حضرات کو نشہ طاری ہو جاتا ہے لہٰذا ان کے لئے گل کا استعمال سرے سے ناجائز ہے اور جن کو نشہ نہیں ہوتا یعنی جو اس کے عادی ہیں ان کے لئے احتیاط مذکورہ کے ساتھ مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم

۶:- غیر معتکف کو مسجد میں سونا جائز نہیں، مسجد میں تعلیم و تعلم کے لئے چند شرائط ہیں (۱) تعلیم دینی ہو (۲) معلم سنی صحیح العقیدہ ہو وہابی بد مذہب نہ ہو (۳) معلم بلا اجرت تعلیم دیتا ہو ورنہ کار دنیا ہو جائے گا (۴) بچے اتنے چھوٹے اور نا سمجھ نہ ہوں کہ شور وغل کے ذریعہ مسجد کی بے ادبی و بے حرمتی کریں گے (۵) جماعت کے وقت جگہ تنگ نہ ہو ورنہ اس کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا کہ مسجد کا مقصد اصلی جماعت ہی ہے (۶) شور وغل سے نمازی کو ایذا نہ پہونچے (۷) معلم یا طالب علم کے بیٹھنے سے قطع صف نہ ہو، اگر شرائط مذکورہ کا کامل التزام ہو سکے تو جائز ورنہ نہیں مگر اب فتویٰ اس پر ہے کہ عند الضرورت معلم جو اجرت لیتا ہو اسے بھی مسجد میں پڑھانا جائز ہے، مسجد میں کپڑے دھونا و غسل کرنا سخت حرام واللہ تعالیٰ اعلم

۷:- قطر کا شیخ اگر وہابی ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو اسکا پیسہ مسجد و مدرسہ میں لگانا جائز نہیں دیگر دینی امور میں بھی اس سے مدد لینا ناجائز و حرام ہے، اس سے سلام و کلام اسکے ساتھ کھانا پینا اور اسکے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک کرنا حرام اور واقف حال ہوکر اس کو سنی اور معظم سمجھنا کفر ہے کہ علماء حرمین طیبین نے وہابیوں دیوبندیوں کو کافر و مرتد قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر واللہ تعالیٰ اعلم

۸:- مسلمانوں کا مسلمان یا ذمی کافروں سے سود لینا دینا حرام قطعی ہے کما قال اللہ تعالیٰ :واحل اللہ البیع و حرم الربٰوا دارالحرب میں صرف حربی سے سود لینا جائز ہے کما فی الھندیۃ: لاربٰوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب واللہ تعالیٰ اعلم

۹:- بعد نماز دعاء مانگنا سنت ہے بلا عذر شرعی اسکا ترک کرنا جائز نہیں کہ دعاء مغز عبادت ہے حضور اقدس ﷺ نے دعاء کی تاکید فرمائی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰:- حیلۂ شرعی کے بعد اس کا تصرف ہر دینی امور میں جائز و درست ہے اور اس رقم کو مسجد میں لگانا ،اور امام کو تنخواہ دینا بھی جائز و مباح ہے واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱:- وہابی دیوبندی بالعموم کافر و مرتد ہیں اور ان کے کفر میں ادنیٰ شک بھی کفر ہے جیسا کہ علماء حرمین طیبین نے فرمایا: من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر ان کے ساتھ شادی بیاہ میل جول، سلام کلام، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا سب حرام قال اللہ تعالیٰ: و اما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین (سورہ انعام پ۷ آیت ۶۸) وقال رسول اللہ ﷺ: فلا تجالسوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم و تنا کحوھم و اذا مرضوا فلا تعودوھم واذ ماتوا فلا تشھد و ھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم (ابوداؤد و ابن ماجہ وابن حبان وعقیلی) مرتد مرتدہ کا نکاح دنیا میں کسی کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا کما فی

الهندية: ولا يجوز للمرتدان يتزوج مرتدة ولا مسلمة و كافرة آصلية و كذلک لا يجوز نكاح المرتدة مع احد كذا فی المبسوط (فتاویٰ ہندیہ جلد اول صفحہ ۲۸۲) اگر کسی شخص نے وہابی دیوبندی کے ساتھ اس کے کفریات سے واقفیت کے باوجود بھی لڑکے یا لڑکی کا نکاح پڑھادیا تو وہ بھی کافر اور خارج از اسلام ہو جائیگا پھر اس سے مسلمانوں کو ترک تعلق کا حکم ہوگا اور اگر عدم واقفیت کی بنا پر پڑھایا تو کفر نہیں مگر ان صورتوں میں سخت گنہگار رہوگا اور لڑکا لڑکی کو علیحدگی اور توبہ واستغفار کا حکم ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲:- خطبہ خواہ جمعہ یا عیدین یا نکاح کا ہو مائک پر پڑھ سکتے ہیں شرعاً کوئی قباحت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳:- مسلمانوں کا آپس میں سود لینا دینا حرام قطعی ہے کما قال اللہ تعالیٰ: حرم الرباء، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لعن الله آكل الربا و موكله و كاتبه و شاهده یعنی اللہ کی لعنت ہو سود کھانے والے اور اس کے کھلانے والے اس کا کاغذ لکھنے والے اور اسکی گواہی دینے والے پر لہذا مذکورہ بینک کا مسلمانوں کے ساتھ سودی کاروبار نا جائز وحرام ہے، دار الحرب میں حربی سے سود لینا جائز اور حربی میں وہ بھی داخل ہے جو وہاں مسلمان ہوا اور ابھی تک دار السلام کی طرف ہجرت نہ کی ہو جیسا کہ "درمختار" جلد پنجم صفحہ ۱۸۶ پر ہے: وحكم من اسلم فی دار الحرب ولم يهاجر الينا كحربی فللمسلم الربا معه خلافا لهما لان ما له غير معصوم فلو ها جر الينا ثم عاد اليهم فلا ربا اتفاقا واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴:- مزارات اولیاء پر عورتوں کا جانا ناجائز وحرام ہے جب تک وہ اپنے گھروں کو واپس نہیں ہو جاتیں فرشتے ان پر لعنت بھیجتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵:- یوں تو ولایت کو دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں پہلی قسم "عامہ" دوسری قسم "خاصہ" ولایت عامہ تمام اہل ایمان واسلام کو شامل ہے اور ولایت خاصہ راہ سلوک میں واصلان حق کے ساتھ خاص

ہے پھر راہ سلوک ووصال میں اولیاء اللہ کی پانچ قسمیں ہیں: نقباء، نجباء، ابدال، اوتاد، اقطاب کمافی الحاوی: فقد بلغني عن بعض من لا علم عنده انكار ماشتهر عن السادة الاولياء من ان مُنهم ابدالا و نقباء و نجباء و اوتادا و اقطابا، وقد و ردت الاحاديث والآثار باثبات ذلك فجمعتها في هذه الجزء لتستفاد ولا يعول على انكار اهل العنادو سميته "الخبر الدال" على وجود القطب والاوتاد والنجباء والابدال (الجزء الثانی صفحہ نمبر ۲۴۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی قدس سرہ نے اولیاء کرام کے ۱۴ درجات بتائے ہیں، صلحاء، سالکین، قانتین، واصلین، نجبا، نقبا، ابدال، بدلا، اوتاد، امامین، غوث، صدیق، نبی، رسول، تین پہلے سیر الی اللہ کے ہیں باقی سیر فی اللہ کے اور ولی ان سب کو شامل (الملفوظ حصہ چہارم صفحہ نمبر ۲۲) ولی کے لغوی معنی مالک، سردار، مخدوم، محافظ، سرپرست، دوست، یار کے ہیں اصطلاح صوفیہ میں وہ شخص جو خدا کی قربت اور اس سے نزدیکی رکھتا ہوا سے ولی کہتے ہیں سید شریف علی بن محمد "تعریفات" میں فرماتے ہیں: الولی فعیل بمعنی الفاعل وهو من توالت طاعته من غير ان يتخللها عصيان او بمعنى المفعول، فهو من يتوالى عليه احسان الله و افضاله والولى هو العارف بالله و صفاته بحسب مايمكن المواظب على الطاعات المجتنب عن المعاصي المعرض عن الانهماك في اللذات والشهوات (تعریفات صفحہ ۲۲۷) ولی کے لئے کرامت کاظہور ضروری نہیں بلکہ بلا حاجت شرعیہ اظہار کرامت باعث سلب ولایت ہے واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶:- مسجد و مدرسہ کو ذاتی میراث سمجھنا غلط و باطل ہے اور یہ کہنا کہ "زیادہ بات مت کرو ورنہ مدرسہ و مسجد دونوں کو تالا لگا دونگا" سخت قبیح و شنیع ہے قائل توبہ و استغفار کرے واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷:- سود خور اور جواری کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی، کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب

جب تک وہ توبہ واستغفار نہ کرے اسکی امامت درست نہیں لہٰذا اسے امام نہ بنایا جائے واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی غفرلہ

الاجوبۃ کلھا صحیحۃ واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ر سوداگران بریلی شریف

۷ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین فی زمانہ فتاویٰ رضویہ کے ان دو مسئلوں سے متعلق کہ

فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۴۱۹ر طابع امجدیہ کراچی میں سائل نے سوال کیا پتلون پہن کر نماز پڑھنے سے متعلق، اعلیٰ حضرت قبلہ نے جواب دیا پتلون پہننا مکروہ اور مکروہ کپڑے سے نماز بھی مکروہ ۔ دوسرا سوال مذکورہ جلد ص ۴۲۲ر میں وکیل شیخ حامد حسین کے سوال کہ انگریزی وضع کے کپڑے پہننا کیسا اور ان کپڑوں سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ سے متعلق اعلیٰ حضرت قبلہ کا جواب ''انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام سخت حرام اشد حرام اور انہیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی قریب حرام واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار مستحق عذاب'' آج کل یہ لباس مسلم عوام میں کثرت سے استعمال ہو رہا ہے اب کیا حکم ہے وضاحت سے معلوم کرائیں کرم ہوگا بینوا توجروا۔

المستفتی: عبدالوحید فاروقی

میمن حنفی مسجد کولمبو سری لنکا

الجواب بعون الملک الوھاب :- دربارۂ وضع فساق فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص ۴۲۲ ر اور مطبوعہ کراچی کے صفحہ مذکور پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا یہ حکم اس وقت کا ہے جب انگریزی وضع قطع کا لباس انگریزوں کا شعار قومی تھا انہیں تک محدود اور انہیں کے ساتھ خاص تھا اور ''جو وضع کسی قوم کے ساتھ مخصوص ہو یا اس کا شعار قومی ہو اس سے مسلمانوں کو اپنانا ناجائز و حرام ہے''

مشکوٰۃ شریف'' صفحہ ۳۷۵ پر ہے: من تشبہ بقوم فھو منھم یعنی جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے اب جبکہ انگریزی لباس مثلاً پینٹ شرٹ وغیرہ کا پہننا انگریزوں کے ساتھ خاص نہ رہا بلکہ دیگر قوموں کے ساتھ مسلمانوں میں بھی عام ہوگیا تو اب یہ کسی ایک قوم کا وضع مخصوصہ اور شعار قومی نہ رہا اور نہ ہی اب یہ انگریزوں کا شعار قومی کہلائے گا لہٰذا اب وہ حکم سابق نہ رہا البتہ اسے پہننا اب بھی کراہت سے خالی نہیں کہ یہ وضع صلحاء نہیں بہر حال وضع فساق ہے کہ لباس مذکور ابھی اتنا عام نہیں ہوا کہ صلحاء، علما اور متقین بھی استعمال کرتے ہوں بلکہ اکثر فساق ہی استعمال کرتے ہیں ان میں بھی کچھ ایسے ہوتے ہیں جو بدرجۂ مجبوری اسے استعمال کرتے ہیں بلکہ بعض پہننے والے خود بھی اسے کوئی اچھا لباس نہیں تصور کرتے اور لوگوں کا اسے معیوب سمجھنا ہی اس کی کراہت کو کافی لہٰذا ایسی صورت میں مطلقاً مکروہ تنزیہی کا حکم ہے اور اگر پہننے والا بہ نیت تشبہ پہنے تو مکروہ تحریمی قریب الحرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الاعظم

محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی غفرلہ   صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

۲۵ رذی قعدہ ۱۴۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسائل ذیل کے بارے میں کہ

۱:- اگر مطلع صاف ہو تو ہلال رمضان اور ہلال عید کیلئے کتنے آدمیوں کی شہادت ضروری ہے؟

۲:- اگر مطلع صاف نہ ہو بلکہ ابر آلود و کہر آلود ہو تو ہلال رمضان و ہلال عید کیلئے کتنے آدمیوں کی شہادت ضروری ہے؟

۳:- مطلع کے صاف نہ ہونے کی شکل میں کیا ہلال رمضان اور ہلال عید دونوں کیلئے شہادت شرط

ہے یاہلال رمضان اور ہلال عید میں کچھ فرق ہے؟

۴:- ہلال رمضان و ہلال عید کا ثبوت کیا آلات جدیدہ مثلاً ٹیلیفون ،فیکس، تار، ریڈیو سے ہوسکتا ہے یانہیں مذکورہ آلات کے ذریعہ خبر کسی درجہ میں معتبر ہے یا بالکل ساقط الاعتبار ہے؟

۵:- کسی شہر میں چاند کی رویت ہوگئی ہے اور شرعی شہادت کے بعد اس شہر کی ہلال کمیٹی نے چاند کا اعلان کردیا تو کیا یہ اعلان صرف اسی شہر کیلئے معتبر ہے یا اس اعلان کا اعتبار دوسرے شہروں میں بھی کیا جاسکتا ہے؟ اور اسکے لئے کیا شرائط ہیں؟

۶:- اختلاف مطالع معتبر ہے یانہیں اور کتنی مسافت پر اختلاف مطالع مانا جاتا ہے؟

۷:- ایک شہر میں چاند کی رویت کا اعلان کتنی مسافت کے شہروں کیلئے معتبر ہوسکتا ہے؟

۸:- اگر مختلف شہروں سے مسلسل چاند کے ہونے کی خبر مل رہی ہو کہ بظاہر جھٹلانا مشکل ہو اور جو خبر مستفیض کے درجہ میں ہو کیا اس خبر پر اعتماد کر کے چاند کا اعتبار کیا جاسکتا ہے اور چاند کے ہونے کا اعلان کیا جاسکتا ہے؟

۹:- شہادت کیلئے عادل اور ثقہ ہونے کی جو شرط لگائی جاتی ہے اس عادل اور ثقہ ہونے سے کیا مراد ہے؟ اور کیا موجودہ وقت میں کسی صورت میں فاسق کی شہادت معتبر ہوسکتی ہے؟

۱۰:- کیا اہل مشرق کی رویت اہل مغرب کیلئے معتبر ہوسکتی ہے؟

۱۱:- جب ہلال عید کے ثبوت کیلئے شہادت شرط ہے اور شرائط شہادت کے اعتبار سے آلات جدیدہ مثلاً ٹیلیفون، وارلیس، ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ شہادت ادا نہیں ہوسکتی ہے تو پھر ان مقامات پر جہاں چاند نظر نہیں آیا ان مقامات پر ہلال عید کے ثبوت کی کیا شکل ہوگی؟

۱۲:- حدیث پاک ''صوموالرویتہ وافطرو لرویتہ'' کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ اس حدیث کی رو سے ہر ایک مقام کیلئے ثبوت ہلال کے واسطے کیا رویت ہی ضروری ہے کہ بغیر رویت کے اس مقام پر ثبوت

ہلال کو تسلیم نہ کیا جائے اگر چہ قریب ہی) کے شہر میں شہادت کے ساتھ چاند ہونے کا ثبوت ہو گیا ہو؟

۱۳:-ثبوت ہلال کی تحقیق کرتے کرتے کافی وقت گذر گیا، فرض کیجئے رات کے تین چار بج گئے تو کیا اس وقت بھی عوام میں اعلان کرنا ضروری ہے جبکہ عوام کی طرف سے خلفشار کا اندیشہ ہے اور کیا اس تاخیر کو عذر مان کر نماز عید کو دوسرے دن تک کیلئے مؤخر کیا جا سکتا ہے اور کیا اس دن روزہ توڑ دینا ضروری ہے یا روزہ رکھا جائے گا؟

۱۴:-ہلال کمیٹیاں ہر جگہ قائم کی جارہی ہیں سو کیا کیف ما اتفق ہر ایک کو ہلال کمیٹی کا رکن منتخب کیا جا سکتا ہے یا اس کے لئے کچھ شرائط ہیں؟

المستفتی: محمد احمد

سکریٹری عیدگاہ کمیٹی گونڈہ یوپی

الجواب بعون الملک الوھاب :- مطلع اگر صاف ہو تو ہلال رمضان وعید پر شہادت کیلئے ایک جماعت عظیم درکار ہے لیکن ہلال رمضان کیلئے ایک مسلمان مرد یا عورت عادل مستور الحال کی بھی گواہی مقبول و معتبر جبکہ وہ جنگل یا کسی اونچی جگہ سے اسی شہر میں چاند دیکھنا بیان کرے اور وہاں کوئی ایسی وجہ تھی جس کے باعث اوروں کو نظر نہ آیا "ردالمحتار" جلد ثانی صفحہ ۳۸۸ تا ۳۸۹ پر ہے: ان شرط القبول عند عدم علة فی السماء لهلال الصوم او الفطر اوغیر هما...... اخبار جمع عظیم فلا یقبل خبر الواحد لان التفرد من بین الجم الغفیر بالرویة مع توجههم طالبین لما توجه هو الیه مع فرض عدم المانع ظاهر فی غلطه بحر ولا یشترط فیهم العدالة امداد ولا الحریة قهستانی......(قوله واختاره فی البحر) حیث قال و ینبغی العمل علیٰ هذه الروایة فی زماننا لان الناس تکاسلت عن ترائی الاهلة فانتفی قولهم مع توجههم طالبین لما توجه هو الیه...... ویقبل

شهادة المسلم و المسلمة عد لا كان الشاهد او غير عدل بعد ان يشهد انه راى خارج المصر اوانه راه فى المصر وفى المصر علة تمنع العامة من التساوى فى رويته وان كان ذلك فى مصر ولا علة فى السماء لم يقبل فى ذلك الاالجماعة ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم

۲:۔مطلع اگر ابر آلود ہے تو ہلال رمضان پر شہادت کیلئے ایک مسلمان عادل غیر فاسق مستور الحال کی بھی گواہی مقبول اگر چہ مجلس قضاء میں بیان نہ دے یا لفظ گواہی دیتا ہوں نہ کہے نہ دیکھنے کی کیفیت بیان کرے کہ کہاں اور کیسے دیکھا یہ اس صورت میں ہے جبکہ ۲۹ رشعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور عید کیلئے دو گواہان عادل ثقہ پرہیز گار کی شہادت درکار جو قاضی شرع کے حضور بلفظ ''اشھد'' گواہی دیں کہ میں نے فلاں سنہ فلاں مہینے کا چاند فلاں دن کی شام کو دیکھا ''درمختار'' جلد ثانی صفحہ ۳۸۵ تا ۳۸۸ پر ہے: وقبل بلا دعوى و بلا لفظ اشهد و بلاحكم و مجلس قضاء لانه خبر لاشهادة للصوم مع علة كغيم وغبار خبر عدل او مستور لا فاسق اتفاقا ولو كان العدل قنا اوا نثى او محدودا فى قذف.تاب بين كيفية الرؤية اولا على المذهب و شرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وافطروا باخبار عدلين مع العلة للضرورة و قبل بلا علة جمع عظيم يقع العلم الشرعى وهوغلبة الظن بخبر هم و عن الامام انه يكتفى بشاهدين واختاره فى البحر و صحح فى الاقضية الاكتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او كان على مكان مرتفع ملخصاً وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم

۳:۔مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں روزہ یا عید کیلئے شہادت شرط ہے ایسی صورت میں ہلال رمضان و عید میں فرق صرف یہ ہے کہ رویت ہلال رمضان کی شہادت کیلئے ایک بھی مرد یا عورت

عادل یا مستور الحال کی گواہی مقبول جبکہ ہلال عید نیز رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں کے ہلال کیلئے دو گواہان عادل ثقہ پرہیز گار کی شہادت شرط ہے واللہ تعالیٰ اعلم

۴:- آلات مذکورہ کے ذریعہ موصولہ خبریں رویت ہلال رمضان وعید وغیرہ کے ثبوت کیلئے محض باطل ومردود اور ساقط الاعتبار ہیں جو لوگ آلات مذکورہ کی خبروں پر روزہ یا عید کریں وہ سخت گنہگار ہوں گے واللہ تعالیٰ اعلم

۵:- رویت ہلال کا یہ اعلان صرف اس شہر اور اس کے ملحقات ومضافات کیلئے کفایت کرے گا جس شہر سے اعلان ہو دوسرے شہروں کیلئے یہ اعلان ہرگز معتبر نہیں جب تک کہ وہاں کی رویت شہادت علی الشہادۃ، شہادۃ علی القضاء، کتاب القاضی الی القاضی، استفاضہ وغیرہ کے ذریعہ اپنے تمام تر شرائط کے ساتھ ثابت نہ ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم

۶:- اختلاف مطالع معتبر نہیں اور یہی احوط و ظاهر الرواية ہے کسی بھی ملک یا شہر کی رویت ہلال دوسرے ملک یا شہر میں اپنے تمام تر شرائط کے ساتھ ثابت ہو جائے تو وہاں کے لوگوں پر اس کے مطابق عمل لازم ہو جائے گا ''بحر الرائق'' جلد ثانی صفحہ ۲۹۰ پر ہے: يلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب و قيل يعتبر فلا يلزمهم برؤية غيرهم اذا اختلف المطالع وهو الاشبه كذا في التبيين والأول ظاهر الرواية وهو الاحوط كذا في فتح القدير و هو ظاهر المذهب وعليه الفتوىٰ كذا في الخلاصة اور یونہی ''درمختار'' جلد ثانی صفحہ ۳۹۳/۳۹۴ پر ہے: واختلاف المطالع ورؤيته نهارا قبل الزوال و بعده غير معتبر على ظاهر المذهب وعليه اكثر المشائخ وعليه الفتوى بحر عن الخلاصة فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اؤلئك بطريق موجب كما مر وقال الزيلعي الاشبه انه يعتبر لكن قال الكمال الاخذ بظاهر

الروایۃ احوط واللہ تعالیٰ اعلم

۷:- جہاں تک حلقہ قضاء ہے یہ اعلان وہاں تک کیلئے کفایت کرے گا، وہاں کے لوگ اس پر بنا کر کے عید یا روزہ کر سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم

۸:- اگر رویت ہلال کی خبر خبر مستفیض کے درجے میں پہنچ چکی ہو یعنی جہاں مفتی اسلام مرجع عوام و متبع الاحکام ہو کہ احکام روزہ و عیدین اسی کے فتوے سے نفاذ پاتے ہوں عوام بطور خود روزہ و عیدین نہ ٹھہرا لیتے ہوں وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور وہ خبر دیں کہ وہاں فلاں سنہ فلاں مہینے کا چاند فلاں دن کی شام کو ہوا (اگر چہ وہ اپنا دیکھنا نہ بیان کرتے ہوں) کہ بظاہر اتنی بڑی جماعت کو جھٹلانا مشکل ہے تو اس پر بنا کرتے ہوئے صوم وافطار کا حکم ہوگا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز ''فتاویٰ رضویہ'' جلد چہارم ص ۵۵۲ / پر فرماتے ہیں ''وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی مجرد بازاری افواہ کہ خبر اڑ گئی اور قائل کا پتہ نہیں پوچھئے تو یہی جواب ملتا ہے کہ سنا ہے یا لوگ کہتے ہیں یا بہت پتہ چلا تو کسی مجہول کا انتہا درجہ منتہائے سند دو ایک شخصوں کی محض حکایت کہ انہوں نے بیان کیا اور شدہ شدہ شائع ہوگئی ایسی خبر ہرگز استفاضہ نہیں بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبر دیں یہ خبر اگر چہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے نہ کسی شہادت پر شہادت نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت نہ کتاب قاضی باشہادت مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین یا بہ غلبہ ظن ملتحق بالیقین وہاں رویت صوم وعید کا ہونا ثابت ہوگا'' واللہ تعالیٰ اعلم

۹:- عادل اور ثقہ سے مراد وہ شخص ہے جو باشرع نمازی پرہیزگار ہونے کے علاوہ کبھی علانیہ فسق وفجور نہ کرتا ہو، جسکا کوئی کام خلاف شرع معلوم ومشتہر نہ ہو، جو ارتکاب گناہ کبیرہ اور نہ اصرار بر گناہ صغیرہ کرتا ہو، خفیف الحرکات نہ یعنی سر بازار کھانا پینا وغیرہ جیسے اعمال نہ کرتا ہو، جسکی امانت

وصداقت عام ہو، جسکی دیانت وعدالت مشہور ہو۔ جم غفیر اور جماعت عظیم کی صورت میں فاسق وغیر فاسق عادل وغیر عادل مسلم وغیر مسلم سبھی کی شہادت مقبول ومعتبر ہے لیکن اسے شہادت نہیں بلکہ خبر ہی کہیں گے واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰:- معتبر ہے بلکہ اہل مشرق کی رویت اہل مغرب پر اپنے تمام شرائط کے ساتھ ثابت ہو جائے تو وہاں کے لوگوں پر اس کے مطابق عمل واجب ہو جائے گا کما مر عن الدر المختار: وھو ھذا فیلزم اھل المشرق برویۃ اھل المغرب واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱:- جہاں رویت ہلال نہ ہو وہاں اگر دوسرے شہر کی رویت بذریعہ شہادت علی الشہادۃ یا شہادت علی القضا، یا کتاب القاضی الی القاضی یا استفاضہ ثابت ہو جائے تو وہاں کے لوگوں پر عمل لازم اور اگر مذکورہ صورتوں میں سے کوئی ایک صورت بھی نہ پائی جائے تو تیس کی گنتی پوری کر کے روزہ یا عید کریں کما قال رسول اللہ ﷺ: فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲:- چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار یعنی عید کرو، حدیث پاک کا مفہوم صاف معلوم کہ حضور نے روزہ وعید کے حکم کو رویت ہلال سے مشروط فرمایا ہے جس شہر میں رویت بطریق موجب شرعی ثابت ہو جائے وہاں کے لوگوں پر اس کے مطابق عمل واجب ہے دوسرے شہر والوں کیلئے بھی یہی رویت کافی ہوگی بشرطیکہ طرق موجبہ شرعیہ کہ اوپر مذکور ہوئے ان میں سے کسی ایک طریق موجب شرعی سے رویت کا ثبوت بہم پہونچے ورنہ ان لوگوں کو وہاں کی رویت کی خبر پر روزہ رکھنا یا عید کرنا جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳:- بعد از تحقیق یہ معلوم ہو جائے کہ ہلال عید ہو چکا اور کل عید ہے اگرچہ ہلال عید کی تحقیق کرتے کرتے صبح کے چار بج چکے ہوں عید اسی دن واجب اور یہاں عوام میں خلفشار کا عذر ہرگز مقبول نہیں کہ عوام تو عید ہی کے متمنی بلکہ مصر ہوتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴:- ارکان کمیٹی قابل شہادت عادل وثقہ پرہیز گار ہوں تاکہ ان کا اعلان لوگوں کیلئے قابل قبول ہو واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر محمد اختر رضا خاں قادری ازہری غفرلہ

مرکزی دارالافتاء ۸۲/سوداگران بریلی شریف

۲۰/ذالحجہ ۱۴۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید یہ کہتا ہے کہ آپ بستی والوں نے مجھے پہچانا نہیں کہ میں کون ہوں؟ پھر زید کے جواب میں گاؤں کے باشندوں نے زید سے دریافت کیا کہ آپ ہی بتادیجئے کہ آپ کون ہیں تو زید نے یہ کہا کہ میں ولی ہوں اور جو مجھے ولی نہ مانے وہ کافر ہے اور زید نے یہ کہا کہ میں سید آل رسول ہوں جبکہ زید انصاری اور باپ دادا انصاری ہیں، اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ مجھ پر فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں اور قرآن کے صفحہ صفحہ پر میرا نام ہے اور میرے گھر میں امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں حالانکہ زید کے گھر میں لڑکی کی پیدائش ہوئی تھی اور جو موقعہ پر عورتیں موجود تھیں وہ بھی اس کی گواہی دے رہیں ہیں کہ لڑکی کی پیدائش ہوئی جبکہ زید اپنی بات بدلتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ میری بیوی سے لڑکا پیدا ہوا ہے لیکن دو چار گھنٹے کے بعد لڑکی ہوگئی ہے اور ۲۰۰۰ء تک یہ لڑکا ہو جائے گا اور یہ مہدی علیہ السلام ہو جائیں گے لہٰذا جو میری ان باتوں کو نہ مانے وہ کافر ہے گمراہ ہے تو شریعت کا اس میں کیا حکم ہے؟ زید کے گھر اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا کیسا ہے؟ جو شخص زید کا شریک ہو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: اقبال احمد

موضع بجھیا جاگیر پوسٹ قصبہ شاہی ضلع بریلی شریف

الجواب بعون الملک الوہاب :- ولایت قرب الٰہی کی ایک خاص منزل ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے خاص بندوں کو محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرماتا ہے ورنہ آج کل کے سارے ریاکار ڈھونگی مثل زید بزبان خود ولی ہو جائیں، اصطلاح صوفیہ میں ولی اس شخص کو کہتے ہیں جو خدا کی قربت اور اس سے دوستی ونزدیکی رکھتا ہو، علامہ سید شریف علی بن محمد فرماتے ہیں: الولی فعیل بمعنی الفاعل وھو من توالت طاعته من غير ان يتخللها عصيان او بمعنى المفعول فهو من يتوالى عليه احسان الله و افضا له والولی هو العارف بالله وصفاته بحسب ما يمكن المواظب على الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانهماک فی اللذات والشهوات (التعریفات ص۲۲۷) اب تک تو اولیاء کرام کی یہی شان رہی ہے کہ وہ اپنی ولایت مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھتے ہیں اور اگر کہیں انکی مرضی کے خلاف انکی ولایت کا شہرہ ہوگیا تو وہ اپنا مسکن چھوڑ دیتے ہیں ان کے برعکس یہ کیسا ولی ہے؟ جو فٹ پاتھ کے دوکانداروں کی طرح چلاّ چلاّ کر اپنی ولایت کا پرچار کر رہا ہے مسلمانوں خبردار ہوشیار ایسے گمراہ اور گمراہ گر بزعم خود پیروں ولیوں سے کہ آج کل ایسے مصنوعی پیر ولی برساتی مینڈکوں کے مانند گھومتے پھرتے ہیں اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں نہ علم وعمل نہ روزہ نماز نہ حلال وحرام کا امتیاز بس تصنع وریاکاری کے ذریعہ ضلالت وگمراہی پھیلا کر شیطان کے سچے مرید ہونے کا حق ادا کرتے ہیں زید اجہل الجہلاء واخبث الخبثاء ضرور ولی مگر ولی اللہ نہیں ولی الشیطان ضال مضل ہے اسے اپنے پاس ہرگز ہرگز نہ بھٹکنے دو نہ خود اسکی گندم نما جو فروشی کے جال میں پھنسو جو لوگ زید کی باتوں میں آ کر اس کے مرید ہو چکے ہیں سخت گنہگار مستحق غضب جبار ہیں فوراً اسکی بیعت توڑ کر کسی سنی صحیح العقیدہ پیر سے مرید ہوں قال اللہ تعالیٰ: واما ينسينک

الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین زید اپنے قول ''جو میری ان باتوں کو نہ مانے وہ کافر ہے'' سے خود کافر و مرتد ہو گیا اور مرتد کافر اصلی سے کہیں زیادہ قبیح و شنیع اور بدترین ہے: کمافی الاشباہ والمرتد اقبح کفراً من الکافر الاصلی (جلد دوم ص ۸۳) زید پر توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح فرض جب تک وہ بعد توبہ صحیحہ تجدید ایمان و تجدید نکاح نہ کرے مسلمانوں پر فرض کہ اس سے قطع تعلق رکھیں اس سے سلام و کلام اسکے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا نیز مسلمانوں جیسا کوئی بھی سلوک اسکے ساتھ روا نہیں اور جو لوگ زید کے مذکورہ قول و فعل کو حق جانیں اس کا ساتھ دیں یا اس سے مرید ہوں ان کا بھی یہی حکم واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی غفرلہ — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ر سوداگران بریلی شریف

۳۰ر ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بابت کہ

قرآن و حدیث و اقوال صحابہ کی روشنی میں جواب کی درخواست ہے کہ اگر کوئی مرد نیکوکار ہے تو اسے جنت میں انواع واقسام کی نعمتیں میسر ہونگی نیز حور عین ستر ستر کی تعداد میں حاصل ہونگی جو اس کی خدمت انجام دینگی پھر اگر بعینہٖ عورت نیکوکار ہے تو اسے تمام تر نعمتوں کے ساتھ حور عین کے بدلے میں کون سا نعم البدل مرحمت فرمایا جائے گا؟۔

(۲) حضرت آسیہ کا خاوند فرعون بدکار تھا اس کا صلہ و انجام ظاہر ہے پھر حضرت آسیہ کو جنت میں کیا حاصل ہوگا بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد یٰسین

موضع دھونرہ بریلی شریف

الجواب بعون الملک الوھاب :- اگر مرد و عورت دونوں جنتی ہوں اور شوہر مر جائے پھر وہ عورت اس کی موت کے بعد کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں جمع فرمائے گا کمافی الحدیث: بلغنی انہ لیس المرأۃیموت زوجھا وھو من اھل الجنۃ وھی من اھل الجنۃ ثم لم تزوج بعدہ الاجمع اللہ بینھما فی الجنۃ اور اگر عورت مطلقہ ہو تو اس کا نکاح کسی دوسرے نیک اور صالح مرد کے ساتھ کر دیا جائے گا ''تفسیر قرطبی'' جلد ۱۸ص ۱۹۴/ پر زیر آیت '' ثیبات و ابکارا '' ہے:وقیل انما سمیت الثیت ثیبا لانھا راجعۃ الی زوجھا ان قام معھا او الی غیرہ ان فارقھا اور اگر صرف عورت جنتی ہو یا قبل نکاح ہی وفات پا گئی ہو یا اس نے نکاح ہی نہ کیا ہو تو وہ جنتی مردوں میں سے جسے پسند کرے گی اس سے اس کا نکاح کر دیا جائے گا اور اگر وہ جنتیوں میں سے کسی کو پسند نہیں کرے گی تو اللہ رب العزت حورعین میں سے اس کیلئے ایک مرد پیدا فرما کر اس کا نکاح کر دے گا ''غرائب'' میں ہے :ولو ماتت قبل ان تزوج تخیر ایضا ان رضیت بآدمی منہ وان لم ترض فاللہ یخلق ذکر امن الحو رالعین فیزوجھا منہ انتھی حضرت شیخ احمد شہاب الدین بن حجر الہیتمی المکی سے پوچھا گیا اس عورت کے بارے میں جس کے دنیا میں کئی شوہر ہوں تو کیا وہ جنت میں اپنے آخری شوہر کے ساتھ ہوگی یا جو دنیا میں ان سے اچھی عادت کا ہو اسکے ساتھ؟ شیخ نے فرمایا: فاجاب بقولہ روی الطبرانی عن أبی الدرداء أن النبی ﷺ قال: المرأۃ لزوجھا الآخر وأخرج عبد بن حمید وسمویہ والطبرانی والخرائطی فی مکارم الاخلاق وابن لال عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن أم حبیبۃ قالت یا رسول اللہ المرأۃ یکون لھا فی الدنیا زوجان لأیھما تکون فی الجنۃ قال تخیر فتختار

أحسنهم خلقا كان معها في الدنيا فيكون زوجها ياأم حبيبة ذهب حسن الخلق بخير الدنيا والآخرة وأخرج الطبراني والخطيب عن أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنها أن النبي ﷺ قال: لها يا أم سلمة انها تخير فتختار أحسنهم خلقا فتقول يا رب هذا كان أحسنهم خلقا في دار الدنيا فزوجينه يا أم سلمة ذهب حسن الخلق بخير الدنيا والآخرة فان قلت هذان الحديثان عن أم حبيبة و أم سلمة يخالفان حديث أبي الدرداء رضي الله عنهم قلت لا مخالفة لا مكان الجمع بينهما بأن يحمل الاول على من ماتت في عصمة زوج و قد كانت تزوجت قبله بأزواج فهذه لآخرهم و كذا لو مات واستمرت بلازوج إلى أن ماتت فتكون لآخرهم لأن علقته بها لم يقطعها شئ وحمل الثاني على من تزوجت بأزواج ثم طلقوها كلهم فحينئذ تخير بينهم يوم القيامة فتختار أحسنهم خلقا والتخيير هنا واضح لا نقطاع عصمة كل منهم فلم يكن لأحد منهم مرجع لاستوائهم في وقوع علقة لكل منهم بها مع انقطاعها فاتجه التخيير حينئذ لعدم المرجع و بما سقته من حديث ام حبيبة وام سلمة رضي الله تعالىٰ عنهما يعلم ان التخيير مذكور في الحديث وانه ليس من كلام السيد المذكور في السوال والله سبحانه و تعالىٰ اعلم بالصواب. وفي الحديث عن ام سلمة رضي الله تعالىٰ عنهاقالت قلت يا رسول الله المراة تتزوج الزوجين والثلاثة والاربعة في الدنيا ثم تموت فتدخل الجنة ويدخلون معها من يكون زوجها منهم قال ﷺ انها تخير فتختار احسنهم خلقا فتقول يا رب ان هذا كان احسنهم خلقا في دار الدنيا فزوجنيه ياام سلمة ذهب حسن الخلق بخير الدنيا والآخره (فتاوىٰ حديثيه

ص ۱۴۱،۴۲) یعنی حضرت ابو درداءُ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ عورت اپنے آخری شوہر کیلئے ہے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضرت ام حبیبہ نے پوچھا یارسول اللہ جس عورت کے دنیا میں دو شوہر ہوں جنت میں وہ کس کے ساتھ ہوگی ؟ فرمایا: اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس کے ساتھ چاہے رہے تو وہ اسے اختیار کریگی جو ان میں اچھی عادت کا ہو دنیا میں اسکے ساتھ تو وہی اس کا شوہر ہوگا، اے ام حبیبہ حسن خلق دنیا اور آخرت کی بھلائی سے ہے اور حضرت ام سلمہ سے مروی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اے ام سلمہ بے شک اس عورت کو اختیار دیا جائے گا کہ جس کے ساتھ چاہے رہے تو وہ ان میں سے اچھی عادت والے کو اختیار کرے گی تو کہے گی اے میرے رب! ان میں سے یہ شخص میرے ساتھ دنیا میں حسن خلق والا تھا تو اسی کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا جائے گا اے ام سلمہ حسن خلق دنیا اور آخرت کی بھلائی سے ہے، اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ دونوں حدیثیں حضرت ابو درداءُ کی حدیث کی مخالف ہیں تو میں کہونگا مخالفت نہیں ہے دونوں کے درمیان امکان جمع کے اعتبار سے تطبیق یہ ہے کہ پہلی کو اس پر محمول کریں گے کہ جو عورت اپنے شوہر کے نکاح میں مری اور وہ اس سے پہلے بھی کئی شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھی تو اب یہ ان میں سے آخری شوہر کے ساتھ ہوگی اور ایسے ہی جس کا شوہر مر گیا اور اس نے بلا شوہر زندگی گزار دی یہاں تک کہ مر گئی تو وہ اپنے آخری شوہر کے ساتھ ہوگی اسلئے کہ اس کا علاقہ اسی سے ہے جو کسی شئی سے منقطع نہیں اور دوسرے کو اس پر محمول کریں گے کہ جس عورت نے کئی شوہروں سے نکاح کیا اور سبھوں نے اسے طلاق دیدی تو اسے اختیار دیا جائے گا قیامت کے دن کہ جسے چاہے اختیار کرے تو وہ ان میں سے اچھی عادت والے کو اختیار کریگی اور یہ اختیار یہاں واضح ہے ان میں سے تمام کی زوجیت کے انقطاع کیلئے، حضرت شیخ صاحب " فتاویٰ حدیثیہ " دوسری حدیث نقل کرتے ہیں جو حضرت ام سلمہ سے مروی ہے حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں: میں نے

کہا یا رسول اللہ جس عورت نے دنیا میں دوسرے تیسرے چوتھے شوہر سے نکاح کیا پھر وہ مرکر جنت میں داخل ہوئی اور اس کے تمام شوہر بھی داخل ہوئے تو وہ جنت میں کس کے ساتھ ہوگی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے اختیار دیا جائے گا کہ وہ ان میں سے اچھی عادت والے کو اختیار کریگی تو کہے گی اے میرے رب ان میں یہ سب سے اچھی عادت والا تھا دنیا میں تو اسی کے ساتھ اس کا نکاح ہوگا اے ام سلمہ حسن خلق دنیا وآخرت کی بھلائی سے ہے۔

یہاں تزویج ونکاح سے مراد دنیاوی نکاح وتزویج نہیں بلکہ ایک دوسرے کو ایک دوسرے سے ملانا یا ایک دوسرے کو ایک دوسرے کیلئے مخصوص کردینا ہے۔ کہ جنت میں نکاح نہیں جیسا کہ ''مجمع البحار الانوار'' جلد ثانی ص ۴۴۶/ پر ہے: وزوجناهم بحور عين (اى) قرناهم وليس فى الجنة تزويج ''حاشية الصاوى'' جلد رابع ص ۱۲۵/ پر ہے (قوله اى قرناهم) اى جعلنا هم مقارنين لهن وفى ذلك اشارة الى جواب سؤال مقدر تقديره ان الحور عين فى الجنات مملوكات بملك اليمين بعقد النكاح فاجاب بان التزويج ليس بمعنى عقد النكاح بل بمعنى المقارنة ''تفسیر قرطبی'' جلد ۱۷/ ص ۶۵/ زیر آیت ''زوجناهم بحور عين'' ہے: اى قرنا هم بهن قال يونس بن حبيب تقول العرب زوجته امرأة و تزوجت امرأة وليس من كلام العرب تزوجت بامرأة يونهى ''حاشية الجمل'' جلد رابع ص ۲۱۵/ پر ہے: (قوله اى قرناهم) اشاربه الى جواب كيف قال وزوجنا هم مع ان الحور العين فى الجنات بملك اليمين لا بملك النكاح وايضاحه ان معناه قرناهم من قولك زوجت ابلى اى قرنت بعضها الى بعض وليس من التزويج الذى هو عقد النكاح ويؤيده ان التزويج بمعنى العقد يتعدى بنفسه لا بالباء واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) حضرت آسیہ وحضرت مریم اور حضرت کلثم (کلثوم/حکیمہ/کلیمہ خواہر حضرت موسیٰ علیہ السلام) جنت میں حضور اکرم رحمت عالم فخر آدم و بنی آدم ﷺ کی زوجیت سے مشرف و سرفراز ہونگی "تفسیر ابن کثیر" جلد رابع ص ۳۹۰ / پر آیت کریمہ" ثیبات وابکارا" کے تحت ہے: وعد الله نبيه ﷺ في هذا الآية أن يزوجه فالثيب آسية امرأة فرعون وبالابكار مريم بنت عمران وذكر الحافظ ابن عساكر في ترجمة مريم عليها السلام من طريق سويد بن سعيد حدثنا محمد بن صالح بن عمر عن الضحاك ومجاهد عن ابن عمر قال جاء جبريل إلى رسول الله ﷺ فمرت خديجة فقال إن الله يقرئها السلام ويبشرها ببيت في الجنة من قصب بعيد عن اللهب لا نصب فيه ولا صخب من لؤلؤة جوفاء بين بيت مريم بنت عمران وبيت آسية بنت مزاحم ومن حديث أبي بكر الهذلي عن عكرمة عن ابن عباس أن النبي ﷺ دخل على خديجة وهي في الموت فقال يا خديجة إذا لقيت ضرائرك فأقرئهن مني السلام فقالت يا رسول الله وهل تزوجت قبلي؟ قال لا ولكن الله زوجني مريم بنت عمران وآسية امرأة فرعون وكلثم أخت موسى، ضعيف أيضاً، وقال أبويعلى حدثنا إبراهيم ابن عرعرة حدثنا عبد النور بن عبد الله حدثنا يوسف بن شعيب عن أبي أمامة قال: قال رسول الله ﷺ أعلمت أن الله زوجني في الجنة مريم بنت عمران وكلثم أخت موسى وآسية امرأة فرعون؟ فقالت هنيئا لك يا رسول الله" تفسیر درمنثور" جلد سادس ص ۲۴۶ / پر ہے: عن سعد بن جنادة قال قال رسول الله ﷺ ان الله زوجني في الجنة مريم بنت عمران وامرأة فرعون (يعني آسية بنت مزاحم) واخت موسى " تفسیر خازن" جلد رابع ص ۲۸۸ / پر حضرت مریم وحضرت آسیہ سے

متعلق ہے: واشارة الى ان من حقهما ان يكونا فى اخلاص كهاتين المؤمنين وان كان يتكاد على انهما زوجا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم "حاشیۃ الصاوی" جلد رابع ص ۲۱۴ر اور تفسیر قرطبی جلد ۱۸رص ۲۰۴ر پر ہے: (قوله آمت بموسى) اى لماغلب السحرة و تبين لها أنه على الحق فابدلها الله بسبب ذلک الإيمان أن جعلها فى الآخرة زوجة خير خلقه محمد صلی اللہ علیہ وسلم وكذا زوجه الله فى الجنة مريم بنت عمران لما ورد أنه صلی اللہ علیہ وسلم دخل على خديجة وهى فى الموت فقال لها : يا خديجة إذا لقيت ضراتک فأقرئيهن منى السلام ،فقالت يا رسول الله هل تزوجت قبلى ؟ قال لا ولكن الله زوجنى مريم بنت عمران وآسية بنت مزاحم امرأة فرعون وكلثوم أخت موسى فقالت يا رسول الله بالرفاء والبنين.

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصال فرمانے لگیں تو حضور نے آپ سے ارشاد فرمایا: فاذا قدمت على ضراتک فأقرئيهن منى السلام مريم بنت عمران وآسية بنت مزاحم وكليمة او قال حكيمة بنت عمران أخت موسى بن عمران فقالت بالرفاء والبنين يا رسول الله جب تم اپنی سوتنوں مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم، کلیمہ یا حکیمہ بنت عمران خواہر حضرت موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے میرا اسلام کہنا تو انھوں نے عرض کی مبارک ہو یا رسول اللہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ر سوداگران بریلی شریف

۲۱ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

یہاں ایک مسجد میں حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ پاک کی ایک تصویر میں نے لگی دیکھی ہے جس پر لوگ پھول ڈالتے ہیں چومتے بھی ہیں تصویر کے قریب کھڑے ہوکر درود وسلام بھی پڑھتے ہیں دعائیں مانگتے ہیں اوراولیاءکرام کے مزارات کی طرح پیچھے ہٹتے ہوئے مسجد سے باہر نکلتے ہیں مجھے بے حد حیرانی ہے کہ ایسا میں نے کسی مسجد میں دیکھا نہیں اور نہ ہی کسی بزرگ کی زبانی سنا کئی ایک پرانے لوگوں سے میں نے دریافت کیا تو وہ بھی ہمیں کوئی تشفی بخش جواب نہیں دے سکے اب اس پر مندرجہ ذیل سوالات ابھر کر سامنے آتے ہیں۔

(۱) کیا حضور نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی تصویر مسجد میں لگانا چاہیے؟

(۲) حضور کے روضہ پاک کی تصویر پر اصل کا گمان کر کے مندرجہ ذیل بالا اعمال صحیح ہیں؟

(۳) اگر اصل کا گمان نہ کیا جائے تو بھی ایسے اعمال جائز ہیں؟

(۴) فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ کسی قبر کے سامنے نماز نہیں ہوسکتی کیا حضور ﷺ کی قبر پاک بھی اس میں شامل ہے یا پھر اس سے مستثنیٰ؟

براہ کرم ہمیں فقہ اسلامی کی روشنی میں صحیح معلومات بہم پہونچائی جائے ہم آپ کے بے حد ممنون ہونگے اللہ عزوجل اپنے حبیب مکرم ﷺ کے طفیل آپ کو جزائے خیر سے نوازے آمین۔

المستفتی: محمد منہاج اختر

۶ رعلی گول محل بارک پور ویسٹ بنگال

الجواب بعون الملک الوھاب:- روضہ منورہ مقدسہ مکرمہ معظمہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی نقل صحیحہ بلاشبہ معظمات دینیہ ومکرمات شرعیہ سے ہے اوراس کی تعظیم وتکریم توقیر وتحریم شرعا ہر سنی صحیح العقیدہ مسلمان کا مقتضائے ایمان کما قال الرحمٰن: ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیر لہ

عنـد ربـه (پارہ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۳۰) یعنی جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ بہتر ہے اس کی خاطر اسکے رب کے حضور "شفا شریف" جزء ثانی ص ۴۴ پر ہے: من اعظامه واكباره اعظام جميع اسبابه و اكرام مشاهده وامكنته من مكة والمدينة ومعاهده ومالمسه صلی اللہ علیہ وسلم او عرف به یعنی رسول اللہ ﷺ کی تعظیم میں سے ان تمام اشیاء کی تعظیم ہے جن کو نبی اکرم سے کچھ علاقہ ہو اور جسے نبی کریم ﷺ نے چھوا ہو یا جو حضور اکرم ﷺ کے نام سے مشہور و منسوب ہو، علمائے دین وائمہ معتمدین وفقہائے مجتہدین نعل مطہر وروضۂ معطر حضور سید البشر ﷺ کے نقشے کاغذوں پر منقش فرماتے اور اپنی کتابوں میں مرتسم کرتے اور انہیں بوسہ دیتے آنکھوں سے لگاتے سر پر رکھتے اور اس کا حکم بھی فرماتے تھے روضۂ مقدسہ کی زیارت کرنا، تبرکاً اس سے مس کرنا بوسہ دینا شرقاً غرباً عرباً عجماً اہل عشق و وفا اور صاحب حب و ولا کا دستور قدیم ہے یونہی دیگر آثار مقدسہ متبرکہ ﷺ جیسے نعلین مقدس، عصائے مبارک، عمامۂ مقدسہ، جبۂ مکرمہ، موئے مبارک وردائے مقدس اور اولیائے کاملین وصلحائے دین مبین وعلمائے شرع متین کے آثار وتبرکات سے کسب فیض میں ایک دوسرے پر سبقت کیلئے ہجوم بھی اہل ایمان وعرفان کا عمل محبوب ومقبول ہے۔

حضرت علامہ تاج الدین فاکہانی اپنی تصنیف لطیف "فجر منیر" میں فرماتے ہیں: ومن فوائد ذلك ان من لم يمكنه زيارة الروضة فليبرز مثالها وليلمثه مشتاقا لانه ناب مناب الاصل كما قد ناب مثال نعله الشريفة مناب عينها في المنافع والخواص بشهادة التجربة الصحيحة ولذا جعلوا له من الاكرام والاحترام ما يجعلون للمندوب عنه (بحوالہ بدر الانوار ص ۲۳) یعنی روضۂ مبارک سید عالم ﷺ کی نقل میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضہ کی زیارت نہ ملے وہ اسکی زیارت کرے اور شوق دل کے ساتھ اسے بوسہ دے کہ یہ نقل اسی اصل کے قائم مقام ہے جیسے نعل مبارک کا نقشہ منافع وخواص میں یقیناً

خود اس کا قائم مقام ہے جس پر صحیح تجربہ گواہ ہے ولہذا علمائے دین نے اس کی نقل کا اعزاز وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں، تمام امت نبویہ ﷺ کا یہ حق ہے کہ جب وہ حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کے آثار مقدسہ سے کوئی چیز دیکھیں یا وہ چیز دیکھیں جو حضور کے آثار شریفہ میں سے کسی چیز پر دلالت کرتی ہو تو اس وقت کمال ادب واحترام اور تعظیم وتکریم کے ساتھ حضور کا تصور کریں اور آپ پر درود وسلام کی کثرت کریں اس لئے جو خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت یہ یاد کرے کہ حضور اسے محبوب و دوست رکھتے تھے تو گویا وہ معناً آثار مقدسہ کی زیارت کر رہا ہے اسے اس وقت درود وسلام کی کثرت کرنا چاہئے ''مجمع البحار'' جلد خامس ص ۲۳۷ پر ہے: من استيقظ عند اخذ الطيب او شمه الى ما كان عليه ﷺ من محبته للطيب واكثاره منه دون غيره واخباره ان الله حببه اليه كالنساء فتذكر ذلك الحال العلى والخلق العظيم فصلى عليه ﷺ حينئذ لما وقر فى قلبه من جلالته واستحقاقه على كل امة ان يلحظوه بعين نهاية الاجلال عند روية شئ من آثاره اومايدل عليها فهذا لا كراهة فى حقه فضلا عن الحرمة بل هو آت بما له فيه اكمل الثواب الجزيل والفعل الجميل وقد استحبه العلماء لمن رائ شيئا من آثاره ﷺ ولا شك ان من استحضر ماذكرته عند شمه الطيب يكون كالرائ لشئ من آثاره الشريفة فى المعنى فليس له الا الاكثار من الصلاة والسلام عليه ﷺ حينئذٍ تو یہ نقل روضہ مقدسہ جو بلاشبہ ''مايدل عليها'' میں داخل ہے اسکی زیارت تعظیم وتکریم اور بوقت زیارت حضور پر نور ﷺ پر درود وسلام اور انکے وسیلے سے دعا کیوں کر نہ مستحب ومستحسن اور محبوب ومطلوب ہوگی۔

''مطالع المسرات'' شرح ''دلائل الخیرات'' ص ۱۳۷ پر ہے: ثم اعقب المولف رحمة الله و رضى الله عنه ترجمة الاسماء بترجمة صفة الروضة المباركة

والقبور المقدسة،موافقا فی ذلک وتابعا للشیخ تاج الدین الفاکهانی فانه عقد فی کتابه الفجر المنیر بابا فی صفة القبور المقدسةومن فوائدذلک ان یزور المثال من لم یتمکن من زیارةالروضیةو یشاهده مشتاقا ویلثمه ویزداد بہ حبا و شوقاً ،وقد استنابوا مثال النعل عن النعل،وجعلوا له من الاکرام والاحترام ما للمندوب عنه وذکروالہ خواص وبرکات قد جربت و قالوا فیه اشعارا کثیرةوالفوا فی صورته،وروہ باسانید،قد قال القائل:

اذا ما الشوق اقلقنی الیها ☆ ولم اظفر بمطلوبی لدیها

نقشت مثالها فی الکف نقشا ☆ وقلت لناظری قصرا علیها

تفصیل کیلئے بدرالانوار ابر المقال وشفاء الواله فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ دیکھیں۔

(۱) جب نقل صحیحہ روضۂ مقدسہ کی تعظیم،تکریم معظمات دینیہ سے ٹھہری اور معظمات دینیہ مثل آثار شریفہ کا بہ نیت حصول خیر وبرکت باکرام احترام وعظمت مکان ودکان میں رکھنا جائز ومستحسن اور باعث اجراحسن ہے تو مساجد میں لگانا بدرجۂ اولیٰ جائز ومستحسن ہوگا کہ وہاں تعلیم ہی تعظیم،تکریم ہی تکریم،توقیر ہی توقیر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲/۳) حضور پرنور ﷺ کے روضۂ مقدسہ کی نقل صحیحہ کو کوئی اصل گمان کرے یا نہ کرے وہ نقل بہرحال روضۂ پرنور حضور شافع یوم النشور ﷺ کے قائم مقام ہے اور اس کی تعظیم وتکریم اور اس سے کسب فیض کیلئے اعمال مذکورہ شرعا محبوب ومطلوب ومندوب البتہ پھولوں کا ڈالنا محض ضیاع مال ہے اس سے احتراز چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) قبر پر نماز پڑھنا مطلقاً مکروہ یونہی قبر کی جانب بلا حائل نماز مکروہ وممنوع ہے ''فیض القدیر''

جلد سادس ص ۱۴۰۷ اور ''تیسیر شرح جامع الصغیر'' جلد ثانی صفحہ ۴۹۵ پر ہے: لا تصلوا الیٰ قبر ولا تصلوا علیٰ قبر اور ''مجمع البحار'' جلد رابع ص ۱۹۶ پر ہے: نهی عن الصلاة فی المقبرة ''بخاری شریف'' جلد اول ص ۶۱ پر ہے: لعن الله الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء ئهم مساجد یعنی اللہ کی لعنت یہود ونصاری پر جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لی، حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' جلد ثانی ص ۴۵۸ پر زیر حدیث: اللهم لا تجعل قبری وثنا یعبد فرماتے ہیں: قال رسول الله ﷺ اللهم لا تجعل قبری وثنا یعبد ای لا تجعل قبری مثل الوثن فی تعظیم الناس وعودهم للزیارة بعد بدئهم واستقبالهم نحوه فی السجود کما نسمع ونشاهد الآن فی بعض المزارات والمشاهد لہٰذا روضۂ اطہر حضور انور ﷺ کا اس حکم سے غیر مستثنیٰ ہونا صاف ظاہر کما نص علیه الآحادیث المذکورة المشهورة لیکن اگر قبر نمازی کے دائیں یا بائیں یا پیچھے ہو تو ایسی صورت میں نماز ہرگز موجب کراہت نہیں بلکہ مقبرہ ومزارات اگر اولیاء کرام کے ہوں اور انکی ارواح طیبات سے استمداد کیلئے انکی قبور مقدسہ کے دائیں یا بائیں جانب کوئی نماز پڑھے تو یہ امر مزید باعث برکت ہے اور یونہی جب اولیاء کرام کے مزارات کے نزدیک بہ نیت استمداد نماز پڑھنا جائز ومستحسن اور باعث برکت ہے تو انبیاء عظام کے مزارات مقدسہ کے حضور بدرجۂ اولیٰ جائز اور جب عامۂ انبیا کرام کے مزارات مقدسہ کی یہ حالت ہے تو جو امام الانبیاء ہے اس کے روضۂ انور کے حضور نماز پڑھنا نہ صرف جائز ومستحسن بلکہ اولیاء وانبیاء کے مزارات کی بہ نسبت ہزاروں لاکھوں کروڑوں درجہ اولیٰ واعلیٰ ارفع وافضل اور باعث برکت ورحمت اکمل جیسا کہ ''ارشاد الساری شرح صحیح البخاری'' جلد اول ص ۴۳۰ پر ہے: من اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منه لا للتعظیم له ولا للتوجه الیه فلا یدخل

فی الوعید المذکور یونہی ''مجمع البحار'' جلدرابع ص۱۹۶/ پر ہے: لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد، کانوا یجعلونھا قبلة یسجدون الیھا فی الصلاة کالوثن ،واما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلی فی مقبرة قاصدا بہ الاستظھار بروحہ او وصول اثر من اثار عبادتہ الیہ لا التوجہ نحوہ والتعظیم لہ فلا حرج فیہ الا یری ان مرقد اسماعیل فی الحجر فی المسجد الحرام والصلاة فیہ افضل قطع نظر مذکورہ براہین ودلائل اوراس امر سے کہ روضۂ حضور پرنور ﷺ اس عموم میں داخل ہے یا اس سے مستثنیٰ؟ اولاً تو روضۂ انور کی ساخت ہی کچھ ایسی ہے جس کی محاذیت اور سامنا ناممکن کہ روضۂ انور سیسے کی چہار دیواری میں محفوظ ہے گویا روضۂ انور اور نمازی کے مابین دیوار حائل اور مزارات وقبور کے پاس صحت صلاۃ کو حائل ہی مقصود ومطلوب تو ایسی صورت میں نماز بلاکراہت جائز ثانیاً جب شہر مقدسہ پر قابض متجسہ نجد یا وہابیہ روضۂ اطہر پر درود وسلام تک کی اجازت نہیں دیتے تو بھلا انہیں نماز پڑھنا کیونکر گوارا ہوسکتا ہے ھذا ما عندی وھو تعالیٰ اعلم

محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

مرکزی دارالافتاء۸۲/سوداگران بریلی شریف

۱۲/رجب المرجب ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ اپنے بیٹے کے ساتھ حج کو گئی ہے اور زید کا یہاں انتقال ہوگیا ہے تو اس حال میں ہندہ کو عدت گزارنا پڑے گی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت

فرمائیں مہربانی ہوگی۔

المستفتی: محمد نعیم الدین

ڈاکٹر حیدر والی گلی بہیڑی ضلع بریلی شریف

الجواب بعون الملک الوہاب:- ہندہ اگر راستہ ہی میں کسی ایسی جگہ ہے جہاں سے اس کے گھر اور مکہ معظمہ کا فاصلہ بقدر مدت سفر شرعی ہے تو انقضائے عدت تک وہیں رکی رہے کما فی البدائع: فان کان من الجانبین مدة سفر فان کانت فی المصر فلیس لها ان تخرج حتی تنقضی عدتها فی قول ابی حنیفة (جلد ثانی صفحہ۲۲۴) هکذا فی الهندیة ولفظه: لو وجب العدة فی الطریق فی مصر من الامصار وبینهما وبین مکة مسیرة سفر لا تخرج من ذلک المصر مالم تنقض عدتها (جلد اول ص۲۱۹) اور اگر وہ کسی ایسے شہر میں ہے جہاں سے اسکے گھر کا فاصلہ مقدار مدت شرعی سے کم اور مکہ معظمہ کا فاصلہ زیادہ ہے تو ہندہ اپنے گھر کو لوٹ جائے اور اگر اس کے گھر کا فاصلہ زیادہ ہے اور مکہ معظمہ کا کم تو مکہ معظمہ کو چلی جائے "بدائع الصنائع" جلد ثانی صفحہ۲۲۴ پر ہے: وان کانت بائنا او کانت معتدة عن وفاة فان کان الی منزلها اقل من مدة سفر والی مکة مدة سفر فانها تعود الی منزلها لانه لیس فیه انشاء سفر فصار کانها فی بلدها وان کان الی مکة اقل من مدة سفر والی منزلها مدة سفر مضت الی مکة لانها لاتحتاج الی المحرم فی اقل من مدة سفر.

ان عبارات میں اگر چہ اس امر کی تصریح نہیں کہ اگر مکہ معظمہ تک مسافت سفر شرعی سے کم ہو تو اسے حج کو نکلنا جائز ہے یا نہیں مگر انداز بیاں سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ہندہ بہر حال حج کے لئے نہ نکلے بلکہ انقضائے عدت کے لئے وہیں رکے اور عدت پوری کرے اسی "بدائع

الصنائع'' میں باب العدۃ کے تحت جابجا اس کی تصریح موجود چنانچہ فرماتے ہیں: وکذا المعتدة من طلاق رجعی لیس لها ان تخرج الی سفر سواء کان سفر حج فریضة اوغیر ذلک لامع زوجها ولامع محرم غیره حتی تنقضی عدتها او یراجعها لعموم قوله تعالیٰ ولاتخرجوهن من بیوتهن ولایخرجن من غیر فصل بین خروج وخروج ولما ذکرنا ان الزوجیة قائمة لان ملک النکاح قائم فلا یباح لها الخروج لان العدة لما منعت اصل الخروج فلان تمنع من خروج مدید وهو الخروج الی السفر اولی اوانما استوی فیه سفر الحج وغیره وان کان حج الاسلام فرضاً لان المقام فی منزلها واجب لایمکن تدارکه بعد انقضاء العدة وسفر الحج واجب یمکن تدارکه بعد انقضاء العدة لان جمیع العمر وقته فکان تقدیم واجب لایمکن تدارکه بعد الفوت جمعاً بین الواجبین فکان اولی ولیس لزوجها ان یسافر بها عند اصحابنا الثلاثة (وفیه) ویستوی الجواب فی حرمة الخروج والاخراج الی السفر ومادون ذلک لعموم النهی الاان النهی عن الخروج والاخراج الی مادون السفر اخف لخفة الخروج والاخراج فی نفسه واذا خرج مع امرأته مسافراً فطلقها فی بعض الطریق اومات عنها فان کان بینها وبین مصرها الذی خرجت منه اقل من ثلاثة ایام وبینها وبین مقصدها ثلاثة ایام فصاعداً رجعت الی مصرها لانها لومضت لاحتاجت الی انشاء سفر وهی معتدة (الی ان قال) قال ابوحنیفة تقیم فیه حتی تنقضی عدتها ولاتخرج بعدانقضاء عدتها الامع محرم حجاًکان اوغیره وقال ابویوسف ومحمد ان کان معها محرم مضت علی سفرها (جلد ثالث صفحہ ۲۰۶/۲۰۷) ''یونہی ہندیہ'' جلد اول صفحہ ۵۳۵/ پر ہے:

المعتدة لاتسافر لاللحج ولالغيره ولايسافر بها زوجها عندناوان سافر بها وهولايريد الرجعة لايصير مراجعاً كذافي فتاوىٰ قاضيخان اورانقضائے عدت کے لئے ٹھہرنے کے بعد کسی کے ذریعہ قربانی کا جانور یااس کی قیمت بھیج دے تاکہ وہ اس سے ہدی کا جانور خرید کراس کی طرف سے ذبح کردے اس لئے کہ وہ ایسی محصر ہے کہ بغیر دم دیئے احرام سے باہر نہیں ہوسکتی ''بدائع الصنائع'' جلد ثانی صفحہ ۱۷۷/۱۷۸ پر ہے:فالمحصر نوعان نوع لايتحلل الابالهدى ونوع يتحلل بغير الهدى أما الذى لايتحلل الابالهدى فكل من منع من المضى فى موجب الاحرام حقيقة أومنع منه شرعا حقالله تعالىٰ لالحق العبد على ماذكرنا فهٰذا لايتحلل الابالهدى وهوان يبعث بالهدى أوبثمنه ليشترى به هديا فيذبح عنه ومالم يذبح لايتحل وفى الهندية:ان يبعث بالهدى أوبثمنه ليشترى به هديا ويذبح عنه ومالم يذبح لايحل وهوقول عامة العلماء (جلداول صفحہ ۲۵۵)اوراگر مکہ معظمہ میں پہنچ گئی ہوتوایام عدت وہیں گزارے یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ گھر لوٹنے پر قانونا یا کسی دوسری وجہ سے مجبور نہ ہواور نہ وہاں اقامت میں کوئی حرج ہو ورنہ ایام عدت اپنے گھر پر گزارے واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

مرکزی دارالافتاء ۸۲رسوداگران بریلی شریف

۱۷رذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک مظلوم عورت ہوں فی الحال میں دو بچوں کی ماں بھی ہوں، میرے شوہر نامدار مجھے ذرا

ذراسی بات پر کئی بار مار چکے ہیں ایک بار انہوں نے مجھے مٹی کا تیل ڈالکر جلانا بھی چاہا مگر محلہ کے لوگوں نے بچالیا اس کے بعد کئی بار پٹائی کی جس پر میں صبر کرتی رہی میرے میکے والے مجھے انہیں کے گھر بھیجتے رہے، مفتی صاحب میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتی ہوں کہ وہ کسب معاش سے بالکل آزاد ہیں جو کچھ کماتے ہیں جوا کھیل کر گنوا دیتے ہیں الا ماشاء اللہ میں گھر میں مجبور کیا کرتی لہٰذا میں نے دوسروں کے یہاں کام کرنا شروع کیا جس سے دونوں کا گزر بسر ہوتا رہا اور بچوں کو نانا نانی کے یہاں چھوڑ دیا گیا جن کی دیکھ بھال وہ کرتے ہیں اور گاہے گاہے میں اپنی کمائی سے کچھ نہ کچھ ان کے لئے بھیجتی رہتی ہوں، اتنا ہونے کے باوجود ہمارے شوہر اپنی بدخوئی سے باز نہیں آتے اور ستاتے رہتے ہیں آخرکار میں بھی آدم زاد ہوں کوئی بیل بھینس تو ہوں نہیں لہٰذا اب میں ان کے ظلم سے تنگ آ گئی ہوں میں نے اپنے قریب کے ایک عالم سے پوچھا کہ ایسی صورت میں میں کیا کروں؟ تو انہوں نے کہا خلع کرالو چنانچہ آپ کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ:

(۱) خلع کسے کہتے ہیں؟ اس کا طریقہ کیا ہے؟ اسکے شرائط کیا ہیں؟ اور کیا مرد عورت کے حق خلع میں مداخلت کرسکتا ہے؟

(۲) کیا عورت کسب معاش کیلئے گھر سے باہر نکل سکتی ہے کیا مرد کے ذمہ عورت کا نفقہ وسکنی لازم و ضروری نہیں؟

(۳) اگر مرد قمار بازی کرتا ہو بیوی بچوں کو کما کر نہ کھلاتا ہو تو ایسے شخص کی زوجیت میں عورت کیا کرے جبکہ مرد اسے مارتا اور ستاتا بھی ہے؟

(۴) اگر مرد خلع قبول نہ کرے تو کیا عورت پنچایت کے ذریعہ نکاح فسخ کرا سکتی ہے؟

(۵) مرد کو بلانے کے باوجود اگر وہ قاضی یا صلح کرانے والوں کے سامنے نہ آئے تو ایسی صورت میں خلع کیسے ہوسکتی ہے؟ آیا قاضی ولی عورت کی اجازت سے نکاح فسخ کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۶)خلع یافتہ عورت کی عدت کیا ہے؟

مذکورہ تمام سوالوں کے جوابات دلائل کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کریں اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

المستفتیہ :ممتاز بی شیخ یوسف

بھساول مہاراشٹر

الجواب بعون الملک الوھاب :-شوہر اپنے مذکورہ اعمال کے سبب سخت گنہگار مستحق غضب جبار وعذاب نار ہے اگر وہ بیوی کو نان ونفقہ اور اسکے حقوق ادانہیں کرسکتا تو اس پر بیوی کو طلاق دینا لازم ہے قال اللہ تعالیٰ :فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف (سورہ بقرہ پ۲ آیت ۲۳۱)یعنی عورتوں کو بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دو ،اگر دونوں میں ناچاقی وناا تفاقی اس حد تک بڑھ گئی ہے جس سے یہ اندیشہ ہو کہ احکام شرعیہ کی پابندی نہیں کر پائیں گے تو بیوی شوہر سے خلع حاصل کرسکتی ہے قال اللہ تعالیٰ: ولا یحل لکم ان تاخذوا امما آتیتموھن شیئا الا ان یخافاالا یقیماً حدود اللہ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھمافی ماافتدت بہ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولٓئک ھم الظلمون (سورہ بقرہ پ۲ آیت ۲۲۹)یعنی تمہیں روانہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہی حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دیکر عورت چھٹی لے یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

مال کے بدلے میں طلاق لینے یا نکاح زائل کرانے کو خلع کہتے ہیں اگر چہ وہ مال مہر ہی کی

رقم ہو (کبھی کبھی تو خلع کے لئے عورت کی طرف سے شوہر کو مہر کے علاوہ بھی اچھی خاصی رقم دینا پڑتی ہے) اگر زیادتی مرد کی طرف سے ہو تو خلع پر مطلقاً عوض لینا مکروہ اور اگر زیادتی عورت کی طرف سے ہو تو مہر سے زیادہ لینا مکروہ مگر قضاء جائز ہے کما فی الھندیۃ: اذ تشاق الزوجان وخافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس بان تفتدی نفسھا منہ بمال یخلعھابہ فاذا فعلا ذلک وقعت تطلیقۃ بائنۃ ولزمھا المال کذا فی الھدایۃ ان کان النشوز من قبل الزوج فلا یحل لہ اخذ شئ من العوض علی الخلع وھذا فی حکم الدیانۃ فان اخذ جاز ذلک فی الحکم ولزم حتی لاتملک استردادہ کذا فی البدائع وان کان النشوز من قبلھا کرھا لہ ان یاخذا کثر مما اعطاھا من المھر ولکن مع ھذا یجوز اخذ الزیادۃ فی القضاء کذا فی غایۃ البیان (جلد اول ص ۴۸۸) طریقہ اس کا یہ ہے کہ شوہر بیوی سے کہے ''میں نے تجھ سے اتنے روپے میں خلع کیا'' بیوی کہے ''میں نے قبول کیا یا جائز کیا'' عورت کا خلع کے معنی سمجھ کر قبول کرنا ،شوہر کا عاقل وبالغ ہونا ،عورت کا محل طلاق ہونا اس کے شرائط سے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) منہیات شرعیہ کی رعایت کرتے ہوئے مکمل پردے میں رہکر جہاں مردوں سے اختلاط نہ ہو جا سکتی ہے مرد پر عورت کا نان ونفقہ سکنی دینا واجب ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) نباہ کر سکتی ہو تو کرے ورنہ طلاق یا خلع حاصل کرلے واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) ہرگز نہیں ایسی صورت میں عورت بذریعہ پنچایت بجبر واکراہ زبانی طلاق لے واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) ہرگز ہرگز نہیں ہمارے یہاں اس مسئلہ میں فسخ نکاح کی کوئی صورت نہیں نہ ہی کسی کو فسخ نکاح کا اختیار ہے، جبراً زبانی طلاق لی جائے یا خلع حاصل کی جائے اسکے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں کہ نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے قال اللہ تعالیٰ: بیدہ عقدۃ النکاح (سورہ بقرہ پ۲ آیت ۲۳۷) یعنی

نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(٦) وہی جو مطلقہ عورت کی عدت ہوا کرتی ہے یعنی مطلقہ حائضہ کی عدت تین حیض کامل اور مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی غفرلہ
صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

۱۷ ر ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت ومفتیان ذی حشمت مسئلہ ذیل میں کہ

زید کہتا ہے کہ عرب شریف میں جب شیطان داخل نہیں ہوسکتا ہے تو وہاں غلط کام کیسے ہو سکتا ہے لہٰذا وہاں کے لوگوں کا جو عقیدہ ہے وہی صحیح ہے اور وہ حوالہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب مبارکہ ''تمہید ایمان'' شریف کا آخری صفحہ پیش کرتا ہے جس کی عبارت یہ ہے ''وہاں سے زائد مہریں کہاں کی ہوں گی جہاں کے بارے میں احادیث صحیحہ میں ہے کہ وہاں شیطان داخل نہیں ہوسکتا ہے'' جب اس سے کہا گیا کہ اس سے مراد دجال ہے تو وہ کہتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اس موقع پر لکھا ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہاں پر کوئی غلط عقیدہ کا مفتی یا عالم نہیں ہوسکتا۔ حضور کرم فرما کر جلد از جلد اس کا مفصل جواب مع دستخط عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

المستفتی: گدائے ازہری قمر غنی عثمانی قادری رضوی

جالبانسا بارہ بنکی یوپی

الجواب بعون الملک الوھاب:- امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی

بریلوی قدس سرہ العزیز ''تمہید ایمان'' مطبوعہ الرضا مرکزی دار الاشاعت بریلی شریف ص ۵۰ پر فرماتے ہیں ''مہریں علمائے حرمین طیبین سے زائد کہاں کی (معتبر) ہونگی جہاں سے دین کا آغاز ہوا اور بحکم احادیث صحیحہ کبھی وہاں شیطان کا دور دورہ نہ ہوگا'' اولاً تو اعلیٰ حضرت نے تمہید ایمان میں اس مقام پر لفظ ''عرب'' نہیں کہا ثانیاً ''داخل نہ ہونے'' کا لفظ بھی نہیں استعمال فرمایا بلکہ یہ محض زید ہی کا افترا و اختراع ہے اب ایک بار پھر چشم بینا سے تمہید ایمان کی اصل عبارت کا بغور مطالعہ کیجئے جس میں کتر بیونت کر کے یا غلط مفہوم بتلا کر سیدھے سادے مسلمانوں کو ورغلایا جا رہا ہے۔ اب ذرا سوچئے ''حرمین طیبین'' کی جگہ ''عرب'' اور دور دورہ کی جگہ ''داخل نہیں ہوسکتا'' لکھ دینا یا کہہ دینا کس ذہنیت کی غمازی کر رہا ہے؟ کیا اس کا مقصد صرف اور صرف یہ نہیں کہ عوام کو مغالطہ دیکر افتراق بین المسلمین کو فروغ دیا جائے اور سیدھے سادے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے نفرت وعداوت اور انتشار کی آگ میں جھونک دیا جائے۔

دور و دورہ کا معنی کامل طور پر حکمرانی کے ہیں اس معنی کے تناظر میں اعلیٰ حضرت کے اس جملے کا مطلب یہ ہوا کہ حرمین طیبین میں شیطان کی کامل حکمرانی نہیں ہوگی وہاں کے سارے لوگ اس کے محکوم نہ ہونگے اس کی عبادت و پرستش نہ کریں گے ہماری اس توضیح کی تصدیق ''مشکوٰۃ شریف'' کی اس حدیث پاک سے مستفاد ہوتی ہے: عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان الشیطن قد أیس من ان یعبدہ المصلون فی جزیرۃ العرب و لکن فی التحریش بینھم (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹) یعنی شیطان اس امر سے مایوس ہوگیا کہ جزیرۂ عرب میں مومنین اس کی عبادت کریں لیکن وہ ان کے درمیان فتنہ وفساد برپا کریگا۔ یعنی وہ مختلف طرق سے لوگوں کو گمراہ و بدمذہب تو کرسکتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ انہیں شرک و بت پرستی میں مبتلا کردے اس حدیث پاک کے تحت حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری ''مرقاۃ

شرح مشکوٰۃ'' جلداول ص ۲۴۹+۲۵۰ پر فرماتے ہیں: و معنی الحدیث ایس من ان یعود احد من المؤمنین الی عبادۃ الصنم و یرتد الی شرکہ فی جزیرۃ العرب ولا یرد علی ذلک ارتداد اصحاب مسیلمۃ وما نعی الزکاۃ وغیرھم ممن ارتد وابعد النبی ﷺ لانھم لم یعبدوا الصنم یعنی اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جزیرۂ عرب میں کوئی مومن بت پرستی کی طرف لوٹ کر شرک نہ کریگا اور اس پر اصحاب مسیلمہ اور مانعین زکاۃ وغیرہم کے مرتد ہونے کا اعتراض نہ پڑے گا جو حضور کی ظاہری حیات کے بعد مرتد ہوئے اسلئے کہ ان مرتدوں نے بتوں کی پوجا نہیں کی تھی۔

حضرت علامہ ملا علی قاری کی اس تشریح سے معلوم ہوا کہ جزیرۂ عرب میں گمراہ اور بد مذہب بدعقیدہ، مرتد وملعون تھے اور انہوں نے اپنے اپنے طور پر لوگوں کو گمراہ و بدمذہب کیا لیکن ان کی بد مذہبی و گمراہی اور ارتداد اس نوعیت کی نہیں تھی کہ معاذ اللہ انہوں نے شیطان کو خدا کا شریک ٹھہرا کر اس کی عبادت و پرستش شروع کر دی ہو جیسے مسیلمہ کذاب کہ جس نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد دعویٰ نبوت کر دیا تھا اور مانعین زکوٰۃ جنہوں نے زکوٰۃ دینے یا اس کی فرضیت سے انکار کر دیا تھا مگر انہوں نے شرک و بت پرستی نہیں کی تھی۔

نیز حدیث پاک اس امر پر بھی دال ہے کہ شیطان اس مایوسی کے عالم میں لوگوں کے درمیان فتنہ وفساد کرے گا لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف ورغلا کر اپنی شرانگیزی کا کرشمہ دکھائے گا۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ جو لوگ شیطان کے ورغلانے میں آ کر نفاق بین المسلمین پیدا کریں اور اس میں اتنے آگے بڑھ جائیں کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیدیں، ان سے قتل وقتال ان کے اموال کو ان سے چھین لینا اپنے لئے حلال بلکہ واجب جانیں، جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی حضرت دائی حلیمہ حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت امام حسن حضور کی

ازواج مطہرات اور دیگر صحابہ وصحابیات اور معظمان دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مزارات کو ہتھوڑوں پھاوڑوں سے توڑ پھوڑ کر مسمار کر دیں، (تفصیل کیلئے "حجۃ اللہ علی العالمین" جلد اول ص ۸۲۹ اور "وفاء الوفاء" جلد اول ص ۴۲۹ "خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام" جلد ثانی صفحہ ۲۷۸ کا مطالعہ کریں) اور حضور کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزارات کو بلڈوزر کے ذریعہ اکھاڑ پھینکیں، صحابہ کرام کی قبروں پر پختہ سڑکیں بنا دیں، غار ثور اور غار حرا کی مسجدوں کو منہدم کر دیں، مسجد شجرہ جہاں درخت نے حضور کے سچے نبی ہونے کی شہادت دی تھی اسے شہید کر دیں بھلا وہ کیسے صحیح العقیدہ ہو سکتے ہیں کیا یہ کسی صحیح العقیدہ مسلمان کے افعال ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ افعال تو کسی باغی اسلام اور کسی بد مذہب و بد عقیدہ ملعون و مرتد کے ہیں جو اپنی گندم نما جو فروشی سے سیدھے سادے مسلمانوں کے ایمان پر شب خون مار رہا ہے۔

مذکورہ بالا توضیحات سے زید کی کج فہمی کے مرض کا علاج ہو گیا کہ "عرب شریف میں جب شیطان داخل نہیں ہو سکتا تو وہاں غلط کام کیسے ہو سکتا ہے لہٰذا وہاں کے لوگوں کا جو عقیدہ ہے وہی صحیح ہے" تمہید ایمان کی اصل عبارت کے کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عرب میں شیطان کا دخول ہی نہیں ہوگا شیطان کا داخل ہونا اور شیطان کا دور دورہ ہونا یہ دونوں الگ الگ باتیں ہیں ظاہر ہے دور دورہ کا مرحلہ دخول کے بعد ہی شروع ہوتا ہے۔ تقریب فہم کیلئے اسے یوں سمجھئے کہ زید لکھنؤ میں اپنا سکہ بٹھانا چاہتا ہے وہاں کے سارے لوگوں کو اپنا ہم نوا و ہم خیال بنانا چاہتا ہے تو سب سے پہلے اسے وہاں جا کر وہاں کے دو چار لوگوں کو اپنا ہم خیال و ہم نوا بنانا ہوگا یونہی چار سے دس دس سے بیس بیس سے پچاس وہم چنیں مسلسل لوگ اسکے ہم نوا ہوتے جائیں گے اور ایک دن ایسا آئے گا جب وہ لکھنؤ پر حاوی ہو جائے گا اور سارے لوگ اس کے مطیع ومحکوم ہو جائیں گے یعنی وہاں اس کا دور دورہ ہو جائے گا، اس کنایہ کو سمجھ لینے کے بعد یہ امر اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ کسی جگہ

دور دورہ کے لئے وہاں دخول شرط اولین ہے بالکل اسی طرح شیطان نے حرمین طیبین یا عرب شریف میں داخل ہو کر وہاں سیکڑوں ہزاروں لاکھوں لوگوں کو اپنا ہم نوا و ہم خیال تو بنالیا مگر شیطان کو منہ کی کھانی پڑی کہ اپنی حکمرانی اور دور دورہ کے ارادے میں ناکام و نامراد رہا کہ وہاں کے سارے لوگ اس کے مطیع و محکوم نہ ہوئے اور نہ قیامت تک ہونگے لیکن بہر حال شیطان کے یہ جو ہزاروں لاکھوں ہم نوا وہم خیال ہیں ان پر اس کا کامل طور پر ہولڈ اور پکڑ ہے یہ آج بھی اس کے وفادار و بہی خواہ ہیں یہ لوگ اس کے مشن کو فروغ دینے میں دامے درمے قدمے سخنے غرض ہر محاذ پر پیش پیش اور سرگرم ہیں اب رہی یہ بات کہ وہاں غلط کام کیسے ہوسکتا ہے وہاں بدعقیدہ کیسے ہوسکتے ہیں تو ہم درج ذیل احادیث کریمہ سے یہ ثابت کریں گے کہ وہاں غلط کام بھی ہوسکتے ہیں بلکہ ہوتے ہیں اور وہاں بدعقیدہ بھی ہوسکتے ہیں بلکہ ہیں اور فی زمانہ ان بدعقیدہ اور گندم نما جوفروشوں کی پہچان کیا ہے: عن ابن عمر قال النبی ﷺ اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ و فی نجد نا قال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھناک الزلازل والفتن و بھا یطلع قرن الشیطٰن (بخاری شریف جلد۲ص ۱۰۵۱) یعنی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے لئے شام میں برکت نازل فرما اے اللہ ہمارے لئے یمن میں برکت نازل فرما۔ اہل نجد میں سے کچھ لوگ وہیں بیٹھے تھے انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ہمارے نجد میں بھی حضور نے دوبارہ فرمایا اے اللہ ہمارے لئے شام میں برکت نازل فرما اے اللہ ہمارے لئے یمن میں برکت نازل فرما پھر نجد کے لوگوں نے دوبارہ عرض کی ہمارے نجد میں بھی یارسول اللہ راوی کا بیان ہے کہ غالباً حضور نے تیسری بار فرمایا کہ وہ زلزلوں اور فتنوں کی زمین ہے اور وہاں سے شیطان کی

سینگ (سنگت) نکلے گی: عن ابن سالم بن عبد الله ان رسول الله ﷺ قال و هو مستقبل المشرق هاان الفتنة ههنا هاان الفتنة ههنا ها ان الفتنة ههنا من حیث یطلع قرن الشیطن (مسلم شریف جلد۲ص ۳۹۴) یعنی حضرت ابن سالم ابن عبداللہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مشرق کی طرف رخ کر کے ارشاد فرمایا کہ فتنہ یہاں سے اٹھے گا فتنہ یہاں سے اٹھے گا فتنہ یہاں سے اٹھے گا اسلئے کہ یہاں سے شیطان کی سینگ (سنگت) نکلے گی: عن ابن عمر قال خرج رسول الله ﷺ من بیت عائشة فقال رأس الکفر من ھا ھنا من حیث یطلع قرن الشیطن یعنی المشرق (مسلم شریف جلد۲ص ۳۹۴) یعنی حضرت عبداللہ ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضور پرنور ﷺ حضرت سیدہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حرم سرا سے باہر تشریف لائے اور (مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ کفر کا مرکز یہاں ہے اسلئے کہ یہاں سے شیطان کی سینگ (سنگت) نکلے گی (واضح ہو کہ نجد مدینہ منورہ سے جانب شرق ہی واقع ہے جہاں محمد بن عبدالوہاب نجدی اپنے گستاخانہ کفری طوفانوں اور بدعقیدگی کی زہر آلود ہواؤں کے ساتھ پیدا ہوا)

احادیث مذکورہ سے یہ امر اظہر من الشمس ہو گیا کہ نجد خیر و برکت کی جگہ نہیں بلکہ فتنہ وفساد اور خروشر کی جگہ ہے حضور کی دعائے خیر سے محرومی اور اس کو فتنہ و زلزلے اور شیطان کی سینگ (سنگت) نکلنے کی جگہ فرمانے کا مطلب ہی یہی ہے کہ بعض اہل نجد پر جہالت شقاوت، بدبختی و گمراہی کی مہر ثبت ہو گئی اور اب وہاں سے کسی فلاح و صلاح اور خیر کی توقع نہیں، حدیث پاک کے الفاظ یہ ہے: عن شریک بن شهاب قال کنت اتمنی ان القی رجلا من اصحاب النبی ﷺ اساله عن الخوارج فلقیت ابا برزة فی یوم عید فی نفر من اصحابه فقلت له هل سمعت رسول الله ﷺ یذکر الخوارج قال نعم سمعت

رسول الله ﷺ باذني ورأيته بعيني اتى رسول الله ﷺ بمال فقسمه فاعطى من عن يمينه ومن عن شماله ولم يعط من وراه شيئا فقام رجل من ورائه فقال يا محمد ما عدلت في القسمة رجل اسود مطموم الشعر عليه ثوبان ابيضان فغضب رسول الله ﷺ غضبا شديدا وقال والله لا تجدون بعدی رجلا هو اعدل منی ثم قال يخرج في آخر الزمان قوم كان هذا منهم يقرؤن القرآن لا يجاوز تراقيهم يمرقون من الاسلام كما يمرق السهم من الرمية سيماهم التحليق لا يزالون يخرجون حتى يخرج آخرهم مع المسيح الدجال فاذا لقيتموهم هم شر الخلق والخليقة (مشکوۃ شریف ص ۳۰۸/۳۰۹) یعنی حضرت شریک ابن شہاب فرماتے ہیں کہ میری خواہش تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی سے ملاقات کر کے خوارج کے بارے میں پوچھوں تو میں نے ابو برزہ اسلمی سے عید کے دن ملاقات کی ان کے ساتھیوں میں سے ایک کی موجودگی میں تو میں نے ان سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے خوارج کا ذکر سنا؟ ابو برزہ نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کا قول اپنے کان سے سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ مال آیا تو حضور نے اسے تقسیم کر دیا تو حضور نے انہیں عطا کیا جو ان کے دائیں تھے اور جو بائیں تھے اور حضور نے اپنے پیچھے والوں کو اس میں سے کچھ نہ دیا تو حضور کے پیچھے والوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا تو کہا اے محمد آپ نے مال کی تقسیم میں انصاف نہیں کیا۔ کسی کو دیا اور کسی کو نہیں دیا اور وہ شخص کالا اور گنجا تھا اس پر دو سفید کپڑے تھے تو حضور نے سخت غضب فرمایا اور ارشاد فرمایا قسم اللہ کی تم لوگ میرے بعد مجھ سے زیادہ عادل نہیں پاؤ گے پھر حضور نے فرمایا آخری زمانے میں ایک گروہ نکلے گا گویا یہ شخص اس گروہ کا ایک فرد ہے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ اسلام سے

ایسے نکل جائیں گے جیسے کہ تیر شکار سے ان کی خاص پہچان سر منڈانا ہے وہ ہمیشہ گروہ در گروہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری دستہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا جب تم ان سے ملو گے تو انہیں اپنی طبیعت اور سرشت کے اعتبار سے بدترین پاؤ گے۔

حدیث مذکورہ سے یہ امر صاف ظاہر ہو گیا کہ بدعقیدہ و بد مذہبوں کے مختلف دستے حرمین شریفین میں آتے رہیں گے اور اپنی اپنی فتنہ سامانیوں اور شر انگیزیوں کا مظاہرہ کرتے رہیں گے اور حرمین شریفین میں موجودہ وہابیوں نجدیوں کی فتنہ سامانیوں پر تو عالم گواہ ہے ان کے ظلم و استبداد قتل و غارت گری صحابہ کرام و بزرگان دین کے مزارات کی بے حرمتی پر تو چشم فلک نے بھی آنسو بہائے جس سے دنیا باخبر ہے، انکی فتنہ سامانیوں میں حرمین شریفین میں مختلف تبدیلیاں، صحابہ کرام اہل بیت اطہار، علماء کرام اور دیگر معظمان دین وملت کے مزارات کو شہید کرنا بے قصور و بے گناہ علماء کو قتل کرنا اور حال ہی میں سیدہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر اقدس کو بلڈوزر کے ذریعہ اکھاڑ پھینکنا نمایاں طور پر انکے محبوب مذموم و مشہور کارناموں میں شامل ہے حضرت علامہ ''ابن عابدین'' شامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں: **اتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين و كانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدو انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة و قتل علمائهم** (شامی جلد ۳ رمطبوعہ دیوبند ص ۳۳۹) یعنی عبدالوہاب کے ماننے والے نجد سے نکلے اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا وہ لوگ اپنا مذہب حنبلی بتاتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ صرف وہی لوگ مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدے کی مخالفت کرے وہ کافر و مشرک ہے، وہ لوگ اہل سنت اور ان کے علماء کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں، مذکورہ دلائل و براہین سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ میں شیطان کی موجودگی ہے جو ان بدمذہبوں کو اسلام و ایمان

سے محروم کر کے بدعقیدگی کے غار عمیق میں ڈھکیل رہا ہے اور اپنی فتنہ سامانیوں اور شرانگیزیوں سے لوگوں میں افتراق وانتشار پیدا کر رہا ہے اور انہیں بد مذہب و گمراہ کر رہا ہے، اس روشن حق کے قبول سے گریز نہ کرے گا مگر وہ جس کے دل پر مہر لگادی گئی۔

زید کا یہ کہنا "جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہاں پر کوئی غلط عقیدہ کا مفتی یا عالم نہیں ہوسکتا" ہم کہیں گے یقیناً نہیں ہوسکتا کیوں کہ عالم یا مفتی تو وہ ہوتا ہے جسے حضور کے علم سے کچھ حصہ ملا ہو کیوں کہ سرکار ابد قرار ﷺ ہی شہر علم ہیں خود سرکار کا ارشاد ہے: انا مدینة العلم و علی بابها یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازے، یہ وہابیہ، دیابنہ، نجدیہ تو حضور کے علم ہی کے منکر ہیں تو بھلا انہیں کہاں سے علم ملا اور جب انہیں حضور سے علم ملا ہی نہیں تو یہ عالم یا مفتی کیسے ہو گئے؟ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ سمندر کے وجود کا منکر اپنے نہر ہونے کا دعویٰ کرے جس طرح سمندر کے وجود کا منکر اپنے دعوی نہر میں جھوٹا و مکار ہے اسی طرح حضور کے علم کا منکر اپنے عالم و فاضل و مفتی ہونے کے دعویٰ میں قطعی جھوٹا و مکار ہے واللہ الهادی وهو تعالیٰ اعلم

محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی غفرلہ

مرکزی دارالافتاء ۸۲، سوداگران بریلی شریف

۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) مسجد سبحانیہ اہلسنت مرچیا ٹالہ دولت گنج چھپرہ کو شہید کر کے تعمیر نو کا ارادہ ہوا ہے جمعہ و عیدین میں نماز کے لئے دقت ہوتی ہے مسجد چھوٹی ہے تنگ ہو جاتی ہے لہٰذا مسجد کے اتر جانب متصل مسجد کچھ زمین ہے جو مدرسہ کے نام پر ہے لیکن ابھی مدرسہ نہیں بنا ہے زمین یونہی پرتی پڑی ہے۔ جمعہ

وعیدین میں اس میں نماز ہوتی ہے اب ارادہ یہ ہے کہ جب مسجد کی تعمیر ہو تو اس زمین کو مسجد میں شامل کرلیا جائے لہٰذا اس پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) مسجد سبحانیہ اہلسنت کی عمارت پرانی ساخت کی قبہ والی ہے مگر برآمدے کی چھت میں لوہے کی شہتیر وکڑی ہے اور صحن کرکٹ سے چھایا گیا ہے اب نئی تعمیر میں اس کی پرانی اینٹیں، شہتیر، کڑی اور کرکٹ یہ سب بچ جائیں گے لہٰذا اس کو فروخت کر کے رقم مسجد کی تعمیر میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ اگر اس کا فروخت کرنا جائز نہیں تو پھر اس کو کس کام میں لایا جائے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) مسجد سبحانیہ اہلسنت میں ساڑھے چھ کٹھہ زمین وقف ہے سالانہ تقریباً چار ہزار روپیہ پر کرایہ میں دیا گیا ہے وہ زمین مشرکوں کے محلے سے متصل ہے اور یہاں کے لوگ مذہبی معاملے میں اس قدر سست ہیں کہ اگر مشرک رفتہ رفتہ اس زمین پر قبضہ بھی کرلیں تو لوگ اس کی فکر کرنے والے نہیں ابھی کچھ ہی سال پہلے اس زمین سے متصل ایک مشرک نے مکان بنایا ہے تو اس زمین میں سے کچھ قبضہ کرلیا ہے اور یہاں کے لوگ دیکھتے ہوئے بھی اس کی فکر نہیں کرتے ، ویسے وہ زمین قیمت میں لاکھ روپیہ کٹھہ سے کم کی نہیں ہے لہٰذا ارادہ یہ ہے کہ اگر شریعت اجازت دے تو اس زمین کو فروخت کر کے کل پیسہ بینک میں جمع کردیا جائے اس مسجد کو یہ فائدہ ہوگا کہ کل پیسہ بینک میں جوں کا توں موجود رہے گا اور اس زمین سے جو کرایہ حاصل ہوتا ہے یعنی سالانہ چار ہزار روپیہ بینک کہیں اس سے کئی گنا پیسہ ہر مہینہ دیگا جس سے مسجد کا دیگر انتظام اور مؤذن وامام کی تنخواہ کا معقول انتظام ہوجائے گا لہٰذا اس سلسلے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ واضح ہو کہ اس زمین کا واقف زندہ نہیں۔

(۴) شہر سے قریب ایک گاؤں کریم گاہ ہے وہاں کی مسجد بہت چھوٹی ہے جس سے پنجگانہ کے علاوہ جمعہ وعیدین کی بھی نماز پڑھی جاتی ہے آدمیوں کی تعداد بڑھ گئی ہے اس لئے وہ مسجد نمازیوں کے لئے ناکافی ہے اور اس کی توسیع کی سخت ضرورت ہے اور مسجد کے سامنے پورب جانب بالکل مسجد

سے متصل ایک مسلمان کی زمین ہے اگر وہ زمین دیدیتا تو توسیع کے بعد مسجد بالکل کشادہ ہو جائے گی اور تنگی جاتی رہے گی ۱۹۷۶ھ ہی سے اس سے یہ زمین مانگی جارہی ہے لیکن وہ آج تک اس زمین کو مسجد کی توسیع کے لئے نہیں دے رہا ہے، جبکہ اس زمین کے بدلے میں اس کو دوسری زمین دی جارہی تھی اور مسجد کے ساتھ مجبوری یہ ہے کہ اس زمین کے علاوہ کوئی مسجد کے دائیں بائیں اور پیچھے بالکل کوئی زمین نہیں کہ مسجد کی توسیع کی جائے لہٰذا اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ مسجد کی توسیع کے لئے مسجد کی کمیٹی اس زمین پر زبردستی قبضہ کر کے مسجد کی توسیع کر سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: غلام مرتضیٰ علی نوری رضوی قادری.

مرچیاٹولہ دولت گنج چھپرہ بہار

الجواب بعون الملک الوھاب:- (۱) اگر وہ زمین بنام مدرسہ وقف ہے تو اسکا مسجد میں شامل کرنا جائز نہیں اور اگر وہ زمین وقف نہیں تو اس کی قیمت دیکر مسجد میں شامل کر سکتے ہیں اور مستفتی کے وکیل محمد نسیم اختر رضوی کے بیان سے بھی یہی ظاہر کہ وہ زمین کسی ہندو عورت نے وہاں کے دو مسلمانوں کے نام بایں طور رجسٹری کی ہے کہ میں نے فلاں فلاں کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اس زمین میں اسکول یا مدرسہ بنائیں یا پارک یا باغ لگائیں لہٰذا ایسی صورت میں وہ زمین وقف نہیں ہوئی کہ نہ یہ وقف کی کوئی صورت ہے نہ کافر کا وقف ہی جائز نہ وہ دونوں مسلمان اس زمین کے مالک ہوئے کہ اس عورت نے انھیں اس زمین میں صرف تصرف کا اختیار دیا ہے نہ کہ ملکیت؟ اور اگر اس ہندو عورت نے ان دونوں مسلمانوں کو اس زمین کا مالک بنادیا تھا تو اب ان کا مدرسہ کے لئے وقف کرنا جائز اور اب جبکہ انھوں نے اسکول یا مدرسہ کے نام وقف کردیا تو اب اس کو مسجد میں شامل کرنا جائز نہیں خود واقف کو بھی اسمیں کوئی تغیر و تصرف کرنے کا اختیار نہیں، حتمی حکم شرع سے آگاہی کے لئے وہ کاغذات جو اس ہندو عورت نے بوقت رجسٹری ان دونوں مسلمانوں کے

نام بنوائے تھے بھیج کر دوبارہ استفتاء کریں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) حاکم اسلام یا قاضی شرع کی اجازت سے یہ نہ ہو تو متولی اور اہل محلّہ مل کر مسجد کی اینٹیں، شہتیر، چھپر (الویسٹر) اور دیگر فاضل اشیاء جو اب مسجد کی ضرورت کی نہ رہیں کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت کر سکتے ہیں ''فتاویٰ ہندیہ'' جلد ثانی صفحہ ۴۵۹ پر ہے: حشیش المسجد اذا کانت له قیمة فلاهل المسجد ان یبیعوه ان رفعوا الی الحاکم فهو احب ثم یبیعوه بامره هو المختار کذا فی جواهر الاخلاطی (وفیه) الفاضل من وقف المسجد هل یصرف الی الفقراء قیل لایصرف وانه صحیح ولکن یشتری به مستغلات للمسجد کذافی المحیط (ص ۴۶۳) اس سے حاصل شدہ رقم اسی مسجد کے کاموں میں صرف کریں، مذکورہ اشیاء خریدنے والے مسلمان کو یہ چاہئے کہ اسے اپنے مکان میں کسی ایسی جگہ لگائے جہاں انکی بیحرمتی نہ ہو کہ علمائے کرام نے اس کوڑے کی بھی تعظیم کا حکم دیا ہے جو مسجد سے جھاڑ کر پھینکا جاتا ہے ''درمختار'' جلد اول صفحہ ۱۷۸ پر ہے: ولا ترمی برایة القلم المستعمل لاحترامه کحشیش المسجد وکناسته لایلقی فی موضع یخل بالتعظیم واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الکریم

(۳) جائداد موقوفہ میں بے جا تصرفات وتغلبات پر مسلمانوں کا سکوت حرام اور چارہ جوئی نہ کرنا بدکام و بدانجام و موجب اثام ہے جبکہ چارہ جوئی کی استطاعت رکھتے ہوں لہٰذا وہاں کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ ہر ممکن کوشش کے ذریعہ مسجد کی زمین اس ہندو کے قبضے سے چھڑائیں، جائداد موقوفہ نہ کسی کی ملکیت ہوسکتی ہے نہ وراثت ہوسکتی ہے نہ اس کی خرید و فروخت ہوسکتی ہے ''فتاویٰ ہندیہ'' جلد ثانی صفحہ ۳۵۰ پر ہے: ولایباع ولایوهب ولایورث کذافی الهدایة ''فتاویٰ رضویہ'' جلد ششم صفحہ ۴۴۳ پر ہے: الوقف لایملک ولایباع ولایورث حتیٰ کہ اسکی ہیئت وشکل میں کسی قسم کا تغیر وتبدل بھی جائز نہیں ''فتاویٰ ہندیہ'' جلد ثانی صفحہ ۴۹۰ پر ہے: ولایجوز

تغیر الوقف عن هیئته فلایجعل الدار بستانا ولاالخان حماما ولاالرباط دکانا الااذاجعل الواقف الی الناظر مایری فیہ مصلحة الوقف کذافی السراج الوھاج وقف مطلق میں تغیر وتبدل اس وقت ممکن ہے جبکہ وہ بالکلیہ قابل انتفاع نہ رہے فروخت کرنا اس صورت میں بھی جائز نہیں صرف تبدیلی ہوسکتی ہے اور یہ اختیار صرف قاضی شرع ذی علم وعمل کو ہے "درمختار" جلد رابع صفحہ ۳۸۶ پر ہے: اشترط فی البحر خرجه علی الانتفاع بالکلیة وکون البدل عقارا والمستبدل قاضی الجنة المفسر بذی العلم والعمل اس کے تحت "ردالمحتار" میں ہے: ولو صارت الارض بحال لاینتفع بهاوالمتمعدانه بلاشرط یجوز للقاضی بشرط ان یخرج عن الانتفاع بالکلیة وان لایکون هناک ربح للوقف یعمربه محض بدل کا مبدل منہ سے اچھا اور نفع بخش ہونا بیچنے یا بدلنے کے لئے وجہ جواز نہیں ہوسکتا، کمافی ردالمحتار: ولکن فیه نفع فی الجملة وبدله خیرمنه ربحا ونفعا وهذا لایجوز استبداله علی الاصح المختار (جلد رابع صفحہ ۳۸۴) وقف مطلق کی بیع صرف اس صورت میں جائز ہوسکتی ہے جبکہ اس کے برباد وضائع ہوجانے کا خطرہ اقوی ہو یا اس پر بیجا تسلط وتغلب یقینی ہو اور ایسی صورت میں جبکہ مسلمان ازخود اوقاف کی حفاظت وصیانت چھوڑ دیں اور اس پر کسی کا تغلب وتسلط ہوجانے کے بعد بھی خاموش تماشائی بنے رہیں اور اسی کو عذر گردانیں تو ہرگز ہرگز یہ عذر مقبول نہیں ان پر لازم کہ حسب استطاعت اس زمین کی واپسی کی کوشش کریں ورنہ سخت گنہگار ہونگے واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) جب دیہات میں جمعہ وعیدین جائز ہی نہیں تو اس کے لئے مسجد کی توسیع کیسے جائز ہوسکتی ہے؟ البتہ اگر وہ مسجد پنجوقتہ نمازوں کے لئے تنگ ہوتی ہے اور متصل مسجد کسی شخص کی زمین ہے مگر وہ شخص زمین دینے پر راضی نہیں تو بحکم سلطان یا قاضی اسلام مالک زمین کی اجازت کے بغیر ہی

اسے مسجد میں شامل کرلیں اور مالک زمین کو بازار بھاؤ سے اس کی قیمت دیدیں ''بحرالرائق'' جلد خامس صفحہ ۲۷۶/ پر ہے: وکذا اذا ضاق المسجد علی الناس وبجنبه ارض لرجل تؤخذ ارضه بالقیمة کرها لما روی عن الصحابة رضی الله عنهم لما ضاق المسجد الحرام اخذوا ارضین بکره من اصحابها بالقیمة وزادوا فی المسجد الحرام یونہی فتاویٰ خلاصہ جلد ثانی صفحہ ۵۷۱+۵۷۲/ پر ہے: ولو کان بجنب المسجد ارض رجل فضاق المسجد علی الناس یؤخذ ارضه بالقیمة کرها لما روی عن عمر رضی الله تعالیٰ عنه والصحابة رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین انهم اخذوا الاراضی مکة بکره من اصحابهم بالقیمة وزادوا فی المسجد الحرام حین ضاق المسجد علی اهله یونہی ''فتاویٰ قاضی خان'' جلد رابع صفحہ ۲۹۸/ پر ہے: ولو ضاق المسجد علی الناس وبجنبه ارض لرجل تؤخذ ارضه بالقیمة کرها

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الاعظم

محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

۵/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

{1} شلوار یا پاجامہ کو ازار بند میں گھرس کر نماز پڑھنا کیسا ہے کیا تہبند اس سے مستثنیٰ ہے؟

{2} آجکل اکثر لوگ جب رکوع کے بعد سجدے میں جاتے ہیں تو وہ دونوں ہاتھوں سے شلوار یا پاجامہ کو اوپر اٹھا کر پھر سجدے میں جاتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

{3} مرد کو سونے پیتل تانبے گلٹ اور لوہے کی انگوٹھی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے اور ان انگوٹھیوں کو بیرون نماز پہننا کیسا ہے؟

{4} مرد کو سونے چاندی یا کسی بھی دھات کا بنا ہوا چھلا پہن کر یا ایک سے زائد انگوٹھیاں پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے اور ان چیزوں کو بیرون نماز پہننا کیسا ہے؟

{5} مرد کو گلے میں سونے چاندی یا کسی بھی دھات کی بنی ہوئی زنجیر، ہاتھوں میں کڑا، کانوں میں بالیاں، اور پیروں میں کنگن وغیرہ پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے اور ان چیزوں کو بیرون نماز پہننا کیسا ہے؟

المستفتی: نعیم احمد شیخ القادری الرضوی

نزد میمن مسجد چاکی پاڑہ شہداد پور ضلع سانگھر سندھ پاکستان

الجواب بعون الملک الوہاب:- {1+2} ''مجمع الانہر'' جلد اول صفحہ ۱۲۴ / پر ہے: و کف ثوبه وهو رفعه من بين يديه او من خلفه اذا اراد ان يسجد لان فيه ترك السنة سواء كان يقصد رفعه عن التراب او لا وقيل لاباس بصونه عن التراب یونہی ''درمختار'' جلد اول صفحہ ۶۴۰ / پر ہے: وكره كفه اى رفعه ولو لتراب كمشمر كم او ذيل اس کے تحت ''ردالمحتار'' میں ہے: قوله اى رفعه أى سواء كان من بين يديه او من خلفه عند الانحطاط للسجود بحر وحرر الخير الرملى مايفيد ان الكراهة فيه تحريمية قوله ولو لتراب وقيل لاباس بصونه عن التراب، بحر عن المجتبى قوله كمشمر كم او ذيل اى كمالو دخل فى الصلاة وهو مشمر كمه او ذيله، اشار بذلك الى ان الكراهة لا تختص بالكف وهو فى الصلاة كما افاده فى شرح المنية یونہی ''فتاویٰ ہندیہ'' جلد اول صفحہ ۱۰۵ / پر ہے: يكره للمصلى ان يعبث بثوبه او لحيته او جسده وان يكف

ثوبه بان یرفع ثوبه من بین یدیه او خلفه اذا اراد السجود کذا فی معراج الدرایة یونہی ''بدائع الصنائع'' جلد اول صفحہ ۲۱۶/ پر ہے: ویکرہ ان یکف ثوبه لماروی عن النبی علیہ السلام انه قال امرت ان اسجد علی سبعة اعظم وان لااکف ثوبا ولااکف شعرا ولان فیه ترک سنة وضع الید یونہی ''بحر الرائق'' جلد ثانی صفحہ ۲۵/ پر ہے: قوله وکف ثوبه للحدیث السابق سواء کان من بین یدیه او من خلفه عند الانحطاط للسجود والکف هو الضم والجمع ولان فیه ترک سنة وضع الید وذکر فی المغرب عن بعضهم ان الأ تزار فوق القمیص من الکف لہٰذا شلوار یا پاجامہ کو ازار بند میں گھرسنا، تہبند باندھ لینے کے بعد اسے مزید گھرسنا، شرٹ کو پینٹ کے اندر دبالینا جسے "In" اِن کرنا کہتے ہیں آستین کو اوپر چڑھا لینا، رکوع وسجود کرتے وقت شلوار، پاجامہ یا دامن کو اوپر اٹھانا مکروہ تحریمی ہے اور کراہت تحریمہ کے ساتھ پڑھی گئی نماز واجب الاعادہ جیسا کہ ''درمختار'' جلد اول صفحہ ۳۳۷/ پر ہے: کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها واللہ تعالیٰ اعلم

{3} لوہا وتانبا، پیتل وگلٹ کی انگوٹھی مرد وعورت دونوں کے لئے اور سونے کی مردوں کے لئے ناجائز وحرام بعض فقہاء نے مکروہ لکھا ہے لیکن اصح یہی ہے کہ حرام ہے ''جوہرہ نیرہ'' جلد ثانی صفحہ ۳۸۳/ پر ہے: التختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء لانه زی اهل النار پھر ''طحطاوی علی الدر'' جلد رابع صفحہ ۱۸۱/ پر ہے: فالحاصل ان التختم بالفضة حلال للرجال بالحدیث وبالذهب والحدید والصفر حرام علیهم بالحدیث پھر ''بحر الرائق'' جلد ثامن صفحہ ۲۱۷/ پر ہے: وحرم التختم بالحجر والحدید والصفر والذهب پھر ''فتاویٰ خانیہ'' جلد رابع صفحہ ۳۱۷/ پر ہے: وکذا

التختم بالحديدلانه خاتم اهل النار و كذا الصفرلقوله عليه السلام تختم بالورق ولاتزده على مثقال پھر''فتاویٰ ہندیہ''جلدخامس صفحہ۳۳۵/پر ہے:وفی الخجندی التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء جميعا پھر''ردالمحتار''جلدسادس صفحہ۳۵۹/پر ہے:وروى صاحب السنن باسناده الى عبدالله بن بريرة عن ابيه ''ان رجلا جاء الى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وعليه خاتم من شبه فقال له :مالى اجد منك ريح الاصنام فطرحه :ثم جاء وعليه خاتم من حديد فقال:مالى اجد عليك حلية اهل النار فطرحه فقال :يا رسول الله من اى شئ ا تخذه ؟قال:اتخذه من ورق ولاتتمه مثقالا ''فعلم ان التختم بالذهب والحديد والصفر حرام فألحق اليشب بذلك لانه قد يتخذمنه الاصنام فأشبه الشبه الذى هو منصوص معلوم بالنص اتقانى والشبه محركا النحاس الاصفر قاموس وفى الجوهرة والتختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء پھر''درمختار''جلدسادس صفحہ۳۶۰/پر ہے:وذهب وحديد وصفر ورصاص وزجاج وغيرها لما مر فاذا ثبت كراهة لبسها للتختم ثبت كراهة بيعها وصيغها لما فيه من الاعانة على ما لايجوز وكل ما ادى الى مالا يجوز لا يجوز وتمامة فى شرح الوهبانية اس کےتحت''ردالمحتار''میں ہے:ان التختم بالفضة حلال للرجال بالحديث وبالذهب والحديد والصفر حرام عليهم بالحديث یہ حکم ان اشیاء کا خارج نماز پہننے کا ہےتو ظاہر ہےانھیں پہن کرنماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی کمافی الدرالمختار واللہ تعالیٰ اعلم

{4} سونے چاندی کا چھلا مردوں کے لئے حرام کہ سونے چاندی کے استعمال میں اصل حرمت

ہے"طحطاوی علی الدر" جلد رابع صفحہ۱۸۲ پر ہے: قوله وجوز هما محمد ای بالذهب والفضة لأن الذهب والفضة من جنس الواحد والاصل الحرمة فيهما فاذا حل التضبيب باحدهما حل بالاخروجه المذكور فى المصنف ان استعمالها حرام الا للضرورة وقد زالت بادنى وهو الفضة فلاحاجة الى الاعلى فبقى على الحرمة "درمختار" جلد سادس صفحہ۳۵۸/۳۵۹ پر ہے: ولايتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقا الابخاتم ومنطقة وحلية السيف منها اى الفضة اذالم يرد به التزين یونہی "جوہرہ نیرہ" جلد ثانی صفحہ۳۸۲/۳۸۳ پر ہے: قوله ولايجوز للرجال التحلى بالذهب والفضة وكذااللؤلؤ لانه حل للنساء قوله الاالخاتم يعنى من الفضة لاغير اما الذهب فلا يجوز للرجال التختم به یونہی "بحرالرائق" جلد ثامن صفحہ۲۱۶/۲۱۷ پر ہے: ولايتحلى الرجل بالذهب والفضة الاالخاتم والمنطقةوحلية السيف من الفضة لمارويناغير ان الخا تم وماذكرمستثنى تحقيقا لعنى النموذج والفضة لانهمامن جنس واحد (الى ان قال)وروى عن ابن عمران رجلاجلس الى النبى ﷺ وعليه خاتم ذهب فاعرج عنه والتختم بالذهب حرام یونہی "فتاویٰ ہندیہ" جلد خامس صفحہ۳۳۵ پر ہے: ويكره للرجال التختم بالذهب بما سوى الفضة كذافى النيابيع والتختم بالذهب حرام فى الصحيح كذا فى الوجيز الكردرى یونہی "ہدایہ آخرین" صفحہ۴۵۷ پر ہے: ولايجوز للرجال التحلى بالذهب لما روينا ولابالفضة لانها فى معناه الابالخاتم والمنطقة وحلية السيف من الفضة تحقيقا لمعنى النموذج والفضة اغنت عن الذهب اذهما من جنس واحد اورچاندی کی انگوٹھی میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ ایک مثقال سے زائد کی نہ ہو بلکہ احادیث مبارکہ میں تو انگوٹھی کا وزن پورے

ایک مثقال کرنے کی بھی ممانعت وارد ''بحر الرائق'' جلد ثامن صفحہ ۲۱۷ پر ہے: ولایزید وزنہ علی مثقال لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام اتخذہ من ورق ولا تزدہ علی مثقال یونہی ''جوہرہ نیرہ'' جلد ثانی صفحہ ۳۸۳ پر ہے: قال فی الذخیرۃ وینبغی ان یکون قدر فضۃ خاتم مثقالا ولایزاد علیہ وقیل لایبلغ بہ المثقال یونہی ''فتاویٰ ہندیہ'' جلد خامس صفحہ ۳۳۵ پر ہے: ذکر فی الجامع الصغیر وینبغی ان یکون فضۃ الخاتم المثقال ولایزاد علیہ وقیل لا یبلغ بہ المثقال وبہ ورد الاثر کذافی المحیط یونہی ''درمختار'' جلد سادس صفحہ ۳۶۱ پر ہے: ولایزیدہ علی مثقال اس کے تحت ''ردالمحتار'' میں ہے: قولہ ولایزیدہ علی مثقال وقیل لایبلغ بہ المثقال ذخیرۃ اقول :یؤیدہ نص الحدیث السابق من قولہ علیہ الصلاۃ والسلام ولاتتممہ مثقالا حتیٰ کہ ایک انگوٹھی میں دونگ بھی حرام کہ یہ عورتوں کے لئے خاص ہے اعلیحضرت امام احمد رضا خان القادری البریلوی قدس سرہ العزیز ''فتاویٰ رضویہ'' جلد نہم صفحہ ۱۴ پر فرماتے ہیں: ولایجوز القیاس علی خاتم الفضۃ لانہ لایختص بالنساء بخلاف مانحن فیہ فینھی عنہ الا تری الی مافی ردالمحتار عن النقایۃ انما یجوز التختم بالفضۃ لو علی ھیئۃ خاتم الرجال اما لولہ فصان او اکثر حرم انتھی ولان الخاتم یکون للتزین وللختم اما ھذا فلا شیٔ فیہ الا التزین وقدقال فی الدرالمختار لایتحلی الرجل بفضۃ الابخاتم اذا لم یرد بہ التزین اہ ملخصا وفی الکفایۃ قولہ الابالخاتم ھذا اذا لم یرد بہ التزین انتھی ''طحطاوی علی الدر'' جلد رابع صفحہ ۱۸۲ پر ہے: انما یجوز التختم بالفضۃ اذا کان علی ھیئۃ خاتم الرجال واما اذا کان علی ھیئۃ خاتم النساء بان یکون لہ فصان او ثلاثۃ یکرہ استعمالہ للرجال خلاصۃ یونہی ''جوہرہ نیرہ'' جلد ثانی صفحہ ۳۸۲/۳۸۳ پر ہے: ثم

الخاتم من الفضة انما يباح للرجال اذاعلى صفة ما يلبسه الرجال اما اذا كان على صفة خواتم النساء فمكروه یونہی "فتاویٰ ہندیہ" جلد خامس صفحہ ۳۳۵ / پر ہے: ثم الخاتم من الفضة انما يجوز للرجال اذاضرب على صفة مايلبسه الرجال امااذا كان على صفة خواتم النساء فمكروه وهوان يكون له فصان كذافي السراج الوهاج جب ایک ہی انگوٹھی میں دو نگ حرام تو خود انگوٹھی ایک سے زائد کیسے جائز ہوسکتی ہے؟ اور یہ انگوٹھی بھی خاتم الرجال یعنی مردوں کی انگوٹھی کی وضع قطع کی ہو ورنہ محض مکروہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی لعنت ہو اس مرد پر جو عورتوں کا پہناوا اختیار کرے اور اس عورت پر بھی جو مردوں کا پہناوا اختیار کرے کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۳۲۳ / پر ہے: لعن الله الرجل يلبس لبسة المرأة والمرأة تلبس لبسة الرجل واللہ تعالیٰ اعلم

{5} مذکورہ زیورات بالکلیہ عورتوں کے ساتھ خاص اور مردوں کے لئے اس کے حرام ہونے کو یہی بس کہ اس میں عورتوں کی مشابہت ہے اور عورتوں سے مشابہت حرام خواہ وہ پہننے اوڑھنے میں ہو، چلنے پھرنے میں ہو، زینت وزیورات میں ہو، بولنے اور بات کرنے میں ہو یا شکل وصورت میں قال رسول اللہ ﷺ: لعن الله المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهين من الرجال بالنساء اس حدیث کے تحت فیض القدیر جلد خامس صفحہ ۲۷۱ / پر ہے: ﴿لعن الله المتشبهات من النساء بالرجال﴾ فيما يختص به من نحو لباس وزينة وكلام وغير ذلك ﴿المتشبهين من الرجال بالنساء﴾ لذلك قال ابن جرير فيحرم على الرجل لبس المقانع والخلاخل والقلائد ونحوها والتخنث في الكلام والتأنث فيه وما اشبه قال ويحرم على الرجال لبس النعال الرقاق التي يقال لها الحذو والمشي بها في المحافل

والاسواق اه وما ذكره في النعال الرقيقة لعله كان عرف زمنه من اختصاصها بالنساء اما اليوم فالعرف كما ترى انه لااختصاص وقال ابن ابی جمرة ظاهر اللفظ الزجر عن التشبه فی كل شئ لكن عرف من ادلة اخرىٰ ان المراد التشبه فی الزی وبعض الصفات والحركات ونحوها لاالتشبه فی الخير وحكمة لعن من تشبه اخراجه الشئ عن صفته التی وضعها عليه احكم الحكماء والله تعالیٰ اعلم ورسوله الاعظم

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم — محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی غفرلہ

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

مرکزی دارالافتاء۸۲رسوداگران بریلی شریف

۵/جمادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

{1} ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو وغیرہ سے آیت سجدہ تلاوت سنی جائے تو کیا سننے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہوجائے گا؟

{2} نماز میں اقتداء کے کیا شرائط ہیں؟ کیا اقتداء کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مقتدی امام یا اس کے نائب کی اصل آواز پر اقتدا کرے؟ اگر اقتدا کی شرائط میں سے ایک بھی شرط مفقود ہوتو کیا نماز سرے سے ادا ہی نہ ہوگی؟

{3} نماز میں مکبر کے لئے کیا شرائط ہیں؟

{4} نماز میں مکبر کھڑا کرنے والی سنت مبارکہ کس درجہ کی سنت ہے؟ سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ اور اس کو باقاعدہ ترک کرنے والے کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

{5} مائیک پر نماز پڑھنے والے امام کی اپنی نماز کا کیا حکم ہے جب کے امام گریبان میں پن مائیک لگا کر یا مائیک کو اپنے منہ کے سامنے رکھکر اس میں آواز ڈالتا ہے تا کہ سب مقتدیوں کو امام کی آواز پہنچ جائے؟

نوٹ:- جوابات تفصیلا و بحوالا دئے جائیں۔

المستفتی: نعیم احمد شیخ القادری الرضوی

نزد میمن مسجد چا کی پاڑہ شہداد پور ضلع سانگھر سندھ پاکستان

الجوب بعوب الملک الوھاب:- {1} ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو کے ذریعہ سنی جانے والی ''آیت سجدہ'' اگر چہ اسی قاری مکلف ذی ہوش کی تلاوت و آواز ہے مگر اس کے سننے سے سامع پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں کہ وہ سامع کو ''صدا'' کی شکل میں مسموع ہوتی ہے اور ''صدا'' یا طوطے سے آیت سجدہ سننے پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں نہ خود اس قاری پر نہ سامع پر ''درمختار'' جلد ثانی صفحہ ۱۰۸ / پر ہے: لاتجب بسماعه من الصدى والطير اس کے تحت ''ردالمحتار'' میں ہے: قوله من الصدى هو مايجيبک مثل صوتک فی الجبال والصحاری ونحوهما كما فى الصحاح قوله والطيرهو الاصح زيلعي وغيره وقيل تجب وفى النحجة هو الصحيح تارتاخاينه یونہی ''بحرالرائق'' جلد ثانی صفحہ ۱۲۹ / پر ہے: وتجب على المحدث والجنب وكذا تجب على السامع بتلاوة هؤلاء الا المجنون لعدم اهليته لانعدام التميز كالسماع من الصدى كذا فى البدائع والصدى مايعارض الصوت فى الاماكن الخالية یونہی ''فتاوی ہندیہ'' جلد اول صفحہ ۱۲۳ / پر ہے: ولا تجب اذا سمعها من طير هو المختار ومن النائم الصحيح انها تجب وان سمعها من الصدى لا تجب عليه كذافى الخلاصة.

صدااس آواز بازگشت کو کہتے ہیں جو آواز پہاڑ یا دیوار سے ٹکرا کر یا صحرا میں پلٹ کر دوبارہ سہ بارہ سنائی دیتی ہے گویا اس کی صورت یہ ہوگئی کہ قاری نے ایک ہی مجلس میں ایک ہی آیت سجدہ کی تلاوت بار بار کی ایسی صورت میں قاری اور سامع پر ایک ہی بار سجدۂ تلاوت واجب ہوگا جبکہ مکررات باعث وجوب سجدہ نہ ہونگے ''بدائع الصنائع'' جلد ثانی صفحہ ۱۸۱/ پر ہے:لان ههنا السبب هو التلاوة والمرة الاولى هى الحاصلة بحق التلاوة على مامر فلم يتكرر السبب وهذا المعنى لايتبدل بتخلل السجدة بينهما وعدم التخلل لحصول الثانية بحق التأمل والتحفظ فى الحالين وكذا السامع لتلك التلاوات المتكررة لا يلزمه الا بالمرة الاولى وفيه فكانت التلاوة متكررة فى مكان واحد فلم يجب لها الاسجدة واحدة لہٰذا ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو کے ذریعہ ''آیت سجدہ تلاوت'' سنی جائے تو نہ سامع پر سجدۂ تلاوت واجب نہ خود اس قاری پر جس کی تلاوت اس میں ریکارڈ ہے تفصیل کے لئے رسالہ ''الکشف الشافیا (فی) حکم فونوجرافیا'' ملحقہ ''فتاویٰ رضویہ'' جلد دہم نصف آخر صفحہ ۱۱/ تا ۲۷/ کا مطالعہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم

{2} اقتدا کی دس (۱۰) شرطیں ہیں کما فی الدر المختار :نية المؤتم الاقتدا، واتحاد مكانهما وصلاتهما، وصحة صلاة امامه، وعدم محاذاة امرأة، وعدم تقدمه عليه بعقبه، وعلمه بانتقالاته وبحاله من اقامة وسفر، ومشاركته فى الاركان وكونه مثله اودونه فيها [درمختار جلد اول ص ۵۵۰/۵۵۱] جبکہ صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز نے ''بہار شریعت'' میں تیرہ (۱۳) شرطیں شمار کیں ہیں ولفظه هذا ﴿۱﴾ نیت اقتدا ﴿۲﴾ اور اس نیت اقتدا کا تحریمہ کے ساتھ ہونا یا تحریمہ پر مقدم ہونا بشرطیکہ صورت تقدم میں کوئی اجنبی نیت وتحریمہ میں فاصل نہ ہو ﴿۳﴾ امام ومقتدی دونوں کا ایک مکان میں ہونا ﴿۴﴾ دونوں کی نماز ایک

ہو یا امام کی نماز نماز مقتدی کو متضمن ہو ﴿۵﴾ امام کی نماز مذہب مقتدی پر صحیح ہونا ﴿۶﴾ اور امام ومقتدی دونوں کا اسے صحیح سمجھنا ﴿۷﴾ عورت کا محاذی نہ ہونا ان شروط کے ساتھ جو مذکور ہونگی ﴿۸﴾ مقتدی کا امام سے مقدم نہ ہونا ﴿۹﴾ امام کے انتقالات کا علم ہونا ﴿۱۰﴾ امام کا مقیم یا مسافر ہونا معلوم ہونا ﴿۱۱﴾ ارکان کی ادا میں شریک ہونا ﴿۱۲﴾ ارکان کی ادا میں مقتدی امام کے مثل ہو یا کم ہو ﴿۱۳﴾ یونہیں شرائط میں مقتدی کا امام سے زائد نہ ہونا [بہار شریعت جلد سوم ۱۱۰/۱۱۱] اگر ان میں سے ایک بھی شرط مفقود ہو جائے تو اقتدا صحیح نہیں ہو گی۔ مقتدی کو انتقالات ارکان کے لئے امام یا اس کے نائب کی اصل آواز سننا لازم اور لاؤڈ اسپیکر سے جو آواز نکلتی ہے وہ امام کی آواز ہے نہیں بلکہ دوسری آواز ہے کہ اصل آواز برقی لہروں میں ختم ہو کر ایک نئی آواز پیدا ہوتی ہے یہ آواز حکماً بھی اصل آواز متکلم سے جدا ہے اس پر انتقالات بوجہ ''تلقن من الخارج'' نادرست اور نماز فاسد یہاں سے ثابت ہوا کہ ''تلقن من الخارج'' نہ ہونا شرط صحت اصل نماز ہے مقتدی کی نماز اس وجہ سے درست نہ ہوگی اور صحت اقتدا کے لئے اس ''تلقن من الخارج'' سے پرہیز ضروری واللہ تعالیٰ اعلم

{3} کثرت جماعت یا ضعف امام کی وجہ سے اسکی آواز مقتدیوں تک نہیں پہونچتی ہو جس کی وجہ سے نماز کے افتتاح وانتقالات ارکان میں مغالطہ کا اندیشہ ہو تو چاہئے کہ مقتدیوں میں سے کوئی ایک شخص بآواز بلند تکبیر وتحمید کہے جیسا کہ ''رسائل ابن عابدین'' جزء اول صفحہ ۱۴۲ پر ہے: ثم قال ولقائل ان یقول ویستحب الجھر ایضا بالتکبیر والتحمید لواحد من المقتدین اذا کانت الجماعۃ لایصل جھر الامام الیھم اما لضعفہ او لکثرتھم فان لم یقم مسمع یعرفھم الشروع والانتقالات فینبغی ان یستحب لکل صف من المقتدین الجھر بذلک الی حد یعلمہ الاعمیٰ ممن یلیھم یما یشھد لہ مافی صحیح

مسلم رحمه الله تعالی وهو ماقدمناه فی بیان مشروعیة التبلیغ انتهی مکبر کے لئے چند شرائط ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں ☆مکبر غیر مصلی (یعنی مقتدی کے علاوہ) نہ ہو کہ من لم یدخل فی الصلاۃ کی اقتدا کیا اس کی تبلیغ وتکبیر مفسد صلاۃ ہے اور مناسب یہ ہے کہ مکبر متشرع پنجوقتہ نمازی ہو☆مکبر تکبیر افتتاح سے محض تبلیغ کا قصد نہ کرے بلکہ تحریمہ کا قصد کرے ورنہ اس کی نماز فاسد اور ان مقتدیوں کی بھی نماز فاسد جنھوں نے اس کی تبلیغ وتکبیر پر نماز پڑھی اسی میں صفحہ ۱۴۰ پر ہے: وکذلک المبلغ اذا قصد التبلیغ فقط خالیا عن قصد الاحرام فلا صلاۃ له ولا لمن یصلی بتبلیغه فی هذه الحالة لانه اقتدأ بمن لم یدخل فی الصلاۃ فان قصد بتکبیره الاحرام مع التبلیغ للمصلین فذلک هو المقصود منه شرعاً (وفیه) ومن ذلک ان بعضهم بجهر بالتکبیر عند احرام الامام من غیر قصد الاحرام لیعلم الناس وربما یفعل ذلک وهو قاعد او منحن ثم یدخل بعد ذلک فی صلاۃ الامام ولاشک ح ان لم یکن قریبا من الامام یأخذ من ذلک المبلغ فلا یصح شروعه لانه لم یدخل فی تکبیره فی الصلاۃ فیکون اقتدأ بمن لم یدخل فی الصلاۃ وهو لایصح کما مر☆مکبر اندھا نہ ہو کہ عدم بصارت کی حالت میں وہ کسی غیر مصلی سے بھی تلقن پر تکبیر کہہ سکتا ہے اسی میں ۱۴۲ پر ہے: ومن ذلک المبلغ ان بعضهم یکون الاعمیٰ وهو بعید عن الامام فیقعد رجل الی جانب ذلک المبلغ الاعمیٰ ویعلمه بانتقالات الامام والاعمیٰ یرفع صوته یعلم المأمومین کم شاهدت ذلک فی مسجد دمشق وعلی ما مر تکون صلاۃ المبلغ فاسدة لأخذه من الخارج وکذلک صلاۃ من اخذ من ذلک المبلغ اور اگر اندھا ہی ہے مگر صحیح تبلیغ وتکبیر کر لیتا ہے تو اسے بھی مکبر بنا نا جائز ☆مکبر تکبیر وتحمید کے الفاظ صحیح ادا کرتا ہو بے محل

''مدوحذف'' نہ کرتا ہومثلاً ''آللـه اكباريا آكبريا آ للاو اكبر اسی میں ہے:ومن ذلك اللحن بالفاظ التكبير والتحميد اما التكبير فان اكثر هم يمد همزة الجلالة وباء اكبر وتارة يمدون همزة ايضا وتارة يحذفون الف الجلالة التى بعد اللام الثانية وتارة يحذفون هاء هاو يبدلون همزة اكبر بواو فيقولون اللاواكبر..........ويمد همزه لايكون شارعا فى الصلاة وتبطل الصلاة بحصوله فى اثنائهاملخصا ☆مکبر امام سے پہلے رکوع وسجود نہ کرے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اسی میں ہے:ومن ذلك مسابقة الامام فى الرفع من الركوع والسجود وان كان قريبا منه وذلك مكروه لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم﴿ولا تبادرونى بالركوع والسجود﴾ وقوله عليه السلام ﴿اما يخشى الذى يركع قبل الامام ويرفع ان يحول الله رأسه رأس حمار﴾ كذافى البحر عن الكافى قال وهو يفيد انها كراهة تحريم للنهى المذكور اى وللوعيد ☆مکبر ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرے اسی میں ہے:ومن ذلك رفع الصوت زيادة على قدر الحاجة بل قد يكون المقتدون قليلين يكتفون بصوت الامام فيرفع المبلغ صوته حتى يسمعه من هو خارج المسجد وقد صرح فى السراج بان الامام اذا جهر فوق حاجة الناس فقد اساء انتهى فكيف بمن لاحاجة اليه اصلا ☆مکبر گانے کے طور پر تکبیر نہ کہے نہ الفاظ اتنے تکلف کے ساتھ ادا کرے کہ غیر مانوس عجیب وغریب آواز پیدا ہوان کے مخارج بدل جائیں اسی میں صفحہ ۱۴۴ پر ہے:ومن ذلك اشتغالهم بتحرير النغمات العجيبة والتلاحين الغريبة مما لايتم الا بتمطيط الحروف واخراجها من محالها ولكنهم تارة يفعلون ذلك فى حرف الجلالة سيما عند القعدتين فانهم يمدونها مدا بليغا

وقد حكم نفس هذا المدانه مكروه واللہ تعالیٰ اعلم

{4} تبلیغ خلف الامام یعنی نماز میں تکبیر کہنے والی سنت کا کم سے کم درجہ ''ندب واستحباب'' کا ہے ''رسائل ابن عابدین'' جزء اول صفحہ ۱۴۲ ر پر ہے: واقل درجات طلب ذلک منه الندب والاستحباب والظاهر ان الجهر كماهو مطلوب منه في التكبير كذلك في التسميع لهذا المعنى اور مزید تکبیر و تبلیغ کی ضرورت جس قدر شدید ہوگی اسی قدر یہ سنت بھی مؤکد ہوتی جائے گی، واضح ہو کہ تکبیر کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب جماعت کثیر ہو یا امام ضعیف ہو اور اس کی آواز مقتدیوں تک نہ پہونچتی ہو اور اگر امام کی اصل آواز ہی مقتدیوں کو کافی تو خود امام کو بھی اب مزید آواز بلند کرنا غیر مستحسن ہے تو اس حالت میں مکبر کو کیسے اجازت ہو سکتی ہے کہ وہ تکبیر کہے جبکہ اصلاً اس کی حاجت ہی نہیں گویا تبلیغ خلف الامام کا انعقاد عند الضرورة ہوا (تو اسے باقاعدہ ترک کرنا کیسے لازم آئے گا؟) اور اس کی دلیل وہ حدیث پاک ہے جسے حضرت ''امام مسلم'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ''حضور ﷺ علیل تھے تو ہم نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی اس طور پر کہ حضور بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر تکبیر کہتے تو لوگوں نے انھیں کی آواز سنکر نماز پڑھی'' جیسا کہ علامہ ''ابن عابدین شامی'' قدس سرہ السامی ''رسائل ابن عابدین'' جزء اول صفحہ ۱۳۸ ر پر فرماتے ہیں: اعلم ان اصل مشروعية التبليغ خلف الامام مارواه الامام مسلم في صحيحه عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه اشتكى رسول الله ﷺ فصلينا وراءه وهو قاعد وابو بكر يسمع الناس تكبيره ومافيه عنه ايضا صلى بنا رسول الله ﷺ وابوبكر رضى الله تعالىٰ عنه خلفه فاذا كبر رسول الله ﷺ كبر ابو بكر ليسمعنا ومافيه عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها لما مرض رسول الله ﷺ مرضه الذى مات فيه

فذكرته الى ان قالت وكان للنبى ﷺ يصلى بالناس وابو بكر رضى الله تعالى عنه يسمعهم التكبير (الىٰ ان قال)وفى شرح مسلم للامام النووى قولها وابوبكر يسمع الناس فيه جواز رفع الصوت بالتكبير ليسمعه الناس ويتبعوه وانه يجوز للمقتدى اتباع صوت المكبر وهذا مذهبنا ومذهب الجمهور ونقلوا فيه الاجماع واللہ تعالیٰ اعلم

{5} امام کی نماز ہو جائے گی جبکہ اس میں آواز ڈالنا نہ پڑتی ہو بلکہ وہ خود ہی آواز لے لیتا ہو اور آجکل کے مائیک ایسے ہی ہوتے ہیں جو قدرے فاصلے سے بھی متکلم کی آواز کھینچ لیتے ہیں اور اگر اس کے برعکس ہو یعنی مائیک ایسا ہو کہ امام کو اس میں آواز ڈالنا پڑتی ہو یا امام اس میں ازخود آواز ڈالتا ہو تو یہ ایک عمل کثیر ہے اور نماز میں عمل کثیر مفسد صلاۃ ہے تو ایسی صورت میں امام کی نماز فاسد اور جب امام کی نماز فاسد تو مقتدیوں کی نماز خود ہی فاسد لہٰذا نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہرگز جائز نہیں علیہ علماؤنا وعلیہ الفتوی ونعوذ باللہ من اهل الطغوی واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الاعظم

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

محمد عبدالرحیم المعروف بہ نشتر فاروقی غفرلہ
کتبہ

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران رضا نگر بریلی شریف

۹ رجمادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ
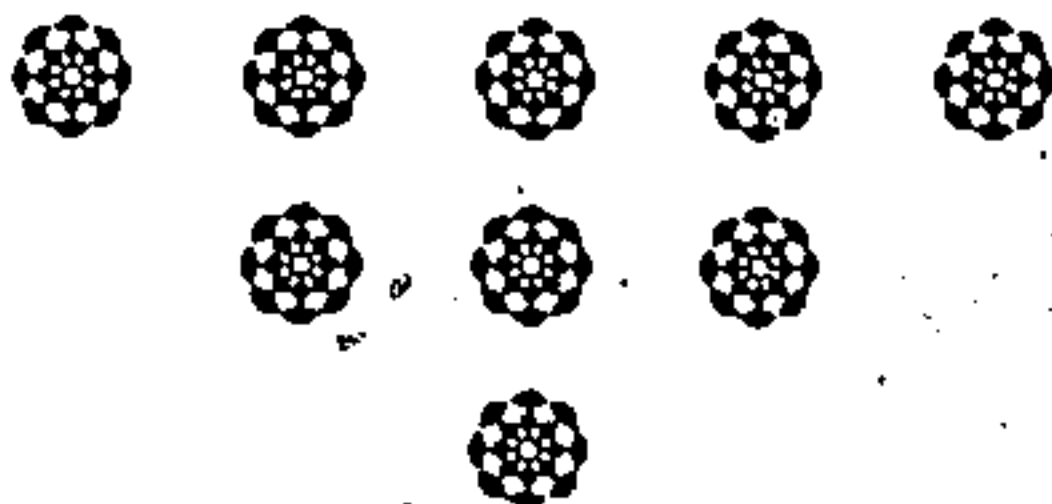
حضرت مولینا مفتی محمد یونس رضا الاویسی الرضوی صاحب

حضرت مولینا مفتی محمد یونس رضا الاویسی الرضوی صاحب موضع ریوڈیہہ، یوپی ضلع گریڈیہہ کے ایک متوسط گھرانے میں یکم جنوری ۱۹۸۲ء کو پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم تحفیظ الاسلام ریوڈیہہ اور مدرسہ عالیہ قادریہ دھنباد میں حاصل کی اور جماعت ثالثہ تک جامعہ عربیہ اظہار العلوم جہانگیر گنج امبیڈکر نگر اور الجامعۃ الاسلامیہ سکٹھی میں حاصل کی، اس کے بعد سیدی شاہ علامہ سید اویس مصطفیٰ صاحب واسطی بلگرامی کے حکم پر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا اور یہاں سادسہ تک کی تعلیم کا حصول کیا پھر مرکز اہلسنّت الجامعۃ الرضویہ منظر اسلام بریلی شریف سے ۱۹۹۸ء میں سند فراغت حاصل کی۔

منظر اسلام سے فراغت کے بعد ۱۹۹۹ء میں مرکزی دارالافتاء کے شعبۂ تربیت افتاء میں داخلہ لیا اور یہاں حضور تاج الشریعہ اور عمدۃ المحققین کے زیر سایہ رہ کر تربیت افتاء حاصل کی، تربیت افتاء کے دوران آپ نے حضور تاج الشریعہ سے ''رسم المفتی، اجلی الاعلام، بخاری شریف وغیرہ'' سبقاً سبقاً پڑھی اور قاضی صاحب سے ''سراجی وغیرہ'' کا درس لیا اور ۲۰۰۱ء میں عرس رضوی کے پرکیف موقع پر آپ کو حضور تاج الشریعہ نے دستار بندی اور سند افتاء سے نوازا نیز اسی موقع پر آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ میں اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی، اور موصوف کو حضرت عمدۃ المحققین سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے، موصوف فی الوقت مرکزی دارالافتاء میں ہی فتاویٰ نویسی کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

از: محمد عبدالوحید بریلوی امین الفتویٰ مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

سائل کو کسی نے ماہ رمضان شریف میں عمرہ کرنے بھیجا سائل نے مسجد نبوی میں اعتکاف کیا اور عید بھی مدینہ پاک میں کی واپسی پر یعنی پاکستان پہونچا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ سائل پر حج فرض ہوگیا ہے کیونکہ سائل نے شوال کا چاند مدینہ میں دیکھا ہے لہٰذا ازروئے شرع اس مسئلہ کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں عطا فرمائیں فقط والسلام۔

المستفتی: سید محمد کلیم قادری رضوی نوری

۵/۳۵۳ شاہ فیصل کالونی کراچی پاکستان

الجواب بتوفیق العزیز الوہاب:- اگر حج بدل کیلئے کسی نے ایسے فقیر کو بھیجا جس نے اپنا حج نہ کیا تھا ایسا شخص مکہ معظمہ میں داخل ہوا تو اس پر حج فرض ہوا یا نہیں؟ اس کے بابت فقہاء کرام کا اختلاف ہے بعض فقہاء نے فرمایا کہ اس فقیر پر حج فرض ہے وہ مکہ معظمہ میں سال بھرر کے دوسرے سال حج ادا کرے اور واپس آ گیا تو دوسرے سال حج کو جائے اور بعض فقہاء نے فرمایا کہ اس پر حج فرض نہیں اسلئے کہ وہ آمر کے مال سے گیا ہے اگر اس پر حج فرض ہو تو اسے وہاں رکنا پڑیگا یا وطن واپس آیا تو دوسرے سال جانا پڑے گا اور ان دونوں صورتوں میں حرج عظیم ہے، سیدی علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمہ نے اسی پر فتویٰ دیا ''ردالمحتار'' ص۶۰۴ رج ۲ رپر ہے: وأفتى سيدى عبد الغنى النابلسى بخلافه وألف فيه رسالة لأنه فى هذا العام لا يمكنه الحج عن نفسه لأن سفره بمال الآمر فيحرم عن الآمر ويحج عنه وفى تكليفه بالأقامة بمكة الى قابل ليحج عن نفسه و يترك عياله ببلده حرج عظيم و كذافى تكليفه بالعود و هوفقير حرج عظيم ايضا لہٰذا سائل پر جبکہ سواری اور حج کے دوران سفر

خرچ اور بچوں کیلئے فاضل نفقہ کا مالک نہ ہو تو اس پر بدرجۂ اولیٰ حج فرض نہیں کہ اس صورت میں وہ مکہ میں ایام حج میں داخل بھی نہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ　　　　کتبہ محمد یونس رضا الاویسی الرضوی

الحکم الحکم واللہ تعالیٰ اعلم　　　　مرکزی دار الافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی　　　　۲۶ر جمادی الاول ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) ایک مرتبہ الیکشن کے موقع سے خالد کی عورت پردھانی میں کھڑی ہوئی تو اسکو انتخابی نشان گھنٹی ملا جس پر خالد کا لڑکا زاہد بازار سے ایک گھنٹی لایا اور سریش نامی ایک غیر مسلم کو گھنٹی سپرد کر دی اور کہا کہ اس کو مندر میں بندھوا دو، اس پر سریش نے کہا سبن بھائی خوب سوچ سمجھ لو کیوں کہ ایک مرتبہ یہ مندر میں بندھ گئی تو اتاری نہیں جائے گی۔ انہوں نے کہا ایسا کچھ نہیں ہے سریش نے پھر دوبارہ کہا کہ سبن بھائی میں پھر کہہ رہا ہوں سوچ لو ورنہ کل پھر تم کہو کہ ہماری برادری میں بڑی فضیحت (یعنی لعنت ملامت) ہو رہی ہے لہٰذا اتار دو تو یہ اتاری نہیں جائے گی تو انہوں نے کہا کہ ایسا کچھ نہیں ہے صرف تم بندھوا دو۔ اس واقعہ کے دوسرے دن جب بات کافی پھیل گئی اور پورے علاقے میں لوگوں نے لعنت ملامت شروع کر دی لیکن اس کے باوجود بھی زاہد نے سریش کی مندر میں گھنٹی بجانے کی ڈیوٹی لگا دی اور اسکے عوض میں بیڑی ماچس کے نام پر کچھ خرچ وغیرہ بھی دیا جانے لگا۔ گھنٹی بجانے کی ڈیوٹی کچھ دن تک مسلسل لگی رہی۔ اس واقعہ کے پانچ دن کے بعد اسی طرف سے ربیع الاول شریف کا جلوس نکلا۔ جلوس میں شریک کئی لوگوں کو اور سنی دار العلوم کے کچھ طلباء کو لوگوں نے دکھایا کہ دیکھو یہی گھنٹی بندھوائی گئی ہے۔ مذکورہ صورت حال کا علم ہونے پر بھی ایک سنی صحیح

العقیدہ عالم دین جو پیر بھی ہیں ان کے اور ان کے لڑکوں کے زاہد سے قریبی تعلقات تھے اور آج بھی بدستور قائم ہیں، مندرجہ بالا صورتوں میں زاہد عالمِ دین اور ان کے لڑکوں پر شریعت مطہرہ کیا حکم عائد کرتی ہے؟ بینوا توجروا۔

(۲) بکر ایک سنی صحیح العقیدہ عالمِ دین نیز پیر بھی ہے ایک مرتبہ حامد نے بکر کے دار العلوم کے طلبہ کو نیاز کی دعوت دی۔ بکر نے دعوت قبول بھی کر لی کھانا تیار ہو جانے کے بعد حامد کے لڑکے اور ان کے ساتھ ایک دوسرے صاحب بھی طلباء کو دعوت میں بلانے کیلئے گئے۔ اس پر پیر صاحب ان دونوں پر سخت برہم ہوئے اور کہنے لگے میں دین میں کوئی رعایت نہیں کروں گا اس بات کی اطلاع ملتے ہی حامد عالم دین نیز پیر صاحب کے پاس خود گئے۔ عالم دین نیز پیر صاحب نے حامد سے مخاطب ہو کر کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تقریباً تین سال پہلے تم ایک مندر کی بنیاد میں شریک تھے یہاں تک کہ تم نے بنیاد میں اینٹ بھی رکھی ہے اتنا سننے کے بعد حامد نے عالم دین کے سامنے حلفیہ بیان دیا کہ نہ میں کسی مندر کی بنیاد میں شریک تھا اور نہ ہی میں نے کوئی اینٹ رکھی۔ حلفیہ بیان کے بعد بکر یعنی عالم دین نیز پیر صاحب نے کہا ٹھیک ہے، اگر ایسا ہے تو کوئی بات نہیں جانے دو پھر حامد گھر آئے اور ساتھ میں چار آدمی لے کر دوبارہ عالم دین نیز پیر صاحب کے پاس گئے ان لوگوں نے عالم دین سے اس بات کو ثابت کرنے پر زور دیا کہ جس نے کہا ہو اس کو سامنے لاؤ کیوں کہ یہ شریعت کا مسئلہ ہے یہ خلاف شرع میرے اوپر الزام ہے اسکو آپ کو ہر طرح سے ثابت کرنا ہوگا لیکن انہوں نے ٹال مٹول کر دیا بار ہا اصرار کے باوجود بھی ثابت نہ کر سکے پھر انہوں نے کہا ایسی بات ہے تو کھانا بھجوا دو، حامد نے دو دیگ کھانا بھیج دیا۔ صورت مذکورہ میں عالم دین جو پیر بھی ہیں ان کیلئے اور حامد پر شریعت مطہرہ کیا حکم نافذ کرتی ہے؟ بینوا توجروا

(۳) عمرو ایک صلح کلی قسم کا آدمی ہے جو اپنے آپ کو سنی ثابت کرتا ہے لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ

وہابیوں سے اس کا تال میل۔ اٹھنا بیٹھنا اچھی طرح قائم ہے۔ حد تو یہ ہے کہ عمرو کا سالا وہابیوں کا ایک مشہور مبلغ بھی ہے۔ گذشتہ سال عمرو سفر حج کیلئے بمبئی سے روانہ ہوا۔ روانگی سے چند دن قبل ہی وہ بمبئی آ گیا اور اس کا قیام اپنے سالے کے یہاں ہی تھا اور واپسی پر بھی قیام اپنے سالے کے یہاں ہی تھا۔ ایسی صورت میں بھی عمرو کا اپنے سالے کے یہاں آنا جانا۔ کھانا پینا شادی بیاہ جملہ رسم ورواج میں شریک ہونا آج بھی قائم ہے اور یہ بات سنی صحیح العقیدہ عالم دین جو کہ پیر بھی ہیں ان کو اچھی طرح معلوم ہے حد تو یہ ہے کہ ان سب باتوں کا علم ہوتے ہوئے بھی سنی صحیح العقیدہ عالم دین اور ان کے لڑکوں کے تعلقات عمرو سے آج بھی اچھی طرح قائم ہیں۔ صورت مذکورہ میں عالم دین ان کے لڑکوں نیز عمرو کیلئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

(۴) زاہد ایک ایسا شخص ہے کہ جسکی وہابیت اچھی طرح ثابت ہے نیز کھلے طور پر بھی اسکے تعلقات اور اچھے تال میل وہابیوں سے قائم تھے۔ زید کے مرنے پر اسکی مٹی میں دار العلوم سے کوئی بھی نہیں گیا لیکن زید کے چالیسواں میں اسی دار العلوم کے طلباء کو دعوت میں بھیجا گیا۔ جبکہ اس کے ذمہ داران سنی صحیح العقیدہ عالم دین نیز پیر بھی ہیں۔ صورت مذکورہ میں سنی دار العلوم کے طلبہ کو اس کی دعوت میں بھیجنا کیسا ہے؟ بھیجنے والے پر اور طلبہ پر کیا حکم شرع عائد ہوتا ہے؟ کما حقہ بیان فرمائیں بینوا توجروا۔

(۵) خالد کی عورت ہندہ ایک بد مذہب عالم مولوی صدیق ہتھوڑوی باندوی کی مریدہ ہے اور آج بھی اسکی بیعت وارادت اسی طرح قائم ہے، حد تو یہ ہے کہ ہندہ کے بھائی بہن ان کے بچے کھلے ہوئے بدبودار وہابی ہیں ان لوگوں سے خالد اور اسی عورت ہندہ اور انکے بچوں کے تعلقات آج بھی قائم ہیں اس بات کی اطلاع گاؤں کے اکثر لوگوں کو ہے ساتھ ہی اسکی مکمل اطلاع عالم دین جو کہ سنی صحیح العقیدہ عالم اور پیر بھی ہیں ان کو بھی ہے اسکے باوجود عالم دین اور انکے لڑکوں کے تعلقات

انکے گھر سے بڑے ہی قریبی آج بھی قائم ہیں۔ملنا جلنا لینا دینا کل رسم ورواج بدستور جاری ہیں ایسی صورت میں ایسے عالم دین سے بیعت وارادت رکھنا کیسا ہے؟ اورانکے لڑکوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا،فقط والسلام

المستفتی: (اسیر حبیب) محمد مستقیم حبیبی

حبیب نگر،کٹی واڑی،دھاراوی ممبئی

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب :- مندر میں گھنٹی بندھوانا حرام اشد حرام بدکام بدانجام ہے زاہد گنہگار مستحق عذاب نارومستوجب غضب جبار ہے اس پر لازم ہے کہ صدق دل سے توبہ و استغفار کرے اور تجدید ایمان وتجدید بیعت بھی کرلے اوراگر بیوی والا ہوتو تجدید نکاح بھی کرے "غمزالعیون" میں ہے: من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ عالم دین جوسنی صحیح العقیدہ اور پیر ہیں ان سے اوران کے لڑکوں سے معلوم کیا جائے انہیں معلوم تھا یانہیں اگر معلوم ہوتے ہوئے بلاتوبہ کرائے ان سے تعلق رکھا تو یہ جائز نہیں قال تعالیٰ: واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین اوراگر بعد توبہ ان سے تعلق رکھے ہوئے ہیں تو کوئی حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بکرسنی عالم ہیں۔اوران کو معلوم ہوا خواہ کسی طور پر کہ حامد مندر کی بنیاد میں شریک تھا توان کی یہ ذمہ داری تھی کہ شرع کی پابندی کرتے ہوئے ان کے یہاں دعوت کھانے سے ردکردیں جو انہوں نے کیا مگر جب حامد کے حلفیہ بیان سے اصل معاملہ کھلا تو عالم صاحب نے کھانا بچوں کو کھانے کی اجازت دے دی لہٰذا عالم صاحب اور حامد پر کوئی الزام نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) دیابنہ،وہابیہ اللہ عزوجل ورسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کے سبب کافرومرتد ہیں علماء حرمین طیبین نے ان کے کافر،مرتد ہونے کا فتویٰ دیکر فرمایا: من شک فی کفرہ و

عـذابــه فـقـد كفـر یعنی جوان کے کفریات پر مطلع ہوکران کے کفروعذاب میں شک کرے وہ بھی کافرومرتد ہےاوران سے میل، جول کے بابت حدیث پاک میں ہے: فـلا تـجـالسـوهـم ولا تـواكـلـوهـم ولا تشاربوهم ولا تناكوهم واذا مرضوا فلا تعودوهم واذاما توافلا تشهـدوهـم ولا تـصـلـوا عليهم ولا تصلوا معهم یعنی ان کے پاس نہ بیٹھواور نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ پانی پیواور ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرواور بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے نہ جاؤ مرجائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ نہ انکی نماز جنازہ پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو اگر واقعی عمرو صلح کلی کا فعل اپنائے ہوئے ہے جیسا کہ اسکے فعل سے معلوم ہوتا ہے تو ان سے تعلق رکھنا بحکم قرآن و احادیث حرام بدکام بدانجام ہے لہٰذا سنی عالم صاحب اوران کے لڑکوں پر لازم ہے کہ ان سے تعلق کو ترک کریں اور صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور اگر عمرو سے توبہ کرانے کے بعد تعلق رکھے ہوئے ہیں تو کوئی الزام نہیں اور عمرو پر لازم ہے کہ اپنی حرکات سے باز آئے توبہ کرے اور تجدید ایمان کرے اور بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے جبکہ حقیقتاً عقیدہ صلح کلی نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر واقعی زاہد دیوبندی تھا تو جانتے ہوئے اس کے جنازہ میں شریک ہونا نیز سوئم، چہلم میں شریک ہونا حرام تھا۔عالم صاحب پر لازم تھا کہ جس طرح طلباء کو جنازہ سے روکا اسی طرح چالیسویں سے بھی روکتے، عالم صاحب اور وہ طلباء جو چالیسواں میں گئے سب صدق دل سے توبہ کریں۔اور جس نے اس زاہد کیلئے دانستہ استغفار کیا تجدید ایمان کرے بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے مگر غور طلب یہ ہے کہ عالم صاحب نے جنازہ سے روکا اور چہلم میں بھیجا اس مین کیا حکمت ہے تحقیق واقعہ کرکے دوبارہ معلوم کرلیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) وہابی ندوی کافرومرتد ہیں اور مرتد کے بابت ''اشباہ والنظائر'' میں ہے: الـمـرتـد اقـبـح كـفـرا مـن الكافر الاصلی ان سے مرید ہونا ان کو رہبر بنانا حرام اشد حرام ہےاوران سے ہر طرح کے

موالات و معاملات حرام ہیں حدیث پاک جواب نمبر ۳ر میں دیکھیں اگر واقعی عالم صاحب اور ان کے لڑکوں کو معلوم ہے کہ ہندہ اور اس کے گھر والے ایسے ہیں اور تعلق رکھے ہوئے ہیں تو ان سب پر لازم ہے کہ ان سے تعلق ترک کریں اور توبہ واستغفار کریں قال تعالیٰ: ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار. واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری از ہری غفرلہ — کتبہ محمد یونس رضا الاویسی الرضوی

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم — مرکزی دار الافتاء ۸۲ر سوداگران بریلی شریف

قاضی محمد عبد الرحیم بستوی غفرلہ القوی — ۱۳ر رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ایک پیر جس نے ایک مجلس میں یزید کو کھلے طور پر کافر کہا اور ساتھ ہی ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی کافر کہا اس مجلس میں ایک پابند شرع عالم بھی موجود تھے تو انہوں نے کہا کہ یزید کے بارے میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ہے کہ سکوت اختیار کیا جائے اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ہیں جس پر انہوں نے کہا جو یزید اور امیر معاویہ کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے معاونین ومخلصین نے اس لفظ کو چند مرتبہ دہرایا کہ ایسے شخص کافر ہیں تو ایسے عقائد رکھنے والے پیر اور ان کے معاونین ومخلصین کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: (مولانا) محمد ضمیر الدین نعیمی

مقام جریڈیہ پوسٹ ریمبا ضلع گریڈیہ جھارکھنڈ

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب :- تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعظیم

فرض ہے اور وہ سب کے سب عدول ہیں ان کے درمیان جو مشاجرات (جنگ یا دیگر باتیں) واقع ہوئے اس میں علماء اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ ان مشاجرات کا ذکر حرام ہے کیونکہ خوف ہے کہیں کسی صحابی کی طرف سوئے ظن (بدگمانی) نہ ہو جائے اور ہماری دنیا و آخرت برباد ہو۔ حدیث شریف میں ہے: اذا ذکر اصحابی فامسکوا یعنی جب میرے صحابہ کا ذکر کرو تو رک جاؤ (یعنی مشاجرات کا ذکر نہ کرو) صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں بہت سی آیات نازل ہوئیں اور بہت سی حدیثیں ناطق ہیں، قرآن عظیم میں صحابہ سید عالم ﷺ کی دو قسمیں فرمائیں مومنین قبل الفتح جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ و جہاد کیا اور مومنین بعد الفتح جنہوں نے بعد کو فریق اول کو دوم پر تفضیل عطا فرمائی کہ: لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد الفتح و قاتلوا (ترجمہ: تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ و جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ و جہاد کیا) اور ساتھ ہی فرمایا: و کلا وعدا لله الحسنی (ترجمہ: اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا) دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا اور ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرما دیا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا: واللہ بما تعملون خبیر اللہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے باایں ہمہ سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا خواہ سابقین (پہلے والے) یا لاحقین (بعد والے) اور یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ مولا عز و جل جس سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اس کیلئے کیا فرماتا ہے: ان الذین سبقت لهم منا الحسنی اولئک عنها مبعدون لا یسمعون حسیسها وهم فیما اشتهت انفسهم خلدون لا یحزنهم الفزع الاکبر و تتلقهم الملئکة هذا یومکم الذی کنتم توعدون بیشک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے

گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے انہیں غم میں نہ ڈالیگی بڑی گھبراہٹ فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا سچا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشاد عام سن کر کبھی کسی صحابہ پر نہ سوئے ظن کر سکتا ہے نہ ان کے اعمال کی تفتیش۔

مذکور عبارتوں سے صاف ہوگیا کہ سب صحابی جنتی ہیں جو کسی صحابہ کو کافر کہے وہ جنتی کو کافر کہتا ہے اور جو ایسا عقیدہ رکھے خارج از ایمان ہے اور صحابہ کو کافر جانکر خود جہنمی بنتا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی رسول ہیں اور صحابی رسول کے بابت اللہ کا فرمان گزرا لہٰذا یہ پیر حضرت امیر معاویہ کو کافر کہہ کر خود کافر اور جہنمی بنا اور حدیث شریف میں ہے بخاری شریف، مسلم شریف، احمد، اور ترمذی نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا خیر الناس قرنی یعنی میری صدی کے لوگ (صحابہ) سب سے بہتر ہیں اور ترمذی شریف میں ہے: لا تمس النار مسلما رانی او رای من رانی رواہ عن جابر یعنی آگ (جہنم) اس مسلم کو نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے (صحابہ) کو دیکھا، اور صحابہ کرام کو جو گالی دے اس پر اللہ و رسول ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت برستی ہے حدیث شریف میں ہے: من سب اصحابی فعلیه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين اور دوسری حدیث شریف میں ہے: ان الله اختارنی واختارلی اصحابا فجعل لی منهم وزراء وانصارا واصهارا فمن سبهم فعليه لعنة الله والملئكة و الناس اجمعين لا يقبل الله منه صرفا ولا عدلا رواه الطبرانی والحاكم یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے اور میرے صحابہ کو چن لیا اور میرے لئے ان ہی میں سے وزیر اور انصار اور سسرالی رشتہ دار بنائے تو جو شخص ان کو گالی دے اس پر اللہ اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے اور اللہ اس کا نہ نفل قبول فرماتا ہے نہ فرض اس

حدیث کو طبرانی اور حاکم نے روایت کیا، دیکھئے صحابہ پر نکتہ چینی کا یہ عالم ہے تو کافر جاننے والے پر کیا وبال ہوگا اور دوسری حدیث میں ارشاد آیا: ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما رواہ البخاری و مسلم و احمد یعنی کوئی جو کسی مسلم بھائی کو کافر کہے تو وہ ایک پر ضرور لوٹے گی یعنی جسے کافر کہا اگر کافر ہے تو فبہا ورنہ یہ خود کافر ہے۔ عام مومنین کے بابت یہ حکم ہے تو جو کوئی کسی صحابہ کو کافر کہے گا تو بدرجۂ اولیٰ قائل فی الفور کافر ہوا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں خاص ان کی شان میں متعدد حدیثیں ہیں اور ان سے بہت سی حدیثیں مروی بھی ہیں۔ حضرت امیر معاویہ اپنے والدین سے قبل اسلام لائے اور اسلام کے شرف کے ساتھ ساتھ نسب، صحبت، مصاہرت کا بھی شرف حضور ﷺ سے حاصل ہے اور ان امور کی وجہ سے جنت میں حضور اکرم ﷺ کی رفاقت بھی لازم ہے "تطہیر الجنان واللسان عن الخطور والتفوۃ بثلب سیدنا معاویۃ بن ابی سفیان" میں علامہ امام احمد بن حجر ہیتمی فرماتے ہیں: فمنھا شرف الاسلام و شرف الصحبۃ و شرف النسب وشرف مصاھرتہ لہ ﷺ المستلزمۃ لمرافقۃ لہ ﷺ فی الجنۃ ولکونہ معہ فیھا (ص ٦) ترمذی جلد ثانی وغیرہ نے خاص حضرت امیر معاویہ کی شان میں باب باندھا، حدیث میں ہے: عن النبی ﷺ انہ قال لمعاویۃ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھدبہ یعنی حضور ﷺ سے مروی ہے کہ انہوں نے معاویہ کیلئے فرمایا کہ اے اللہ اس کو ہادی اور مہدی بنا اور اس سے لوگوں کو ہدایت دے اور دوسری حدیث میں ہے: لما عزل عمر بن الخطاب عمیر بن سعد عن حمص ولی معاویۃ فقال الناس عزل عمیر اوولی معاویۃ فقال عمیر لا تذکروا معاویۃ الابخیر فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اللھم اھدبہ یعنی جب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حمص سے معزول کیا اور معاویہ کو والی

بنایا تو لوگوں نے کہا عمیر کو معزول کیا اور معاویہ کو والی بنایا تو عمیر نے کہا معاویہ کا ذکر خیر سے کرو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اے اللہ اس سے لوگوں کو ہدایت دے۔ بفرض غلط اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافر ہوتے تو ان کی شان میں حدیثیں مروی نہ ہوتیں۔ اور صحابہ کرام کی تعظیم دیکھئے اور سرکار کے فرمان کو کتنا سچا اور یقینی مانتے تھے کہ فرماتے ہیں حضرت عمیر ایک تو عہدہ سے معزول بھی ہوئے پھر بھی فرماتے ہیں امیر معاویہ کا ذکر خیر ہی کے ساتھ کرو کیوں کہ سرکار ﷺ نے خاص امیر معاویہ کے بارے میں فرمایا اللہ ان سے مومنین کو ہدایت دے۔ تو اگر امیر معاویہ میں کوئی خامی ہوتی تو صحابہ اس قدر احتیاط نہ برتتے امیر معاویہ کی شان بہت اونچی ہے۔ جنکو سرکار ﷺ نے اتنا چاہا، جنکو صحابہ نے اتنا رتبہ دیا سرکار دو عالم ﷺ نے ہر صحابہ کی شان میں فرمایا: اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم یعنی میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم ان کی اقتداء کرو ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔ یہ پیر پکا خبیث یا رافضی معلوم ہوتا ہے اور شیطان کا پیر ہے اس سے لوگ گمراہ ہونگے ایمان ہاتھ سے دھو بیٹھیں گے نہ کہ راہ یاب ہونگے اس سے مرید ہونا ناجائز و حرام ہے اور اس کے عقائد کفری کو جانتے ہوئے مرید ہونا کفر ہے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اس سے بڑھ کر توہین کیا ہو سکتی ہے کہ انکو بالکل کافر ہی بنا دیا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لعن و طعن کرنے والے کے بابت علامہ شہاب الدین خفاجی ''نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض'' میں فرماتے ہیں: ومن یکون یطعن فی معاویة فذلک کلب من کلاب الھاویة جو حضرت امیر معاویہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے، ہاں یزید کی تکفیر و لعن کے بارے میں اختلاف ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے اس بارے میں کہ احتیاطاً سکوت برتے یزید سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں ہے اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر۔ ہاں امام احمد بن حنبل اسے کافر جانتے ہیں بہر حال ہم

حنفی مقلد ہیں ہم اپنے امام کی تقلید کرتے ہوئے لعن وتکفیر میں سکوت ہی اختیار کریں گے رہی یہ بات کہ یزید کو خلیفہ بنانے کے سبب امیر معاویہ پر طعن تو حرام اشد حرام ہے اولاً تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یزید کے حالات بخوبی معلوم نہ تھے ثانیاً امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود مجتہد ہیں اور مجتہد کو اجتہاد میں صواب پر دو اجر اور اجتہاد میں خطا پر ایک اجر ملتا ہے، حدیث میں ہے: اذا حکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران و اذا حکم فاجتهد فاخطا فله اجر واحد رواه البخاری و مسلم و غیرهما یہ پیر بالکل بے علم ہے اور پیر کا یہ کہنا کہ جو یزید اور معاویہ کو کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے شرع پر سخت جرأت ہے اور سیکڑوں افراد بلکہ امت محمدیہ کو کافر بنانا ہے اور اس پر معاونین ومخلصین کا خاموش تماشائی بنا رہنا عجیب مضحکہ خیز ہے یہ پیر کافر ومرتد ہے اس پر فرض ہے کہ صدق دل سے توبہ کرے اور تجدید ایمان اور بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح بھی کرے اور معاونین ومخلصین جو اس پر راضی ہیں ان کو بھی مذکورہ حکم پر تعمیل واجب ہے۔ انہیں جیسے لوگوں سے متعلق حدیث شریف میں ہے ''عقیلی'' میں ہے: ان اللـه اختارنی واختار لی اصحابا واصهارا وسیأتی قوم یسبونهم وینتقصونهم فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواکلوهم ولا تناکحوهم یعنی بیشک اللہ نے مجھے اور میرے صحابہ اور سسرالی رشتہ داروں کو چن لیا اور عنقریب ایک قوم آئے گی کہ انہیں گالی دے گی اور ان کی تنقیص کرے گی تو ان کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو اور نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرو، مزید تفصیل ''صواعق محرقہ''، ''تطهیر الجنان واللسان عن الخطور والتفوة بثلب سیدنا معاویه بن ابی سفیان''، ''الناھیۃ عن طعن امیر المومنین معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ''، ''فتاویٰ حدیثیہ''، ''فتاویٰ رضویہ'' جلد یازدہم اور بہت سی دیگر کتابوں میں دیکھیں واللـه تعـالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم بالصواب و الیه المرجع والمآب.

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم — کتبہ محمد یونس رضا الاویسی الرضوی گریڈیہوی

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ — مرکزی دارالافتاء۸۲/سوداگران بریلی شریف

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم — ۴/شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی — الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

صح الجواب والمجیب مصیب مثاب واللہ تعالیٰ اعلم — محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی

محمد مظفر حسین قادری رضوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) قوالی سننا کیسا ہے اور جو لوگ قوالی سنتے ہیں انکے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ فقیری لائن الگ ہے اور مولوی لائن الگ ہے فقیری لائن میں قوالی جائز ہے کیا یہ صحیح ہے؟ کیا فقیری لائن شریعت سے الگ ہے؟

(۳) کچھ پیر قوالی سنتے ہیں اور اپنے یہاں قوالی کراتے بھی ہیں تو ایسے پیر کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسے پیروں سے مرید ہونا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) دف سننا جائز ہے دف کہاں سے ثابت ہے دف کیوں جائز ہے اور ڈھول کیوں ناجائز ہے ؟ جبکہ فرق صرف اتنا ہی ہے کہ دف ایک طرف سے منڈی ہوئی ہوتی ہے اور ڈھول دونوں طرف سے منڈا ہوا ہوتا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد توحید بیگ

میران پور کٹرہ ضلع شاہجہانپور

الجواب بتوفیق العزیز الوھاب :- مروجہ قوالی سننا، سنانا حرام اشد حرام بدکام بدانجام ہے "ردالمحتار" جلد۶ صفحہ۳۴۹ پر ہے: ان کان السماع سماع القرآن والموعظة یجوز،

وان كان سماع غناء فهو حرام باجماع ومن أباحه من الصوفية فلمن تخلى عن اللهو و تحلى بالتقوىٰ واحتاج الى ذلك احتياج المريض الدواء. قرآن ونصیحت کا سماع جائز ہے اور اگر سماع غناء کے ساتھ ہو تو حرام ہے اسی پر علماء کا اجماع ہے اور صوفیاء نے اسے چند شرائط کے ساتھ مباح فرمایا ہے کہ وہ محفل لہو سے خالی ہو اور سامع متقی ہوں اور اسکی حاجت سامع کو ایسی ہو جیسے مریض کو دوا۔ ان چیزوں سے مزین ہونے کے بعد محفل سماع کے حاضرین کی ۶ر شرائط ہیں محفل میں کوئی امرد نہ ہو، محفل میں صرف صوفیاء ہوں، قوال کی نیت اخلاص کی ہو اجرت وغیرہ کی نیت نہ ہو، حاضرین کسی لالچ کی غرض سے محفل میں نہ ہوں، مغلوب الحال ہوں، وجد ہو تو صادق ہو ''شامی'' میں ہے: ان لا يكون فيهم امرد، وان تكون جماعتهم من جنسهم، وأن تكون نية القوال الاخلاص لا اخذ الاجر والطعام ، وان لا يجتمعوا لأجل طعام او فتوح ، وان لا يقوموا الا مغلوبين وان لا يظهر واوجدا الا صادقين، فی زمانا یہ شرائط مفقود ہیں اور اس قوالی کیلئے ''درمختار'' میں آیا: قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فى القلب كماينبت الماء النبات قلت وفى البزازية استماع صوت الملاهى كضرب قصب و نحوه حرام لقوله عليه الصلوٰة والسلام استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر پھر ''ردالمحتار'' میں صاف ارشاد ہوا: أنه لا رخصة فى السماع فى زماننا لان الجنيد رحمهم الله تعالیٰ تاب عن السماع فى زمانه. فقہاء کی ان عبارتوں سے مستفاد ہے کہ فی زماننا قوالی سننا، سنانا حرام ہے نیز اسکی وعید بھی ''درمختار''، ''ردالمحتار'' سے گزری اور حدیث شریف میں ہے: ليكونن فى امتى اقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف. ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی

شرمگاہ یعنی زنا، اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو اور ''فوائد الفواد'' میں محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مزامیر حرام است، اور انہیں کے زمانے میں انہیں کے حکم سے ایک رسالہ ''کشف القناع عن اصول السماع'' تحریر ہوا اس میں ہے: اما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنهم فبری عن هذه التهمة وهو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرة من كمال صنعة الله تعالیٰ. ہمارے مشائخ کرام کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے بری ہے وہ صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی سے خبر لیتے ہیں تحریر بالا سے ظاہر ہے کہ قوالی حرام ہے حاضرین سب گنہگار ہوں گے اور قوالی کرنے ،کرانے والے ،سننے والے پر ضروری ہے کہ وہ اس سے بعض آئیں اور صدق دل سے توبہ و استغفار کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) فقیری لائن (طریقت) اور مولوی لائن دونوں ایک ہیں اور آپس میں تلازم کی نسبت رکھتے ہیں فقیری کیلئے عالم ہونا اوّل شرط ہے جو عالم نہیں وہ فقیری کیا جانے۔ حقیقت، معرفت، شریعت ،طریقت سب ایک ہی کڑی کے موتی ہیں ''فتاویٰ رضویہ'' جلد نہم میں ہے: ''شریعت حضور سید عالم ﷺ کے اقوال ہیں اور طریقت حضور کے افعال اور حقیقت حضور کے احوال اور معرفت حضور کے علوم بے مثال'' ان چاروں میں باہم اصلاً کوئی تخالف نہیں۔ اب اگر کوئی بے سمجھے ان کو الگ جانے تو وہ نرا جاہل ہے پھر اس کا یہ کہنا کہ فقیری لائن الگ ہے اور اس لائن میں قوالی جائز ہے شرع پر سخت جرأت ہے۔ سوال نمبر ایک میں حدیث فقہ اور اولیاء کرام کے اقوال سے صاف عیاں ہے کہ قوالی ناجائز وحرام ہے قائل پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) پیر کیلئے چار شرائط ہیں: شیخ کا سلسلہ متصل ہو، سنی صحیح العقیدہ ہو، عالم ہو، فاسق معلن نہ ہو قوالی سننا کرانا فسق ہے حدیث شریف میں ہے: استماع الملاهی معصية والجلوس

علیها فسق والتلذذ بها کفر. اور ''فسق'' کے تحت ''ردالمحتار'' میں ہے: ای خروج عن الطاعة ولا یخفی أن فی الجلوس علیها استماعا لها والاستماع معصیة فهما معصیتان اور پیر کی تعظیم لازم ہے اور فاسق کی توہین واجب ہے اور دونوں کا اجتماع باطل ''تبیین الحقائق'' میں دربار فساق ہے فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً لہٰذا اس پیر سے مرید ہونا جائز نہیں ہے اور ان کے مریدوں کو حکم ہے کہ انکی بیعت توڑ کر کسی صحیح جامع شرائط پیر سے مرید ہوں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) ڈھول اور دوسرے باجوں کی بابت حدیث شریف میں آیا امرنی ربی عزوجل بمحق المعازف یعنی مجھے میرے رب عزوجل نے باجوں کو مٹانے کا حکم دیا دوسری حدیث شریف میں ہے: لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحروالحریر والخمر والمعازف یعنی ضرور میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہونے والے ہیں کہ حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔ اور دف کی حلت نص شارع علیہ السلام سے ہے حدیث شریف میں ہے: اعلنوا النکاح بالدف مشکوٰۃ شریف باب اعلان النکاح کی پہلی حدیث میں ہے: فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف یعنی ہمارے لئے بچیوں نے دف بجایا اس کے حاشیہ میں ''مرقاۃ'' جزء ثالث ص ۲۱۹ر کے حوالے سے ہے: قوله جویریات قیل تلک البنات لم تکن بالغات حدالشهوة وکان دفهن غیر مصحوب بالجلاجل فیه دلیل علی جواز ضرب الدف عند النکاح والزفاف للاعلان واماما علیه الجلاجل فینبغی ان یکون مکروها بالاتفاق. اور جب حضور ہجرت کر کے مدینہ شریف پہونچے تو مدینہ کی بچیوں نے آپ کی آمد کی خوشی میں اشعار کے ساتھ دف بجایا یہیں سے دف کا جواز نکلتا ہے۔ اسی لئے فقہاء نے دف کو بچیوں کیلئے اظہار خوشی اعلان نکاح وغیرہ میں جائز بتایا

جبکہ اس میں جھانج یا سر نہ ہو اور عزت دار مردوں اور عزت دار عورتوں کو دف بجانا مکروہ اور سننا مباح رکھا۔ مجدد اعظم اعلیحضرت ''فتاویٰ رضویہ'' میں فرماتے ہیں: نعم ضرب الدف لاعلان النكاح واظهار السرور في مستحلات الافراح جائز و مباح مافيه جناح بل مندوب ومطلوب بالقصد المحبوب لكن يكره للرجال بكل حال وانما جوزه للنساء و على ماقاله فحول العلماء وانما ينبغي لنحو الجوارى من الاماء والذرارى دون السروات ذوات الهيات في الدرالمختار جاز ضرب الدف فيه اه يريد العرس قال في ''ردالمحتار'' جواز ضرب الدف فيه خاص بالنساء لما في البحر عن المعراج بعد ذكر انه مباح في النكاح و ما في معناه من حادث سرور قال وهو مكروه للرجال على كل حال للتشبه بالنساء اه (فتاوىٰ رضويه جلد ۹ صفحه ۲۳۳) مذکورہ بالا عبارتوں سے ظاہر ہے کہ دف بالضرورت جائز نہ کہ مطلق ا ‹ ‹ فتاویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ دف اگر لھو کے طور پر بجاتے ہوں تو حرام ہے ان اللهو حقيقة حرام كلها دقها وجلها اما مافي ابيح في العرس ونحوه من ضرب الدف وانشاد الاشعار المباحة بالقصد المباح او المندوب لاللتلهي واللعب المعيوب الخ حدیث وعبارت فقہاء سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے دف کو جائز فرمایا اور اس کے علاوہ ڈھول تاشے وغیرہ ہر قسم کے باجوں کو حرام فرمایا ہے لہٰذا ڈھول وغیرہ کو دف پر قیاس کرنا اور جائز جاننا غلط و باطل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد یونس رضا الاویسی الرضوی
مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف
ارصفر المظفر ۱۴۲۳ھ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ہمارے گاؤں میں ایک مسجد ہے جس میں گاؤں والے ایک باشرع عالم دین کو امام کیلئے رکھے ہوئے ہیں امام صاحب ہی گاؤں کے بچوں کو قرآن شریف، عم پارہ ودیگر دینی ودنیاوی کی تعلیم اسی مسجد میں بچوں کو بٹھا کر دیتے ہیں جس میں بالغ اور زیادہ تر نابالغ اور چھوٹے چھوٹے بچے ہوتے ہیں بچوں کو بیٹھنے کی جگہ مسجد اور برامدہ (مسجد) کا انتظام کیا ہے اسکے علاوہ دوسری جگہ نہیں ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ بچوں کو مسجد اور مسجد کے برامدہ میں بٹھا کر تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہمارے گاؤں کے لوگ امسال فطرہ کی رقم مکمل وصول کر کے ایک مکتب (مدرسہ کی شکل) اسی فطرہ کی رقم سے بنوانا چاہتے ہیں کیوں کہ مسجد ایک کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے تو کیا فطرہ کی رقوم کو لگا کر مدرسہ یا مکتب کو تعمیر کیا جا سکتا ہے؟ جبکہ گردونواح میں مدرسہ اسلامیہ جس میں فطرہ کی رقم لگایا گیا ہے موجود ہے، برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد انور حسین رضوی

مقام چپادہا پوسٹ کھرگڈیہا تھانہ جموا ضلع گریڈیہ جھارکھنڈ

الجواب بتوفیق العزیز الوھاب :- دینی تعلیم مسجد میں دینا بشرائط جائز ہے اعلیحضرت قدس سرہ العزیز ''فتاویٰ رضویہ'' جلد سوم میں فرماتے ہیں تعلیم بشرائط جائز ہے (۱) تعلیم دین ہو (۲) معلم سنی صحیح العقیدہ ہو (۳) معلم بلا اجرت تعلیم کرے (۴) ناسمجھ بچے نہ ہوں کہ مسجد کی بے ادبی کریں (۵) جماعت پر جگہ تنگ نہ ہو (۶) غل شور سے نمازی کو ایذا نہ پہونچے (۷) معلم خواہ طالب علم کسی کے بیٹھنے سے قطع صف نہ ہو مسجد اور برامدہ مسجد کا حکم ایک ہے بضرورت معلم باجرت بھی مسجد میں تعلیم دے سکتا ہے ''فتاویٰ عالمگیری'' جلد اصفحہ ۱۱۰ پر ہے: **اما المعلم الذی یعلم**

الصبیان باجر اذا جلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورۃ الحر اوغیرہ لا یکرہ چھوٹے بچوں کوآداب مسجد بتادیا جائے ہاں جو بچہ اتنا چھوٹا، ناسمجھ ہوکہ مسجد میں پاخانہ و پیشاب کردینے کااندیشہ ہوان کومسجد میں نہ آنے دیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) صدقات واجبہ زکاۃ وفطرہ کے صحیح مصارف فقراء ومساکین وغیرہ ہیں کما قال اللہ تعالیٰ انما الصدقٰت للفقراء والمساکین الایۃ لہٰذا فطرہ، زکوٰۃ کی رقم بے حیلہ شرعی مدرسہ ومسجد میں لگانا جائز نہیں ہے کہ صدقات واجبہ کی ادائے گی کیلئے تملیک فقیر مسلم شرط ہے ''فتاویٰ ہندیہ'' ۱/۱۷۶ پر ہے: لایجوز ان یبنی بالزکوٰۃ للمسجد و کذا الحج و کل مالا تملیک فیہ ولا یجوزان یکفن میت ولا یقضی بھا دین المیت کذا فی التبیین ملخصاً اورحیلہ شرعی یہ ہے کہ زکوٰۃ وصدقہ فطرکسی غریب مستحق زکوٰۃ آدمی کودیدیں پھروہ اپنی طرف سے مدرسہ کودیدے اب وہ رقم مدرسہ میں صرف کرنا جائز ہے ''درمختار'' میں ہے: وقد منا ان الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامر بفعل ھذہ الاشیاء وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم اور ''بحرالرائق'' میں ہے: والحیلۃ فی الجواز فی ھذہ الاربعۃ ان یتصدق بمقدار زکوٰتہ علی فقیر ثم یامرہ بعد تلک الصرف فی ھذہ الوجوہ فیکون لصاحب المال ثواب الزکوٰۃ وللفقیر ثواب ھذہ الصرف کذا فی المحیط واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم — کتبہ محمد یونس رضا الاویسی رضوی گریڈیہوی

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی — مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

۱۱ ر ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

سوال (۱) عشر وزکوٰۃ ودیگر صدقات واجبہ کو حیلہ شرعی کے ذریعہ دنیوی تعلیم، جیسے ہندی، انگریزی، سنسکرت، گڑت، سائنس وغیرہ پر صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور جلسہ وجلوس، نعتیہ مشاعرہ جیسے دینی امور پر صرف کر سکتے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جو لوگ ایسا کریں شریعت محمدیہ ﷺ ان کیلئے کیا حکم رکھتی ہے؟

(۲) چرم قربانی کو دنیوی تعلیم یعنی ہندی، انگلش، گڑت پر صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو جو لوگ ایسا کریں کہ چرم قربانی کو مذکورہ بالا تعلیموں پر خرچ کریں تو ان پر شرعاً کوئی حکم عائد ہوتا ہے یا نہیں؟

(۳) کیا عورت کی آواز بھی عورت ہے؟ کیا عورت کو اپنے آواز کا بھی چھپانا اور پردہ کرنا چاہئے؟ اگر ہاں تو فون سے عورت کی اجنبی مرد کے کان میں پہنچنے والی آواز کا کیا حکم ہے؟ اور فون پر عورت کو غیر مرد سے بات چیت کرنا کیسا ہے؟ اور فون سے سنائی دینے والی غیر عورت کی آواز غیر مرد کو سننا کیسا ہے؟ ساتھ ہی ساتھ اس کو بھی واضح فرمادیں کہ بعض علماء نے لڑکیوں کو لکھنا سیکھنے سکھانے اور سورۂ یوسف کا ترجمہ پڑھنے کو جو ممنوع لکھا ہے اس میں کیا حکمت اور مصلحت ہے؟

(۴) فی زمانہ نکاح اکثر ائمۂ مساجد ہی پڑھاتے ہیں تو اس میں ملنے والے نذرانے یا اجرت کا حقدار صرف امام ہی ہوا یا کوئی اور بھی؟ اگر صرف امام ہی حقدار ہوا تو اس سے متولی مسجد یا اہل بستی کا مسجد ومدرسہ یا کسی قبرستان ومزار وغیرہ کیلئے اس میں سے کچھ لینا اور اگر امام نہ دے تو دینے پر مجبور کرنا کیونکر درست ہے؟ از روئے شرع جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

السائل: محب الرضا محمد عبدالرشید القادری البرکاتی الرضوی النوری الپیلی بھیتی

الجواب بتوفیق العزیز الوہاب :- صدقات واجبہ وغیرہ مستحقین زکوٰۃ ہی کو دینا ضروری ہے اور وہ سات ہیں قال تعالیٰ: انما الصدقت للفقراء والمسکین والعملین علیها والمولفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل فریضة من

الله و الله علیه حکیم صدقات فقراء و مساکین کیلئے ہیں اور ان کیلئے جو اس کام پر مقرر ہیں اور وہ جن کے قلوب کی تالیف مقصود ہے اور گردن چھڑانے میں اور تاوان والے کیلئے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کیلئے یہ اللہ کی طرف سے مقرر کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے (بہار شریعت ص ۵۵ ج ۵) علماء کرام و فقہاء عظام نے صدقات واجبہ کو مدرسہ و مسجد اور کار دینی میں صرف کیلئے حیلہ بتایا تا کہ کام بھی ہو جائے اور ثواب بھی دونا ملے ''درمختار'' میں ہے: حیلة التکفین بها التصدق علی فقیر ثم هو یکفن فیکون الثواب لهما کذافی تعمیر المسجد اور ''عالمگیری'' میں ہے: فی جمیع ابواب البر کعمارة المساجد و بناء القناطیر الحیلة، ان یتصدق بمقدار زکوته علی فقیر ثم یا مره بالصرف الی هذه الوجوه فیکون للمتصدق ثواب الصدقة و للفقیر ثواب بناء المساجد و القناطیر مذکورہ بالا عبارتوں سے صاف ظاہر کہ حیلہ شرعی کا جواز کار دینی کیلئے ہے اور یہ دنیاوی تعلیم ہندی، انگریزی وغیرہ امور دینیہ سے نہیں لہٰذا اس تعلیم کیلئے صدقات واجبہ کا حیلہ کر کے صرف کرنا نہ چاہئے۔ جلسہ وغیرہ خالص دینی ہوں تو صرف کر سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) چرم قربانی کار دینیہ میں صرف کرنے کا حکم ہے حدیث پاک میں ہے: کلوا وادخروا و ائتجروا ثواب کے کام کیلئے کہا گیا تو جہاں دینے میں ثواب نہ ہو وہاں دینا روا نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) عورت کی آواز بھی عورت ہے ''ردالمحتار'' ص ۲۹۹ ج ۱ پر ہے: نغمة المرأة عورة اور شامی ص ۳۶۹ ج ۶ پر ہے: أن صوت المرأة عورة علی الراجح اور ''کافی'' میں ہے: ولا تلبی جهرا لأن صوتها عورة و مشی علیه المحیط اور عورت کو اپنی آواز کا چھپانا واجب ہے امام اہل سنت اعلیٰحضرت قدس سرہ سے سوال ہوا کہ ''کتنے ایسے شخص ہیں جن سے عورتوں کو گفتگو کرنا اور ان کو اپنی آواز سنانا جائز ہے'' جواباً تحریر فرماتے ہیں ''تمام محارم اور حاجت ہو

اور اندیشۂ فتنہ نہ ہو نہ خلوت ہو تو پردہ کے اندر سے بعض نامحرم سے بھی" (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۱۶۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر واقعی حاجت ہے اندیشۂ فتنہ اور خلوت نہیں ہے تو عورت کو اپنی آواز نامحرم کو سنانا جائز ہے تو اگر فون پر عورت کی آواز عورت ہی مان لی جائے اور حاجت ہے اور اندیشۂ فتنہ نہیں ہے تو فون پر عورت کا دوسرے مرد کو ضروری بات بتانا جائز ہوگا، عورتوں کو دینی تعلیم دینا فرض ہے اور لکھنا سیکھنا سکھانا مکروہ ہے۔ اس کی اصل کہ عورتوں کو لکھنا نہ سکھایا جائے یہ حدیث پاک ہے: عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها أن النبی ﷺ قال لا تنزلوهن الغرف ولا تعلموهن الكتابة يعنی النساء و علموهن المغزل وسورة النور اس حدیث کی بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔ حدیث پاک کا ترجمہ یہ ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورتوں کو بالا خانوں پر نہ رکھو اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ اور کاتنا اور سورۂ نور کی تعلیم کرو۔ عورتوں کو کتابت منع میں حکمت و مصلحت یہ ہے فتاویٰ حدیثیہ کے حوالے سے امام اہل سنت اعلیحضرت قدس سرہ فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۱۵۸ پر تحریر فرماتے ہیں: واخرج الترمذی الحكيم عن ابن مسعود ايضا رضی الله تعالیٰ عنهما انه ﷺ قال مر لقمان علی جارية فی الكتاب فقال يصقل هذا السيف ای حتی يذبح به وحينئذ فيكون فيه اشارة الی علة النهی عن الكتابة وهی ان المرأة اذا تعلمتها تو صلت بها الی اغراض فاسدة وامكن توصل الفسقة اليها علی وجه اسرع وابلغ واخدع من توصلهم اليها بدون ذلک لان الانسان يبلغ بكتابته فی اغراضه الی غيره مالم يبلغه برسوله ولان الكتابة اخفی من الرسول فكانت ابلغ فی الحيلة اسرع فی الخداع والمكر فلاجل ذلک صارت المراة بعد الكتابة كالسيف الصيقل الذی لا يمر علی شی الاقطعه بسرعة فكذلک هی بعد الكتابة تصير لا يطلب

منه شئ الاكان فيها قابلية الى اجابته اليه على ابلغ وجه اسرعه اھ یعنی نیز امام ترمذی حکیم الامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ لقمان نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ مکتب میں لکھنا سکھائی جارہی ہے فرمایا یہ تلوار کس کیلئے صیقل کی جاتی ہے؟ امام ابن حجر فرماتے ہیں اس حدیث میں علت نہیں کتابت کی طرف اشارہ ہے کہ عورت لکھنا سیکھ کر کچھ فاسق غرضوں کی طرف راہ پائیگی اور فاسقوں کو بھی اس تک رسائی کا بڑا موقع مل جائے گا جو لکھنا نہ جاننے کی حالت میں نہ ملتا کہ آدمی وہ بات لکھ سکتا ہے جو کسی کی زبانی نہ کہلا بھیجے گا نیز خط ایلچی سے زیادہ پوشیدہ ہے تو اس میں حیلہ ومکر کی بہت جلد راہ ملے گی لہٰذا عورت لکھنا سیکھ کر صیقل کی ہوئی تلوار ہو جاتی ہے......اور عورتوں کو سورۂ یوسف کی تعلیم سے روکنے میں مصلحت یہ ہے کہ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال کا ذکر ہے اور زنان مصر کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا ذکر ہے جب عورتیں اس کو پڑھیں گی تو ان کا فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ روح المعانی جلد ۱۳ص ۱۷۳ پر ہے: سبب ذلک من افتتان امرأة ونسوة بابداع الناس جمالا و ينا سب ذلک عدم التكرار لم فيه من الاغضاء والستر وقد صح الحاكم في مستدركه حديث النهى عن تعليم النساء سورة يوسف والله تعالىٰ اعلم بالصواب.

(۴) اگر متولی اہل بستی انتظامیہ نے پہلے سے طے کرلیا ہے کہ نکاح کے نذرانے میں اتنا روپیہ مسجد وغیرہ کو دینا پڑے گا تو ان کو نذرانہ سے لینا جائز ہوگا اور اگر پہلے طے نہ کیا اور بعد میں نذرانہ سے لیں اور امام صاحب نہ دیں تو زبردستی کریں یہ جائز نہیں اگر وہ لوگ ایسا کرتے ہیں تو ضرور گنہگار ہیں توبہ کریں واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم — کتبہ محمد یونس رضا الاویسی الرضوی

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) ایک مولوی صاحب جنہوں نے ایک دارالعلوم کھولا ہے اس مولوی صاحب نے ایک تقریر میں کہا کہ لا الہ الا اللہ پڑھ لینے سے آدمی مسلمان تو ہو جاتا ہے ہاں مومن نہیں ہوگا جب وہ محمد رسول اللہ پڑھ لیگا تب مومن بھی ہو جائے گا جب زید عالم دین نے مولوی صاحب کے خط کشیدہ جملوں کے بارے میں مولوی صاحب کی بالواسطہ شرعی گرفت کی اور انہیں بلوانا چاہا تو وہ نہیں آئے کافی دنوں کے بعد زید عالم دین سے زید کے سگے بھائی نے اس مولوی صاحب کے بارے میں بتایا کہ اس دن کی اس تقریر کے مندرجہ بالا (خط کشیدہ) جملوں کے بارے میں مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ اس جملہ یعنی لا الہ الا اللہ پڑھ لینے سے آدمی مسلمان تو ہو جاتا ہے سے میری مراد یہ تھی کہ وہ قومی مسلمان ہو جاتا ہے مثلاً شیعہ وغیرہ۔ تو دریافت طلب امور یہ ہیں کہ مولوی صاحب مذکور کا مندرجہ بالا خط کشیدہ جملہ نمبر ا کہنا اور ان جملوں کے مندرجہ بالا خط کشیدہ جملہ نمبر ۲ سے توضیح کرنا شرعاً کیسا ہے؟ مولوی صاحب مذکور پر دونوں خط کشیدہ جملوں کی بنا پر توبہ لازم ہے کہ نہیں؟ اور اگر ان پر توبہ لازم ہے تو صرف توبہ ہی لازم ہے یا کہ تجدید ایمان بھی لازم ہے؟ نیز توبہ یا توبہ وتجدید ایمان کرنے سے پہلے ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا اور ان سے نکاح پڑھوانا شرعاً کیسا ہے؟ اور توبہ یا توبہ وتجدید ایمان کرنے سے پہلے ان کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کے بارے میں، اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانے والوں کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ نیز دونوں خط کشیدہ جملوں کے بارے میں اگر شرعاً ان پر توبہ یا توبہ کے ساتھ تجدید ایمان بھی لازم ہے اور اگر وہ سمجھانے بجھانے کے باوجود توبہ یا توبہ وتجدید ایمان نہ کریں تو مسلمانوں کا ان سے میل جول رکھنے اور مسلمانوں کا انہیں دارالعلوم کا ناظم اعلیٰ بنائے رکھنے کے بارے میں اور خود

انکا دارالعلوم کا ناظم اعلیٰ بنے رہنے کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ اور ان مولوی صاحب مذکور کا توبہ یا توبہ وتجدید ایمان نہ کرنے کے باوجود جولوگ انکا ساتھ دیں اور ان کو توبہ یا توبہ وتجدید ایمان کرنے پر مجبور نہ کریں بلکہ خاموش رہیں اور انہیں امام مسجد و ناظم اعلیٰ بنائے رکھیں تو ایسے لوگوں کے بارے میں بھی حکم شرع کیا ہے تحریر فرمادیں عین نوازش ہوگی؟

(۲) مندرجہ بالا مولوی صاحب نے جو دارالعلوم کھولا ہے اس میں ایک بڑا ہال ہے اس ہال میں مولوی صاحب مذکور جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ اس مقام کی عورتوں کو دارالعلوم کے ہال میں اجتماعی طور پر دُرود خوانی کیلئے جمع ہونے کا لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کرواتے ہیں اور عورتوں کی دُرود خوانی ختم ہونے کے بعد وہ مولوی صاحب ان عورتوں کے مجمع میں بلا حائل پردہ بیٹھ کر فاتحہ دیتے ہیں اور وہ عورتیں آپس میں دارالعلوم کیلئے چندہ کر کے مولوی صاحب مذکور کو دیتی ہیں اور وہ مولوی صاحب عورتوں کے مجمع میں بلا حائل پردہ کھلم کھلا ان کے سامنے کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرتے ہیں اور تقریر کے بعد کھڑے ہوکر مولوی صاحب مذکور اور جمع شدہ تمام عورتیں ملکر سلام پڑھتی ہیں مولوی صاحب عورتوں کی اور عورتیں مولوی صاحب مذکور کی آواز سنتی ہیں اور مولوی صاحب مذکور کے علاوہ دیگر مدرس بھی بلا حائل پردہ عورتوں کے سامنے دارالعلوم کے ہال میں نہ صرف بیٹھتے ہیں بلکہ صدر المدرسین تقریر تک بھی کرتے ہیں، دارالعلوم کے ہال میں درود خوانی کیلئے جمع ہونے والی عورتوں میں بڑھیا، جوان، اور نوجوان، شادی شدہ اور غیر شادی شدہ، شلوار و کرتا پہننے والیاں و ساڑی و بلاوز و ساڑی جمپر پہننے والی سبھی قسم کی ہوتی ہیں بلکہ کچھ عورتیں ایسی بھی ہوتی ہوں گی جو اسپتال وغیرہ برقعہ پہن کر جاتی ہیں اور مولوی صاحب مذکور کی عمر زید عالم دین کے اندازہ کے مطابق تقریباً ۴۰ سال کی ہوگی اور وہ دارالعلوم کے مقام پر تنہا رہتے ہیں انکی اہلیہ انکے ساتھ دارالعلوم کے مقام پر نہیں رہتیں اور صدر مدرس تو چالیس سال کی عمر سے بھی کم ہیں سننے میں آیا ہے کہ وہ صدر مدرس اب

وہاں سے چلے گئے ہیں۔ اور مولوی صاحب کے حکم سے ایسے ہی مجمع میں بالغہ لڑکی تقریر بھی کرتی ہیں اور قریب البلوغ بلکہ ایک اندازہ کے مطابق بالغ لڑکا بھی عورتوں کے و مدرسین کے مجمع میں تقریر کرتا ہے یا کہ کبھی کبھار تقریر کرتا ہے بایں ہمہ مولوی صاحب مذکور اس ٹاؤن کی سب سے بڑی مسجد میں امامت بھی کرتے ہیں مولوی صاحب مذکور کی مندرج قبل ہٰذا افعال قبیحہ کی جب شرعی گرفت کی گئی تو سننے میں آیا ہے کہ ان مولوی صاحب مندرجہ ذیل خط کشیدہ مفہوم ظاہر کرنے والے جملے کہہ کر اپنا دفاع کیا کہ جو عورتیں پردہ میں رہتی ہوں ان کو جمع کرنا اور بلا حائل پردہ ان کے سامنے تقریر کرنا بیشک خراب ہے لیکن یہاں کی عورتیں پردہ میں نہیں رہتی برقعہ پہن کر باہر نہیں نکلتیں، بلا پردہ بازار جاتی ہیں اور دیہات سودا بیچنے جاتی ہیں۔ لڑکیاں اسکول و کالج جاتی ہیں وغیرہ تو ایسی عورتوں اور لڑکیوں کو دارالعلوم کے ہال میں جمع کرنا اور ان کے سامنے بلا حائل پردہ فاتحہ دینا اور بلا حائل پردہ ان کو سامنے بٹھا کر تقریر کرنا خراب نہیں ہے'' (خط کشیدہ جملے ختم) انکے مندرجہ قبل ہٰذا خلاف شرع افعال و ڈبل خط کشیدہ مفہوم ظاہر کرنے والے ان کے دفاع کر اپنے دفاع والے اقوال کی تائید کچھ انپڑھ و جاہل عورتیں و مرد تقریباً مولوی صاحب مذکور کے ڈبل خط کشیدہ مفہوم ظاہر کرنے والے جملوں جیسے جملے بول کر کرتے ہیں ان مولوی صاحب کی تائید حقیقتاً احکام شرع و مزاج شرع سے ناواقف چند پڑھے لکھے لوگ بھی کرتے ہیں بلکہ انہیں پڑھے لکھے لوگوں میں عمرو نامی ایک مولوی صاحب نے ڈبل خط کشیدہ مفہوم کو ظاہر کرنے والوں جملوں کو کہہ کر ان مولوی صاحب مذکور کی تائید کی کہ جب لڑکیاں کالج وغیرہ جاتی ہیں تو یہاں کیا؟ تو اس زمانہ میں ایسا کہاں تک بتایا جا سکتا ہے، تو مندرجہ قبل ہٰذا حالت لکھنے کے بعد مندرجہ ذیل امور کے جوابات دریافت طلب ہیں۔ مولوی صاحب مذکور کے مندرجہ قبل ہٰذا افعال کے بارے میں اور مولوی صاحب مذکور کا اپنی دفاع کیلئے ان افعال کی ڈبل خط کشیدہ مفہوم ظاہر کرنے والے جملوں سے توضیح کرنے کے

بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جس مقام پر دار العلوم ہے وہاں کی عورتوں کا بلا پردہ و بلا برقعہ بازار وغیرہ جانے وغریب عورتوں کا دیہات سودا بیچنے جاتی اورلڑکیوں کا اسکول کالج بلا پردہ جانے سے کیا انہیں عورتوں ولڑکیوں کا مولوی صاحب مذکور کے سامنے بلا پردہ آنے ومولوی صاحب کا انہیں عورتوں ولڑکیوں کو اپنے سامنے بلانے اوران کے سامنے بلا حائل پردہ تقریر کرنے اوران کی بات سننے اوران کو اپنی بات سنانے کیلئے شرعاً جواز کا ثبوت بن جائے گا۔ مولوی صاحب مذکور کے پیچھے جمعہ و پانچوں وقت کی نمازیں پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟ مولوی صاحب مذکور کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا اوران سے نکاح پڑھوانا شرعاً کیسا ہے مولوی صاحب مذکور کے پیچھے پڑھی نمازیں لوٹانے اور نہ لوٹانے کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مولوی صاحب مذکور کے مندرجہ قبل ہٰذا افعال قبیحہ کی تائید کرنے کے والوں کے بارے میں اور مولوی صاحب نے ان افعال کی ڈبل خط کشیدہ مفہوم ظاہر کرنے والے جملوں سے جو مندرجہ قبل ہٰذا توضیح کی ہے اس توضیح کی تائید کرنے والوں کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ خاص کر عمرو نامی مولوی صاحب نے مولوی صاحب مذکور کے مندرجہ قبل ہٰذا افعال قبیحہ کی تائید مندرجہ قبل ہٰذا جملوں یعنی کہ جب لڑکیاں کالج وغیرہ جاتی ہیں تو یہاں کیا اور اس زمانہ میں کہاں تک بچا جا سکتا ہے؟ کہ جملوں سے تائید کی ہے تو عمرو نامی مولوی صاحب کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اگر شریعت مطہرہ نے عمرو نامی مولوی کو توبہ کا حکم دیا تو قبل توبہ ان مولوی کے پیچھے پڑھی گئی نمازوں کے لوٹانے اور نہ لوٹانے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اگر عمرو نامی مولوی کو شریعت نے توبہ کا حکم دیا اوراس نے توبہ نہ کیا تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا، انکا ذبیحہ کھانا، ان سے نکاح پڑھوانا شرعاً کیسا ہے؟ جن جن لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ عورتوں کیلئے پردہ ضروری ہے پھر بھی ان ان لوگوں نے اپنی بیویوں و ماؤں و بہنوں و بھتیجیوں ولڑکیوں وغیرہن کو دار العلوم کے ہال میں جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ اجتماعی طور پر درود خوانی

میں شرکت وبعد درودخوانی بلا حائل پردہ مولوی مذکور کی تقریر سننے اور تقریر کے بعد مولوی کے سامنے کھڑے ہوکر صلاۃ وسلام پڑھنے کی (اس حال میں کہ مولوی صاحب بھی کھڑے ہوکر صلاۃ وسلام پڑھ رہے ہوں اور مولوی صاحب عورتوں کی اور عورتیں مولوی کی آوازیں سن رہی ہوں) اجازت دے رکھا ہوتو ایسے لوگوں کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ دار العلوم کے ہال میں مندرج احوال و کیفیات پر مشتمل دُرودخوانی کی منعقد ہونے والی مجلس میں شریک ہونے والی عورتوں کے بارے میں حکم شرع تحریر فرمائیں اور جب سے مولوی نے مندرج افعال قبیحہ کا ارتکاب کیا ہے اور خط کشیدہ جملے کہا ہے تب سے ان کے پیچھے پڑھی نماز کا کیا حکم ہے؟ مولوی مذکور کے مندرج افعال قبیحہ وخط کشیدہ مفہوم ظاہر کرنے والے اقوال سے فوراً اجتناب وتوبہ یا اجتناب وتوبہ وتجدید ایمان کا شرعاً حکم ہو اور وہ اس پر عمل نہ کریں تو مسلمانوں کا ان سے میل جول اور دار العلوم کا ناظم اعلیٰ بنائے رکھنے کے بارے میں اور خود بنے رہنے کے بارے میں اور مسجد کا امام بنائے رکھنے کے بارے میں اور خود بنے رہنے کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ اور مولوی مذکور کا مندرج افعال قبیحہ وخط کشیدہ مفہوم ظاہر کرنے والے اقوال سے اگر اجتناب وتوبہ تجدید ایمان نہ کرنے کے باوجود جو لوگ ان کا ساتھ دیں اور اس مولوی کو حکم شرع پر مجبور نہ کریں بلکہ خاموش رہیں اور انہیں امام مسجد وناظم بنائے رکھیں تو ایسوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تحریر فرمائیں۔

(۳) مندرجہ قبل ھٰذا دار العلوم کے حفظ وقرأت کے مدرس نے جشن عید میلاد النبی ﷺ میں دوران تقریر ڈبل خط کشیدہ مفہوم کو ظاہر کرنے والے جملے کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو بھی اپنے سے کم رتبہ والا نہیں بنایا جب ایک شخص نے ان مدرس صاحب سے اعتراضانہ طور پر ان جملوں کی وضاحت چاہی تو انہوں نے جو جواب دیا اسکا مفہوم یہ ہے کہ میں نے درجات کی تعداد ومرتبہ کی مقدار تو بیان کیا نہیں اور محبت کی بنا پر یہ جملے میرے منھ سے نکل گئے تو ان مدرس صاحب کا خط

کشیدہ مفہوم ظاہر کرنے والے جملے کو کہنا، اور پوچھے جانے پر جملے کی وضاحت دوسرے خط کشیدہ مفہوم ظاہر کرنے والے جملوں سے کرنا شرعاً کیسا ہے؟ ان مدرس پر توبہ لازم ہے کہ نہیں؟ اور توبہ کے ساتھ ان پر تجدید ایمان بھی لازم ہے کہ نہیں؟ اور اگر دونوں لازم ہیں یا دونوں میں سے ایک ہی لازم ہے، تو اس لازم یالازمان پر مدرس صاحب کے عمل کرنے سے پہلے، انکے پیچھے نماز پڑھنا، اور انکے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا، اور ان کو دارالعلوم کا مدرس بنائے رکھنا، شرعاً کیسا ہے؟ اور لازم یا لازمان پر انکے عمل کرنے سے پہلے ان مدرس صاحب کے پیچھے پڑھی گئی نمازوں کو لوٹانے اور نہ لوٹانے کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: مولانا حافظ محمد فیضان رضوی

پوسٹ آفس امر پالکن، ضلع ستنا ایم پی

الجواب بتوفیق العزیز الوہاب: -ایمان واسلام دونوں ایک ہی مفہوم پر صادق آتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فاخرجنا من كان فيها من المؤمنين فما وجد نا فيها غير بيت من المسلمين اس میں مومنین و مسلمین ہم معنی مستعمل ہے، چنانچہ تفسیرات احمدیہ ص ۴۵۴ پر اسی آیت کریمہ کے بابت ارشاد ہے: فالله تعالىٰ اطلق على قوم واحد لفظ المومنين مرة والمسلمين اخرى اورمزید تنقیح فرماتے ہیں: به تمسك التفتازاني في شرحه للعقائد على ان الايمان والاسلام واحد و هكذا رائ صاحب الكشاف و المدارك اوراسی میں ہے: والمذهب الصحيح لنا انهما (الايمان و الاسلام) واحد اورشرح عقائد ص ۹۵ پر ہے: الايمان والاسلام واحد اوراسی کے تحت آیا: بالجملة لا يصح في الشرع ان يحكم على احد بانه مومن وليس بمسلم او مسلم وليس بمؤمن ولانفي بوحدتهما سوى ذلك دیکھئے اس عبارت سے اس وہم (مومن ومسلم

دونوں ایک معنی میں نہیں) کا ازالہ صاف طور پر ہو گیا اور اسی مضمون کی عبارت تفسیرات احمدیہ میں یوں آیا: ولا ننکرہ بل غرضہ ان فی شرع نبینا علیہ السلام لا یجوز لاحد ان یقال وانہ مومن لا مسلم او بالعکس ولا ینفک احدھما عن الآخر کالظھر مع البطن اس توضیح سے کھل گیا کہ مومن و مسلم ایک ہیں اب توجہ طلب یہ ہے کہ انسان کلمہ طیبہ کے صرف ایک جز کو پڑھنے سے مسلمان مومن ہو جاتا ہے یا نہیں؟ تو اس میں تمام محدثین و مفسرین و مجتہدین مہدین و فقہاء معظمین کا اس پر اتفاق ہے کہ کلمہ طیبہ کا ایک جزء "لا الہ الا اللہ" پڑھنے والا ہرگز مسلمان نہیں جب تک کہ وہ محمد رسول اللہ نہ پڑھے۔ کلمہ طیبہ کا دونوں جزء آپس میں تلازم رکھتے ہیں۔ اسی طرح لازم و ضروری ہے کہ لا الہ اللہ محمد رسول اللہ میں جیسا حکم شرع ایمان رکھنے کے بابت آیا اسی طرح ایمان رکھے چنانچہ حدیث میں جہاں کہیں کلمہ طیبہ کا ایک جزء لا الہ اللہ ہے وہاں پر جزء ثانی کی گواہی بھی لازم ہے کہ لا الہ اللہ علم ہے کلمہ طیبہ کا۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے: فقال مامن عبد قال لا الہ اللہ تو اس کے تحت مرقاۃ میں ہے: وانما لم یذکر محمد رسول اللہ لانہ معلوم انہ بدونہ لا ینفع دیکھئے اس سے معلوم ہو گیا کہ جو صرف ایک جز جز اول کا اقرار کرتا ہے اسے کوئی نفع نہیں جب تک اللہ کے رسول ﷺ کو نہ مانے اسی طرح مشکوٰۃ باب الایمان کی بہت سی حدیثیں ہیں ان کی تصریح مرقاۃ نے کیا تو شہادتین کو مومن کیلئے لازم قرار دیا نہ کہ صرف شہادت مشکوٰۃ میں ہے: فقال یا ابا ھریرہ الی قول یشھد ان لا الہ اللہ الخ اس کے تحت مرقاۃ جلد اص ۹۵ پر ہے: ویلزم منہ شھادۃ أن محمد رسول اللہ دوسری حدیث میں ہے: بنی الاسلام الی قول لا الہ اللہ الخ اس کے تحت مرقاۃ میں ہے: ای المکمل ولتلازم الشھادتین شرعا جعلنا خصلۃ واحدۃ واقتصر فی روایۃ علی احدی الشھادتین اکتفاء أو نسیانا قیل وأخذ من جمعھما کذلک فی اکثر

الروايات انه لابد فی صحة الاسلام من الاتیان بھما علی التوالی والترتیب. تیسری حدیث ہے: یا محمد اخبرنی عن الاسلام الخ کے تحت ہے: ایماء الی النبوۃ وھی اصلان متلازمان فی اقامة الدین ضرورۃ توقف الاسلام علی الشھادتین وظاھر الحدیث یؤید من قال الاقرار شرط لا جراء الاحکام علیه وفی روایة البخاری (ص ٤٦) اوراس مضمون کی بہت حدیثیں ہیں مسلم ومومن کیلئے ضروری ولازم ہے کہ شہادتین کا دل سے تصدیق کرے اور زبان سے اقرار کرے ورنہ وہ مومن ومسلمان نہیں۔ مذکورہ بالا تقریر سے واضح ہوگیا کہ مولوی صاحب کے خط کشیدہ بیانات غلط وباطل ہیں اور بے علم توضیح کرنا ہے مولوی صاحب پر لازم ہے کہ صدق دل سے توبہ واستغفار کرے اور تجدید ایمان اور بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح بھی کرے اس بیان کے بعد جتنی نمازیں انکے پیچھے پڑھی گئیں ان کا دہرانا واجب ہے انکے ہاتھ کا ذبیحہ حلال تھا اور پڑھایا ہوا نکاح بھی درست ہے اگر مولوی صاحب توبہ وغیرہ نہ کریں تو مدرسہ کا ناظم رہنا اور لوگوں کو ان سے ملنا جائز نہیں ہاں بعد توبہ وغیرہ انکے پیچھے نماز بلا کراہت جائز اور سارے معاملات درست ہونگے کہ حدیث شریف میں ہے: التائب من الذنب کمن لاذنب له واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) الجواب ھدایۃ الحق والصواب:- میلاد مبارک میں ذکر الٰہی و ذکر حضور پرنور رسالت پناہی ہوتا ہے اور یہ درود خوانی وغیرہ سبب نزول رحمت ہے ودفع زحمت ہے۔ ہاں میلاد اور درود خوانی میں عورتیں یکجا ہوں تو اس میں یہ احتیاط لازم وضروری ہے۔ ''فتاوی مصطفویہ'' ص ۵۰۹ / پر ہے ''ہاں اگر غیر محرم تک آواز نہ جائے تو اتنی آواز سے کہ گھر کے اسی حصہ میں رہے جہاں عورتیں ہوں غیر محرم ان کی آواز نہ سنیں تو اتنی آواز سے پڑھیں اس میں حرج نہیں'' میلاد مبارک کی نسبت یہ حکم لکھا گیا اور جہاں یہ صورت نہ ہو وہاں کی شرکت میں ثواب کی کیا امید گناہ ہے ''فتاویٰ رضویہ''

میں اعلیحضرت قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں عورتوں کا اس طرح پڑھنا کہ انکی آواز نامحرم سنے باعث ثواب نہیں بلکہ گناہ ہے'' دیکھئے امام اہل سنت اعلیحضرت قدس سرہ کی تحریر سے صاف یہی مفہوم ہے کہ شرکائے میلاد میں صرف مستورات ہوں اور آواز نامحرم تک پہونچ جائے تو گناہ اور جس میں بے پردگی بے حیائی اور محرم غیر محرم بھی شریک ہوں تو کس قدر گناہ ہوگا ''ردالمحتار'' جلد ۱/ ص ۲۹۹/ میں ہے: نغمة المرأة عورة اور شامی جلد ۶/ ص ۳۵۹ میں ہے: أن صوت المرأة عورة على الراجح اور کافی میں ہے: ولا تلبى جهراً لان صوتها عورة ومشى عليه فى المحيط جب عورت کی آواز سننے کا یہ وبال اور جہاں عورت آزاد بے پردہ آئیں اور خوش الحانی کے ساتھ درود خوانی کریں سلام پڑھیں اور اسکی دعوت یہ مولوی صاحب دیں لاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم پردہ عورت پر فرض ہے۔ اسی طرح مرد پر واجب ہے کہ وہ غیر محرم سے پردہ کریں۔ مولوی صاحب مائک کے ذریعہ درود خوانی کی دعوت دیں اور عورتیں اکٹھا ہو جائیں تو اس میں بلا حائل پردہ گھس کر بیٹھیں تقریر کریں اور اس پر یہ کہ اور مدرسین کو بیٹھنے کی اجازت دیں اور پھر باہم ملکر سلام پڑھیں سب حرام اشد حرام ہیں۔ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں جو عورت کا پیچھا دھرے پھر نگاہ جما کر دیکھے کہ کپڑے کے اوپر سے عورت کا حجم نظر آ جائے تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا: قوله عليه الصلاة والسلام من تأمل خلف امراة وراى ثيابها حتى تبين له حجم عظامها لم يرح رائحة الجنة دیکھا آپ نے جو صرف اتنا کرے اس کا یہ وبال تو جو عورتوں کو بلا کر بلا حائل پردہ ان کے سامنے بیٹھے تقریر کرے تو ان کا کیا وبال ہوگا اور جب انہیں روکا جائے اس حرام کام سے تو جواب خط کشیدہ جملے کہہ دیں معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ۔ مولوی صاحب پر لازم ہے کہ وہ پردہ کی ترغیب دیتے اسلام کا قانون بتاتے کہ عورتوں پر پردہ لازم و فرض اور غیر محرم کے سامنے بے پردہ آنا حرام اشد حرام ہے نہ کہ خود اسلام کا

قانون ڈھانے میں مدد دیگر خط کشیدہ جملہ جواباً کہہ دیتے۔نماز جو اہم فرائض سے ہے اس میں عورتوں کو جاتے کی اجازت نہیں نماز جمعہ وعیدین میں شرکت کی اجازت نہیں، وعظ کی مجلس میں جانے کی ممانعت ہے تو اس کی کب اجازت ہوسکتی ہے درمختار جلد اص ۵۶۶ رمیں ہے: ویکره حضور هن الجماعة ولو لجمعة وعيد و وعظ مطلقاً ولو عجوزا ليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان اور ''ردالمحتار'' میں ہے:قوله ولو عجوزا ليلا. بيان للاطلاق أى شابة أو عجوزا نهارا أو ليلا قوله المفتى به.أى مذهب المتاخرين مولوی صاحب اور جو انکے شرکاء وہمنوا ہیں سخت گنہگار مستحق عذاب نار حق اللہ وحق العبد میں گرفتار ہیں،ان پر لازم ہے کہ اس پروگرام کو بند کریں یا پھر مکمل شرع کی پابندی کے ساتھ کرائیں۔مولوی صاحب اوران کے شرکاء پر لازم کہ صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور جونمازیں ان کے پیچھے اس کام کے بعد پڑھی گئیں ان کا دہرانا واجب ہے ''درمختار'' میں ہے: كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها ہاں بعد توبہ ان کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہوگی جبکہ اور کوئی وجہ مانع نہ ہوں۔انکے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے نکاح پڑھادیں تو نافذ ہوجائے گا اگرچہ بہتر نہیں اور جب تک مولوی صاحب اوران کے شرکاء حکم مذکور پر عمل نہ کریں ان سے میل جول اوران کو مہتمم وناظم رکھنا جائز نہیں۔جو عورتیں بازار میں بلا پردہ سر کھولے اور دیگر اعضائے عورت کھولے یا باریک کپڑا پہنے گھومتی پھرتی ہیں وہ سب فاسقہ ہیں ان کے شوہر اور اولیاء پر فرض ہے کہ اپنی عورتوں کو فسق سے روکیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:يا ايها الذين آمنوا قوا انفسكم واهليكم نارا اے ایمان والو بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں: كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته تم سب اپنے متعلقین کے سردار و حاکم ہو اور ہر حاکم سے روز قیامت اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا تو جو مرد خود انہیں منع نہیں کرتے

خودفاسق ہیں بلکہ جن کی عورتیں بلا پردہ پھرتی ہیں اور وہ منع نہیں کرتا تو دیوث ہے: فـــی الـــدر الـمختار فان الديوث من لا يغار على امراته او محرمه ان سب پر جن کے گھر کی عورتیں بلا پردہ بازار یا دیگر جگہ جاتی ہیں یا پروگرام میں شریک ہوتی ہیں ان پر واجب وضروری ہے کہ اپنے اپنے گھر کی عورتوں کو اس فسق سے روکیں اور عورتیں و مرد صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور جو اپنی قدرت بھر عورت کو اس سے منع کرے اور وہ نہ مانے تو اس مرد پر الزام نہیں قال تعالیٰ لا تزر وازرة وزر اخرى الحاصل مولوی صاحب و دیگر مدرسین اور جو اس میں شریک ہوئے یا اس سے راضی رہے ان پر اور شرکاء عورتوں پر لازم ہے کہ اس سے باز آئیں اور صدق دل سے توبہ واستغفار کریں مولوی صاحب کے پیچھے جتنی نمازیں اس کے بعد پڑھی گئیں ان کا اعادہ کریں اگر حکم مذکور پر عمل نہ کریں تو مسلمانوں کو ان سے ترک تعلق کا حکم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) شفاء شریف میں ہے: ولا يعتبر دعوىٰ زلل اللسان ولا يعذر بالجهل اگر واقعی اس مدرس سے خط کشیدہ جملہ سبقت لسانی سے نکل گیا تو حکم ہے کہ صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور احتیاطاً تجدید ایمان اور بیوی رکھتے ہوں تو تجدید نکاح کریں۔ اور جتنی نمازیں اسکے بعد انکے پیچھے پڑھی گئیں ان کا اعادہ کریں ہاں جب حکم مذکور پر عمل کرلیں تو ان کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہوگی قـال رسول الله ﷺ التائب من الذنب كمن لا ذنب له البتہ ان کا ذبیحہ حلال ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ کتبہ محمد یونس رضا الاویسی الرضوی

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی ۶ ر جمادی الآخر ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) حرمت شراب سے پہلے کیا کبھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض صحابہ کرام نے شراب پی یا نہیں؟

(۲) حضور ﷺ کے دندان مبارک جو ''جنگ احد'' میں شہید ہوئے تھے تو اس کی خبر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس نے دی اور کب دی اور کتنے دن کے بعد آپ نے اپنے دندان مبارک شہید کئے؟

(۳) ''حجر اسود'' اور ''مقام ابراھیم'' یہ دونوں جنتی پتھر ہیں یہ کون لائے؟ اور کس طرح لائے؟

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ''دنبہ'' کی قربانی کی تھی اس کا گوشت کسی نے کھایا تھا یا نہیں؟

(۵) سرکار کونین ﷺ کی بے شمار سنتیں ہیں ساری سنتوں میں پہلی سنت کونسی ہے؟

(۶) میت کے ایصال ثواب کے لئے چنے خوانی ہوتی ہے چنے کی مقدار یا تعداد کتنے ہیں؟

(۷) کوئی ایسا مہینہ یا تاریخ ہے جس میں شادی نکاح کرنا منع ہے اور جدید دور میں قلیل مہر کتنا ہے؟

(۸) امام جماعت پڑھانے کے بعد اکثر مصلے کا کچھ حصہ پلٹ دیتے ہیں کیا پلٹنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۹) کیا کوئی ایسا بھی دن ہے جس دن مچھلی کھانا منع ہے؟

(۱۰) اور مچھلی میں فاتحہ جب جائز ہے تو شب برأت یا ایام محرم یا عیدین یا جمعرات کو کھانا منع ہے؟

(۱۱) جنازے کی نماز کیا حضرت آدم علیہ السلام سے نبی کریم ﷺ تک تمام انبیاء کرام کے زمانے میں پڑھی گئی یا نہیں؟ از روئے شریعت جواب عنایت فرمائیں کرم بالائے کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد عظیم الدین

گرام بسودھرن بریلی شریف

الجواب بعون الملک الوھاب:- حرمت شراب سے قبل حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا شراب پینا بعض روایت میں آیا ہے آیت کریمہ: یاایھا الذین آمنوا لاتقربوا الصلاۃ وأنتم سکاریٰ کے تحت بعض مفسرین کرام نے ان بزرگوں کی طرف حرمت شراب سے پہلے شراب پینے کی نسبت کی ہے، صاوی ج ا ص

۲۰۷ ر پر آیت کریمہ کے تحت ہے: عن علی بن ابی طالب کرم الله وجهه قال صنع لنا ابن عوف طعاما فدعا نا فأكلنا وأسقانا خمراً قبل أن تحرم الخمرفأ خذت منا وحضرت الصلاة أى صلاة المغرب فقدمونى فقرأت قل يا يها الكفرون أعبد ما تعبدون و نحن نعبد ماتعبدون فنزلت الآية فحرمت فى أوقات الصلاة حتى نزلت آية المائدة فحرمت مطلقا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے انہوں نے فرمایا ہمارے لئے ابن عوف نے کھانا بنایا تو بلایا پھر ہم نے کھایا اور حرمت شراب سے قبل شراب پیا تو ہمیں نشہ آ گیا اور نماز مغرب کا وقت ہو گیا تو مجھے امام بنادیا تو میں: قل یا یها الكفرون اعبد ما تعبدون و نحن نعبدما تعبدون قرأت کی تو آیت کریمہ: یا یها الذين آمنوا اھ نازل ہوئی تو اوقات نماز میں شراب حرام ہوگئی۔ یہاں تک کہ ''سورۂ مائدہ'' کی آیت: انما الخمرو المسير الخ نازل ہوئی تو مطلقاً شراب حرام ہوگئی مگر اس وجہ کر اگر ان صحابہ کرام کی کوئی برائی کرے تو وہ سخت ملعون خارجی ہے مگر ''تفسیرات احمدیہ'' میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف شراب پینے کی نسبت نہ کی۔ اور فقیر کو اس کی تحقیق نہ ہو سکی کہ مولیٰ المسلمین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے شراب پی تھی واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(۲) حضور اکرم ﷺ کے دندان مبارکہ شہید ہوئے تھے حدیث شریف میں ہے: قال رسول الله ﷺ اشتد غضب الله على قوم فعلوا بنبيه يشير إلى رباعيته اشتد غضب الله على رجل يقتله رسول الله ﷺ فى سبيل الله رواه البخارى فى جلد الثانى. یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا غضب ایسی قوم پر سخت ہو جاتا ہے جو اپنے نبی پر ایسا کرے، اور اشارہ کیا اپنے رباعیہ دانتوں کی طرف اللہ کا غضب سخت ہو گیا اس مرد (ابی ابن خلف جمحی) پر جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے راہ میں قتل کیا، اور عینی ج ۷ ص ۱۶۰ ر میں ہے: کسرت

رباعیتہ یعنی حضور علیہ السلام کے رباعیہ دندان شہید ہو گئے۔ اور اسکی خبر حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی اور انہوں نے اپنے دانت شہید کر لئے یہ روایت نظر سے نہ گزری اور غالباً ایسی روایت ہی نہیں ہے اگر چہ مشہور یہی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ''حجر اسود'' اور ''مقام ابراہیم'' یہ دونوں پتھر حضرت آدم نبینا علیہ الصلاۃ والسلام ساتھ لائے تھے۔ آیت کریمہ: واتخذ وامن مقام ابراهیم کے تحت مفسر صاوی نے ص ۵۴ رمیں فرمایا: وقد نزل هو والحجر الأسود مع آدم من الجنة وهمایا قوتتان من یواقیتها یعنی مقام ابراہیم (وہ پتھر جس پر حضرت آدم علیہ السلام بناء کعبہ کے وقت کھڑے ہوئے) اور ''حجر اُسود'' حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے اترے اور وہ دونوں پتھر جنت کے یواقیتوں سے دو یاقوت ہیں اور کس طرح لے کر آئے اس کا بیان نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے جس جنتی ''مینڈھے'' کی قربانی کی تھی اس مینڈھے کا گوشت کس نے کھایا تھا کوئی روایت نظر سے نہ گزری البتہ یہ دیکھا کہ باقی کو درندوں اور پرندوں نے کھایا تھا ''تفسیر صاوی'' ج ۳ ص ۳۲۲ ر پر ہے: وما بقی من الکبش أکلته السباع والطیور لأن النار لا تؤثر فیما هو من الجنة اور بعد ذبح مینڈھا سے جو بچا اس کو درندوں اور پرندوں نے کھالیا اسلئے کہ آگ اس میں اثر نہیں کرتی جو جنت سے ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) سرکار دو عالم ﷺ کی بے شمار سنتیں ہیں ان سنتوں کو اولیت وبعدیت سے تعین کرنا مشکل کام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) چنے کی مقدار شرعاً متعین نہیں۔ ہاں حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس نے یا جس کیلئے ستر ہزار کلمہ شریف پڑھا گیا ہو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے بخش دیتا ہے: أنه بلغنی عن النبی ﷺ أنه من قال لا اله الا الله سبعین الفا غفر الله تعالیٰ له ومن قیل له غفر

لـــہ لوگوں نے اپنی سہولت کیلئے چنے اختیار کر لئے کہ اس میں شمار کلمہ بھی ہے اور بعد میں صدقہ بھی اور مشہور ہے کہ ساڑھے بارہ سیر چنے میں یہ تعداد پوری ہو جاتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے کسی نے پوچھا کہ شعبان میں نکاح کرنا کیسا ہے؟ تو جواب ارشاد فرمایا کہ "کوئی حرج نہیں ہاں یہ آیا ہے کہ: **لا نکاح بین العیدین** دو عیدوں کے درمیان نکاح نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ جمعہ کے دن اگر عید پڑے تو ظاہر ہے کہ جمعہ و عیدین کے درمیان فرصت کہاں ہو سکتی ہے اس دن کے سوا نکاح کرنا کسی دن منع نہیں ہے قلیل مہر چاندی کے دو روپے بارہ آنے ۹ ۳/۵ پائی بھر ہے اس کے سوا شرعاً مہر کا کم درجہ نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) بعد نماز مصلی لپیٹ کر رکھ دینا چاہیئے واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) مچھلی کا کھانا کسی دن منع نہیں ہے بعض جہلاء یہ کہتے ہیں کہ ایام محرم میں مچھلی کھانا نہ چاہیئے یہ بالکل بے اصل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۰) مچھلی کھانا کسی دن منع نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۱) حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی اور فرشتوں نے پڑھی تھی اسی وقت سے نماز جنازہ شروع ہوئی اس کے بعد کے انبیاء کرام کی بھی نماز جنازہ پڑھی گئی ہوگی، اسلام میں ہجرت کے نویں مہینے کے ابتداء میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے نماز جنازہ پڑھائی تھی واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح والمجیب مصیب واللہ تعالیٰ اعلم — کتبہ محمد یونس رضا الاویسی الرضوی

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی — مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

۲۱ رجمادی الاولی ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسئلوں میں کہ

(۱) غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادت جاننا یعنی الوہیت میں دوسرے کو شریک کرنا کیسا ہے؟

(۲) اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے یارسول اللہ یا عام لوگ سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں۔ انبیاء اولیاء وعلماء صالحین سے انکے وصال شریف کے بعد بھی استعان واستمد اداور لڑکے لڑکیاں مانگنا شرعاً جائز ہے یانہیں؟

(۳) دیوبندی، وہابی، تبلیغی جماعت یا جماعتِ اسلامی وغیرہ اہل کتاب ہیں یانہیں؟ یزید پلید اسمٰعیل دہلوی، مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ کے موجودہ وقت کے اماموں میں کتنا فرق ہے اوران کو کیا سمجھنا چاہئے یعنی کفراوراسلام میں جواب مرحمت فرمائیں۔

(۴) بھینس گائے اور بکری کے پیدائشی بچے کو رسول پاک، غوث اعظم، خواجہ یا کسی ولی وعلماء صالحین کا نام رکھ کر پالا یا چھوڑ دیا۔ جب یہ جانور جوان ہوگیا تو اس کو قربانی وعقیقہ یا کسی بزرگ کی نذرونیاز میں یا اپنے کھانے کے کام میں استعمال کیا جاسکتا ہے یانہیں؟ اس جانور کو ذبح کرنے کا طریقہ کیا ہے یعنی اللہ کے نام کا ذبیحہ کرا جائے گا یا جسکے نام کا جانور ہے؟

(۵) سائل سوال کرتا ہے کہ دے رسول پاک یا غوث وخواجہ یا کسی اولیاء علماء صالحین کا نام لیکر بھیک مانگتا ہے تو اسکو بھیک دینا چاہئے یانہیں غیر اللہ کا نام لیکر بھیک مانگنا شرعاً جائز ہے یانہیں؟

(٦) زید نہایت ہی زیادہ صوم وصلوٰۃ کا پابند اور مقرر اور حاجی بھی روضۂ اطہر نبی ﷺ پر زید نے دوبار حاضری بھی دی زید نہ تقریر کے دوران رسول خدا کو بتایا کہ وہ کوئی انوکھے رسول نہیں اور حضور ﷺ دیکھنے میں ہم اور تم جیسا آدمی بتایا اور یہ بھی کہا کہ حضور تمہارے کسی برے بھلے کے مالک نہیں اور حضور یہ نہیں جانتے کہ قیامت میں جو میرے اور تمہارے ساتھ کیا جائے گا وہ حضور کو معلوم نہیں اور یہ بھی کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے لغزشیں واقع ہوئی ہیں اور یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے اور قرآن شریف ایک دو آیتوں کو بھی منسوخ بتایا ہے زید نے یہ بھی کہا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے جس دھیان میں مروگے اسی میں حشر ہوگا اگر شیطان کو برا کہتے کہتے مرگئے تو شیطان کے ساتھ حشر ہوگا

اور اگر کسی کافر کو برا کہتے کہتے جان نکل گئی تو اسی کے ساتھ حشر ہوگا لہٰذا ایسے شخص کو صحیح عقیدہ مسلمان سمجھنا چاہئے یا نہیں؟ اور اسکی اولاد کے بارے میں کیا خیال رکھنا چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) بکر کو حق العبادنہ دینے اور شریعت مطہرہ کا مذاق اڑانے اور شریعت کا حکم نہ ماننے پر بکر کو توبہ استغفار اور تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح لازم ہوا تھا لہٰذا بکر نے اس پر ذرا بھی عمل نہیں کیا ہے لہٰذا بکر کی لڑکی یا لڑکے کی شادی بیاہ یا اور کسی تقریب میں شرکت کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور جس سنی مسلمان نے بکر کے لڑکے کو لڑکی دی یا بکر کی لڑکی یا جن لوگوں نے بکر کے یہاں شادی بیاہ یا اور کسی بھی تقریبات میں شرکت کی انکے لئے قرآن وحدیث میں کیا حکم ہے؟

(۸) موجودہ دور میں سنی، وہابی مودودی تبلیغی وغیرہ سے مل کر جو کمپنی ہے. چاہے سیاسی ہو یا دینی اس میں سنیوں کی شرکت کیا معنی رکھتی ہے اور ایسی کمپنیوں میں سنیوں کی شرکت پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ آپ ان سب سوالوں کا جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد عاقل

بہیڑی ضلع بریلی شریف

الجواب بعون الملک الوہاب:- غیر خدا کو واجب الوجود ماننا اور مستحق عبادت جاننا اور اس کے الوہیت میں کسی غیر کو شریک کرنا کھلا کفر اور شرک ہے "نبراس" ص۲۷۱ پر ہے: الاشراک هو اثبات الشريک في الالوهيت بمعنى وجوب الوجود كما للمجوس فانهم يعتقدون الهين يزدان خالق الخير واهرمن خالق الشرو بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام فانهم يعتقدون ان الواجب واحد ويزعمون الاصنام مستحقة للعبادة لرجاء الشفاعة منها اشراک یعنی اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کسی غیر کو شریک کرنا ہے معنی واجب الوجود میں جیسا کہ مجوسی دو معبود کا اعتقاد رکھتے ہیں ایک خالق الخیر "یزدان" اور دوسرا

خالق الشر''اہرمن'' یا معنی مستحق عبادت میں جیسا کہ بتوں کی پرستش وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ واجب الوجود ایک ہے اور بتوں کو مستحق عبادت گمان کرتے ہیں اور اسی سے شفاعت کی امید کرتے ہیں اور ''بہار شریعت'' ص ۳ ج ا پر ہے اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں نہ احکام میں نہ اسماء میں واجب الوجود ہے یعنی اس کا وجود ضروری ہے اور عدم محال قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے ازلی کے بھی یہی معنی ہیں باقی ہے یعنی ہمیشہ رہے گا اور اسی کو ابدی بھی کہتے ہیں یہی اس کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت و پرستش کی جائے اور قرآن عظیم میں ہے: قل ھو ا للہ احد اور دوسری جگہ ارشاد ہے: الھکم الہ واحد لہٰذا جو مذکورہ فی السوال جیسا عقیدہ رکھے مشرک بد دین، کافر و مرتد ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مصائب و آلام میں رسولان عظام و اولیاء کرام سے نداء کرنا اور استعانت و استمداد فرمانا حدیث و اقوال فقہاء سے ثابت ہے۔ انبیاء و اولیاء بعد وصال بھی مصائب آلام کے وقت مدد فرماتے ہیں اور ان مقدس ذاتوں کے توسل سے جو جائز چیزیں مانگی جاتی ہیں اسے اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندے کے صدقے میں پورا فرماتا ہے اور ''یا رسول اللہ'' تو حدیثوں میں متعدد جگہ وارد ہے میں ایک حدیث نقل کرتا ہوں جس میں افضل الصحابہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جان و مال کا مالک حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو بنایا اور یا رسول اللہ سے مخاطب فرمایا تو بتایئے اگر کوئی مصیبت و پریشانی میں سراپا مشکل کشا کو یا رسول اللہ کہہ کر پکارے تو ناجائز ہوگا ہرگز ہرگز ناجائز نہ ہوگا حدیث حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا: ما نفعنی مال قط ما نفعنی مال ابو بکر یعنی مجھے کبھی کسی مال نے اتنا نفع نہ دیا جو ابو بکر کے مال نے دیا۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے اور عرض کی: ھل انا و مالی الالک یا رسول اللہ میری جان و مال کا مالک حضور کے سوا کون ہے یا رسول اللہ، اور سیدی جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی اپنے فتاویٰ میں

فرماتے ہیں: سئلت عمن يقول فی حال الشد آئد يا رسول الله أويا علی أويا شيخ عبد القادر مثلا هل هو جائز شرعا أم لا الخ اجبت نعم الاستغاثة بالاولياء و نداٰوهم والتوسل فهوامر مشروع وشی مرغوب لاينكره الا مكابر أومعاند و قدحرم بركةالاولياء الكرام یعنی مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو مصیبت کے وقت میں کہتا ہے یا رسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبد القادر مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا ہاں اولیاء سے مدد مانگنی اور انہیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا شرع میں جائز اور پسندیدہ چیز ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا صاحب عناد اور بے شک وہ اولیاء کرام کی برکتوں سے محروم ہے۔ تو اگر انبیاء واولیاء کے توسل سے کوئی لڑکے لڑکیاں مانگے تو کیوں کرنا جائز ہوگا؟ اور بعد وصال بھی ظاہری زندگی کی طرح استعانت واستمداد فرماتے ہیں۔ امام شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری کے فتاوے میں ہے: کہ آپ سے سوال ہوا کہ انبیاء اولیاء علماء صالحین بعد وصال بھی مدد فرماتے ہیں تو آپ نے جواب ان لفظوں میں دیا: فاجاب بما نصه أن الاستغاثة بالأنبياء والمرسلين والأولياء والعلماء الصالحين جائزة وللأنبياء والرسل والأولياء والصالحين اغاثة بعد موتهم انہوں نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء و مرسلین واولیاء وعلماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔ ان فقہاء کے فتاویٰ سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام ورسولان عظام واولیاء کاملین وعلماء صالحین سے نداء جائز ہے اور یہ مقدس ہستیاں اپنی ظاہری زندگی میں استعانت واستمداد فرماتے ہیں اور بعد وصال بھی اور ان کے توسل سے رب تعالیٰ سے سائل ہونا بھی جائز ہے۔ اور ان مقدس ذاتوں کے توسل سے جو جائز چیزیں مانگیں جائیں گے اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے صدقے اسے ضرور دیگا۔ اور دیتا ہی ہے اور دیتا ہی رہے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) دیوبندی، وہابی، تبلیغی جماعت، یا جماعت اسلامی سب شان رسالت میں توہین کرنے کے سبب کافر و مرتد ہیں علماء حرمین طیبین نے ان کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیکر فرمایا: من شک فی کفره و عذابه فقد کفر یعنی جو ان کے کفریات پر مطلع ہوکر ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر و مرتد ہے اور مرتد کے بابت "اشباہ والنظائر" میں ہے: المرتد اقبح من الکافر الاصلی تو اہل کتاب کیا ہونگے۔ یزید پلید کے کفر میں اختلاف ہے امام احمد بن حنبل وغیرہ اسے کافر کہتے ہیں علامہ تفتازانی "شرح عقائد" میں فرماتے ہیں: نحن لا نتوقف فی شانه بل فی ایمانه لعنة الله علیه و علی اعوانه مگر ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافر کہنے سے سکوت فرماتے ہیں اور اسمٰعیل دہلوی کی گمراہی و بددینی "تقویۃ الایمان" سے واضح ہے بہت سے کفریات اس میں مذکور ہیں توہین انبیاء کرام و اولیاء عظام کا وہ مرتکب ہے مگر انکی توبہ کی بھی خبر ہے لہٰذا انکو کافر کہنے سے توقف کیا گیا ہے ان کے اقوال کفری ہیں اور ظاہر اقوال کی بنا پر بعض علماء نے کافر کہا ہے۔ اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے موجودہ امام نجدی عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ صرف وہی مسلمان ہیں ان کے علاوہ سب مشرک ہیں جیسا کہ علامہ شامی قدس سرہ العزیز نے "ردالمحتار" جلد سوم ص ۳۳۹ر پر فرمایا: کما وقع فی زماننا فی أتباع عبد الوهاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین و کانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا أنهم هم المسلمون و أن من خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلک قتل أهل السنة وقتل علمائهم حتی کسر الله تعالی شوکتهم و خرب بلادهم وظفر بهم عساکر المسلمین عام ثلاث وثلاثین ومائتین والف یعنی جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے ماننے والوں کا واقعہ ہوا کہ یہ لوگ نجد سے نکلے اور مکہ و مدینہ شریف پر غلبہ کرلیا اپنے کو حنبلی مذہب کی طرف منسوب کرتے تھے۔ لیکن

ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف ہم ہی مسلمان ہیں اور جو ہمارے عقیدے کے خلاف ہیں وہ مشرک ہیں۔اس لئے انہوں نے اہل سنت والجماعت کا قتل جائز سمجھا اوران کے علماء کوقتل کیا یہاں تک کہ اللہ نے وہابیوں کی شوکت توڑی اوران کے شہروں کو ویران کر دیا۔اور اسلامی لشکروں کوان پر فتح دی، یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ میں ہوالہذا اگر وہ نجدی امام انہیں عقائد کا معتقد ہے تواس کا بھی وہی حکم ہے اوراسکے پیچھے نماز جائز نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) کوئی حلال جانور خواہ کسی کے طرف منسوب کر کے پالا گیا۔مثلاً غوث پاک کی گائے، یا غوث پاک کا مرغا وہ حلال ہے۔قربانی، عقیقہ ونذر ونیاز وغیرہ میں ذبح کیا جاسکتا ہے اگر ذابح کوئی مسلمان ہواور بوقت ذبح باتکبیر ذبح کیا ہوفقط جانور کوکسی کے جانب منسوب کر دینے کی وجہ سے حرام نہیں ہو جائے گا ہاں اگر بوقت ذبح منسوب الیہ کا نام لیکر ذبح کیا گیا بسم اللہ اللہ اکبر سے ذبح نہ کیا گیا ہو مثلاً غوث پاک کا نام لیا اور ذبح کر دیا تو وہ جانور مردار ہے اس کا کھانا حرام ہے قال اللہ تعالیٰ: وما اھل به لغير الله اوردوسری جگہ ارشاد ہے: ولا تأكلو مما لم يذكر اسم الله عليه اورحضور علیہ الصلاۃ والسلام ارشادفرماتے ہیں: من ذبح لضيفه ذبيحة كانت فداه النار یعنی جواپنے مہمان کیلئے جانور ذبح کرے وہ ذبیحہ فدیہ ہو جائے گا آتش دوزخ سے دیکھئے اس حدیث میں ذبیحہ کی نسبت مہمان کی طرف ہے تو اگر کوئی غوث پاک کا مرغا پالے یا گائے پالے تو کیوں ناجائز ہوگا۔اگر ناجائز ہوتا تو سرکار علیہ السلام ذبیحہ کومہمان کی طرف کیسے منسوب فرماتے، ہاں یہ بات اوپر ثابت کرآئے ہیں کہ اگر جانور کومنسوب الیہ کا نام لیکر ذبح کر دے تو ضرور حرام ہوگا اوراگر بوقت ذبح باتکبیر یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا گیا تو وہ حلال ہے خواہ جانور کسی کے طرف منسوب ہو''ردالمحتار'' میں ہے: اعلم ان المدار على القصد عند ابتداء الذبح واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) رسول اللہ ﷺ غوث پاک، خواجہ واولیاء وعلماء کے توسل سے بھیک مانگنا جائز ہے غوث پاک

کی بھیک یا خواجہ کی بھیک کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سائل ان کا واسطہ لیکر سوال کرتا ہے مثلاً غوث پاک کے صدقے دیدو نہ کہ غیر اللہ سے مانگتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) زید کا یہ قول کہ وہ (یعنی حضور علیہ السلام) کوئی انوکھے رسول نہیں، حضور ﷺ دیکھنے میں ہم تم جیسا آدمی ہے، حضور تمہارے کسی برے بھلے کے مالک نہیں، حضور یہ نہیں جانتے کہ قیامت میں جو ہمارے تمہارے ساتھ کیا جائے گا، اور حضور کو یہ نہیں معلوم کہ انبیاء علیہم السلام سے لغزشیں واقع ہوئیں ہیں، اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے اور یہ کہ اللہ نے فرمایا کہ جس دھیان میں مروگے اسی میں حشر ہوگا اگر شیطان کو برا کہتے کہتے مر گئے تو شیطان کے ساتھ حشر ہوگا اور اگر کسی کافر کو برا کہتے کہتے جان نکل گئی تو اسی کے ساتھ حشر ہوگا غلط و باطل اور سخت جرأت و بے باک ہے اور شان رسالت ﷺ میں توہین ہے لہٰذا زید کافر و مرتد ہے سیدنا قاضی ابو یوسف علیہ الرحمہ ''کتاب الخراج'' میں فرماتے ہیں: ایما رجل مسلم سب رسول الله عليه وسلم او كذبه او عابه او تنقيصه فقد كفر بالله تعالىٰ بان منه أمراته یعنی جو شخص مسلمان ہو کر حضور ﷺ کو دشنام (گالی) دے یا حضور کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے یا کسی وجہ سے حضور کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر اور خدا کا منکر ہوگیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی اور ایسوں ہی کے بابت حدیث میں فرمایا گیا: ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم وان لقيمتوهم فلا تسلموا عليهم ولا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا توأكلوهم ولا تناكحوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم یعنی بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر وہ مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہو۔ ان سے ملاقات ہو تو ان سے سلام نہ کرو۔ ان کے پاس نہ بیٹھو ان کے ساتھ پانی نہ پیو ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو۔ ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو۔ ان کے ساتھ

ملکر نماز نہ پڑھو لہٰذا مسلمانوں کو ان سے ترک تعلق کا حکم ہے۔ اگر ان کی اولادوں کا بھی وہی عقیدہ ہے جو زید کا ہے تو ان کا بھی یہی حکم ہے علمائے اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرے وہ کافر مرتد خارج از اسلام ہے "ردالمحتار" و "درمختار" میں ہے: اجمع المسلمون ان شاتمه كافر وحكمه القتل ومن شك في عذابه وكفره كفر اور تفصیل کیلئے "حسام الحرمین" دیکھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) ایسے کے یہاں شادی بیاہ نہ کرنے اور کسی تقریب میں شرکت نہ کرنے کا حکم تھا لہٰذا جنہوں نے ان کے یہاں شادی کی یا تقریبات میں شرکت کیا ان پر توبہ واستغفار لازم ہے اگر توبہ و استغفار نہ کریں تو مسلمانوں کو ان سے بھی ترک تعلق کا حکم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) حدیث شریف میں ہے: من تشبه بقوم فهو منهم یعنی جو کسی قوم سے تشبہ کرے وہ انہیں میں سے ہے لہٰذا مسلمانوں کو ایسی کمیٹیوں میں شریک نہ ہونے کا حکم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد یونس رضا الاویسی الرضوی — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف — قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ

(۱) اگر روزے دار کو سانپ، بچھو بھڑ وغیرہ ڈنک مار دے تو کیا اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا؟

(۲) اگر جسم میں کہیں زخم ہو اور اس زخم میں سے خون یا پیپ وغیرہ نکل پڑے تو کیا اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا؟

(۳) کیا نامرد مسجد میں اعتکاف میں بیٹھ سکتا ہے؟

(۴) اعتکاف میں بیٹھنے والے شخص کے والدین میں سے یا بھائی کا انتقال ہو جائے تو کیا وہ ان کی نماز جنازہ میں شامل ہو سکتا ہے؟

(۵) اعتکاف کی حالت میں گرمی کی وجہ سے یا جمعہ کا غسل کرنے سے کیا اعتکاف فاسد ہو جائے گا؟

جوابات تفصیلاً بحوالہ دیے جائیں:-

المستفتی: نعیم احمد شیخ القادری الرضوی

نزد میمن مسجد چاکی پاڑہ شہداد پور ضلع سانگھر سندھ

الجواب بتوفیق العزیز الوہاب:- فساد صوم کے بابت قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ دوا یا غذا کا معدہ یا دماغ میں کسی منفذ کے ذریعہ داخل ہونا مفسد صوم ہے مسام کے ذریعہ کسی چیز کا داخل بدن ہونا مفسد صوم نہیں ہے "بدائع الصنائع" ۲/۹۳ر پر ہے: وما وصل الی الجوف او الی الدماغ من المخارق الاصلیة کالانف والاذن والدبر بان استعط او احتقن او اقطر فی اذنه فوصل الی الجوف او الی الدماغ فسد صومه اما اذا وصل الی الجوف فلا شک فیه لوجود الاکل من حیث الصورة وکذا اذا وصل الی الدماغ لانه له منفذا الی الجوف فکان بمنزلة زاویة من زوایا الجوف. اسلئے جوشئ بذریعہ مسام بدن میں داخل ہو یا اس کا اثر بدن میں پایا جائے تو وہ مفسد صوم نہیں "عالمگیری" ۱/۲۰۳ر میں ہے اور اس کے بابت متعدد جزئیات فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں: وما یدخل من مسام البدن من الدهن لا یفطر هکذا فی شرح المجمع. ومن اغتسل فی ماء وجد برده فی باطنه لا یفطر هکذا فی نهر الفائق ولو اقطر شیئا من الدواء فی عینه لا یفطر صومه عندنا وان وجد طعمه فی حلقه واذا بزق فرای اثر الکحل ولونه فی بزاقه عامة المشائخ علی انه لا یفسد صومه هکذا فی الذخیرة اور "ردالمحتار" ۲/۱۰۶ر میں ہے: قال فی النهر لان الموجود فی حلقه اثر داخل من المسام الذی هو خلل البدن والمفطر انما هو الداخل من المنافذ للاتفاق علی ان من اغتسل فی ماء فوجد

بردہ فی باطنہ أنہ لا یفطر ان جزئیات سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر بچھو، سانپ یا دیگر زہریلے جانور کسی روزہ دار کو ڈنک مار دے تو اس کا روزہ نہیں جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) روزہ فاسد نہیں ہوگا کہ فساد صوم کی صورت وہی ہے جو سوال نمبر ا میں گزری کہ دوا یا غذا کا معدہ یا دماغ میں کسی منفذ کے ذریعہ داخل ہونا مفسد ہے بدن سے لہو یا پیپ کا نکلنا مفسد صوم نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) نامرد کا اعتکاف میں بیٹھنا جائز ہے ''درمختار'' میں ہے: وھل یصح من الخنثیٰ فی بیتہ لم آرہ والظاھر لاحتمال ذکوریتہ ج ب خنثیٰ کا مسجد میں معتکف ہونا جائز ہے تو نامرد کے معتکف ہونے میں کیا ممانعت ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اعتکاف تین قسم ہے **اول** واجب بالنذر **دوم** سنت موکدہ رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں **سوم** مستحب جو ان دونوں کے سوا ہیں ''عالمگیری'' ۱/۲۱۱/ پر ہے: وینقسم الی واجب وھو المنذور تنجیزا او تعلیقا والی سنۃ مؤکدۃ وھو فی العشر الاخیر من رمضان والی مستحب وھو ما سواھما ھکذا فی فتح القدیر اور ''طحطاوی علی مراقی الفلاح''/ ۴۲۲/ پر ہے: والاعتکاف المطلوب شرعا علی ثلاثۃ اقسام واجب فی المنذور تنجیزا او تعلیقا و سنۃ کفایۃ مؤکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان والقسم الثالث مستحب فیما سواہ ای فی ای وقت شاء سوی العشر الاخیرولم یکن منذوراً انتھی ملتقطا اور شامی ۲/ پر ہے: وھو (الاعتکاف) ثلاثۃ اقسام واجب بالنذر بلسانہ و با لشروع وبالتعلیق ذکرہ ابن الکمال و سنۃ مؤکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان مستحب فی غیرہ من الازمنۃ ھو بمعنی غیر الموکدۃ انتھی ملتقطا اعتکاف مستحب ہو تو معتکف جب چاہے نکل سکتا ہے اس کی قضا نہیں ہے اور اعتکاف بالنذر ہو اور معتکف نے نذر

مانتے وقت یہ شرط لگائی ہو کہ عیادت مریض یا جنازہ کی نماز یا مجلس علم میں حاضری کیلئے نکلوں گا تو وہ نکل سکتا ہے اعتکاف فاسد نہ ہوگا ''درمختار'' ۲/ ۴۴۸ ر پر ہے: لو شرط وقت النذر ان یخرج لعیادة مریض و صلاة جنازة و حضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ وایضاً هکذا فی الطحطاوی (٤٢٣) اور ''عالمگیری'' ۱/۲۱۲ر میں ہے: ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادة المریض و صلاة الجنازة وحضور مجلس العلم ویجوز له ذلک کذا فی التتارخانیه ناقلا عن الحجة اور اگر اعتکاف سنت موکدہ یا اعتکاف بالنذر بلا شرط ہو تو اگر معتکف جنازہ والدین وغیرہ کیلئے نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا ''عالمگیری'' میں ہے: ولو خرج لجنازة یفسد اعتکافه و کذا صلاتها ولو تعینت علیه او لانجاء الغریق او الحریق او الجهاد اذا کان النفیر عاما او لاداء الشهادة هکذا فی التبین اور عالمگیری میں ہے: هذا کله فی الاعتکاف الواجب اما فی النفل فلا باس بان یخرج بعذروغیره فی ظاهر الروایة وفی التحفة لاباس فیه بان یعود المریض و یشهد الجنازة کذافی شرح النقایة للشیخ ابی المکارم ہاں فقہائے کرام نے اس کی ایک صورت رکھی ہے اگر ایسی مجبوری ہو تو اعتکاف توڑ دے اور صرف اس دن کی قضا کرے ''ردالمحتار'' ۲/ ۴۴۷ ر میں ہے: اما التطوع لو قطعه قبل تمام الیوم فلا الا فی روایة الحسن کما مر، ویقضی المنذور مع الصوم غیر انه لوکان شهرا معینا یقضي قدر مافسد والا استقبله لانه لزمه متتابعا ولا فرق بین فساده بصنعه بلا عذر کالجماع مثلا الا الردة او لعذر کخروجه لمرض او بغیر صنعه اصلا کحیض وجنون واغماء طویل واما حکمه اذا فات عن وقته المعین، فان فات بعضه قضاه لا غیر ولا ی الاستقبال او کله قضی الکل متتابعا فان قدر ولم یقض حتی مات اوصی

لکل یوم بطعام مسکین،وان قدر علی البعض فکذا لک ان کان صحیحا وقت النذر والا فان صح یوما فعلی الا ختلاف المار فی الصوم والا فلا شئ علیه بدائع ملخصاً اسی عبارت کی روشنی میں حضور صدرالشریعہ ''بہار شریعت'' حصہ پنجم صفحہ ۱۵۵ر میں تحریر فرماتے ہیں مسئلہ: اعتکاف نفل اگر چھوڑ دے تو اس کی قضا نہیں کہ وہیں تک ختم ہوگیا اور اعتکاف مسنون کہ رمضان کی پچھلی دس تاریخوں تک کیلئے بیٹھا تھا اسے توڑا تو جس دن توڑا فقط اس ایک دن کی قضا کرے پورے دس دنوں کی قضا واجب نہیں اور منت کا اعتکاف توڑا تو اگر کسی معین مہینہ کی منت تھی تو باقی دنوں کی قضا کرے ورنہ اگر علی الاتصال واجب ہوا تھا تو سرے سے اعتکاف اور اگر علی الاتصال واجب نہ تھا تو باقی کا اعتکاف کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) معتکف کا مسجد سے عمداً یا سہواً نکلنا خواہ ایک ساعت کے لئے مفسد اعتکاف ہے جبکہ کوئی عذر نہ ہو ''عالمگیری'' ۱/۲۱۲ر میں ہے: فمنها الخروج من المسجد فلا یخرج المعتکف من معتکفه لیلا و نهارا الابعذر وان خرج من غیر عذر ساعة فسد اعتکافه فی قول ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ کذا فی المحیط سواء کان الخروج عامداً اوناسیا هکذا فی فتاویٰ قاضی خان اور عذر تین صورتوں میں متحقق ہوتا ہے (۱) حاجت شرعیہ (۲) حاجت طبعیہ (۳) ضروریہ ''طحطاوی علی المراقی'' ۴/۲۲۳ر میں ہے: ولا یخرج منه الا لحاجة شرعیة کالجمعة (وغیرها) اوحاجة طبیعة کالبول والغائط وازالة نجاسة واغتسال من جنابة باحتلام لانه علیه السلام کان لا یخرج من معتکفه الالحاجة الانسان او حاجة وضروریة کانهدام المسجد و اداءِ شهادة تعینت علیه الخ ملتقطا۔ معتکف مسجد سے جمعہ عیدین کیلئے یا پیشاب و پاخانہ یا نجاست دور کرنے یا غسل جنابت کرنے یا مسجد کے منہدم ہونے پر مسجد سے نکل سکتا ہے پھر بھی محتلم

معتکف مسجد سے اسی وقت نکل سکتا ہے جبکہ مسجد میں غسل ممکن نہ ہو"عالمگیری"۱/۲۱۳ میں ہے:ثم ان امکنــه الاغتســال فـی الـمـسـجـد مـن غیر ان یتلوث المسجد فلا باس بـه والافیـخـرج و یـغتسل و یعود الی المسجد ولو توضا فی المسجد فی اناء فهو علـی هـذا التفصیل هکذا فی البدائع و فتاویٰ قاضی خان اور"درمختار۲/۴۴۵ میں ہے: الـخـروج الا لـحـاجة الانسـان طبیعة کبـول اوغائط و غسل لواحتلم ولا یـمکنه الاغتسال فی المسجد کذافی النهر فقہاء کی مذکورہ عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اگر محتلم معتکف کا مسجد ہی میں غسل ممکن ہوتو مسجد کو آلودہ کیے بغیر مسجد ہی میں طہارت حاصل کرلے ورنہ غسل کیلئے نکل سکتا ہے تو جب جنابت سے پاکی کیلئے فقہاء نے اتنی احتیاط کے ساتھ معتکف کو غسل کا حکم دیا تو محض گرمی یا جمعہ کے دن غسل کیلئے مسجد سے نکلنا کیونکر جائز ہوگا ہاں فقہاء صرف اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ اگر معتکف سر کو مسجد سے باہر کرلے اور اسے دھوئے تو اس میں کوئی حرج نہیں"عالمگیری"۱/۲۱۳ میں ہے:ولا بـاس ان یـخـرج راسـه الـی بعض اهله لیـغسله کذا فی التتار خانیة امام اہلسنت اعلیحضرت قدس سرہ"فتاویٰ رضویہ"۱/۶۳۹ میں فرماتے ہیں کہ:مسجد میں غسل کرنا تین صورتوں میں جائز ہے ان میں ایک صورت یہ ہے کہ مسجد میں غسل کا پانی یا چھینٹا نہ گرے تو مسجد میں غسل کرسکتا ہے پس اگر معتکف مسجد میں گرمی کی وجہ سے یا جمعہ کیلئے غسل کرنا چاہے تو مسجد کے فرش پر لحاف یا گدا یا واٹر پروف کپڑا اپنے نیچے رکھ لے اور غسل کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد یونس رضا الاویسی الرضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی ۲۵ رشعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

شہر جنیر ضلع پونہ میں بفضلہ تعالیٰ تقریباً بارہ سے پندرہ ہزار کی مسلم سنی صحیح العقیدہ آبادی پر مشتمل ہے جس میں کچھ لوگ صراحۃ ومطلقاً مسلک اعلیٰ حضرت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مسلک اعلیٰ حضرت پانچواں مسلک کہاں سے آیا لہٰذا اس کا ماننا ضروری نہیں اور انہیں میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت پر عمل اور اس کا ماننا ضروری ولازمی ہے کیوں کہ یہ ہماری سنیت کی شناخت ہے۔ اس قسم کی باتوں کولیکر دونوں فریقین جھگڑے میں الجھے ہوئے ہیں اس لئے آپ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ برائے کرم ازروئے شرع اس بات کی وضاحت فرمائیں کہ کس کی بات صحیح ودرست ہے؟

(۲) مسلک اعلیٰ حضرت کیا ہے؟ اور مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کہنا کیسا ہے؟ مدلل ومفصل جواب عنایت فرما کر مطمئن فرمائیں نوازش ہوگی۔

سائلین: محمد نواب کریم شیخ، عبدالجبار

جنیر ضلع پونہ مہاراشٹرا انڈیا

الجواب:۔ مسلک اعلیٰ حضرت بعینہ مذہب اہل سنت وجماعت ہے اہل سنت وجماعت کی صحیح تصویر ہے جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ القوی نے فرمائی ہے لہٰذا مسلک اعلیٰ حضرت کا انکار درحقیقت مذہب اہل سنت وجماعت کا انکار ہے اور مذہب یقیناً چار ہی ہیں مذہب حنفی و مذہب مالکی ومذہب شافعی ومذہب حنبلی ان مذاہب اربعہ کو مذہب کہا گیا ہے اگرچہ مذہب ومسلک ترادف کے طور پر بھی مستعمل ہوا ہے مگر ائمہ اربعہ کے مذاہب کو مذہب ہی کہا جاتا ہے جو لوگ مسلک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے لفظ سے چڑھتے ہیں وہ مسلک کے لفظ کو وسعت دیکر ائمہ اربعہ

کے مذاہب کو مسلک سے تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''رسالہ انصاف'' میں فرماتے ہیں: **بعد المأتین ظهر بینهم التمذهب للمجتهدین الخ** دوصدی کے بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو ایک امام معین کے مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو اسی طرح عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی نے ائمۂ اربعہ کے مذاہب کو مذہب ہی سے تعبیر کیا ہے مسلک سے تعبیر نہیں کیا ہے امام غزالی قدس سرہ کیمیائے سعادت میں فرماتے ہیں: مخالف صاحب مذہب خود کردن نزد ہیچ کس روانہ باشد ''تفسیر مظہری'' میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: **اهل السنة قد افترقت بعد القرون الثلاثة او الاربعة على اربعة مذاهب لم يبق فى الفروع سوى هذه المذاهب الاربعة** اہل سنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذہب پر منقسم ہوگئے اور فروع میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب نہ رہا اسی طرح دوسرے علماء کرام نے فرمایا ہے تو اسے مسلک سے تعبیر کرنا غلط ہے ان لوگوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت نہ کہا جائے مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریح و تحقیق صحیح طور سے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و جماعت نے فرمائی ہے ورنہ وہابی دیوبندی تقلید کا لبادہ اوڑھ کر امام اعظم کے فرمودات کی بیخ کنی کر رہے ہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی واحد ذات ہے جس نے عقائد و مسائل اہل سنت کی تائید و توثیق دلائل شرعیہ سے کی ہے اور گمراہوں بددینوں کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تشریح و تصریح کردہ مسائل سے عیاں ہے اور جو لوگ کہتے ہیں یوں مسلک اعلیٰ حضرت کہنا، اس پر عمل کرنا اس کا ماننا ضروری ہے ان کا قول درست ہے کیوں کہ مسلک اعلیٰ حضرت بعینہ مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مسلک اعلیٰ حضرت بعینہ مذہب امام اعظم ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کہنا بالکل درست ہے کیوں کہ حقیقتاً یہ مذہب اہل سنت و جماعت زندہ باد کہنا ہے جو کہ اہل سنت و جماعت کا

نعرہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم　　　　　کتبہ محمد یونس رضا اویسی رضوی

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ　مرکزی دارالافتاء،۸۲، سوداگران بریلی شریف

۲۸؍ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ

صح الجواب والمولیٰ تعالیٰ اعلم　مذہب حنفی کی تائید وتوثیق کی بناپر علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اگر اعلیٰ حضرت قدس سرہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہوتے تو آپ ان کو اپنے شاگردوں میں شامل کر لیتے واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

کیافرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) زید ایک مسجد کا خطیب وامام ہے زید نے تقریر کے اندر کہا ہے کہ قرآن میں بہت کم انبیاء کرام کے نام ذکر ہیں تو بکر نے کہا قرآن میں حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام کا نام آیا ہے تو مولانا صاحب کا کہنا ہے کہ قرآن میں حضرت یوسف علیہ السلام کا نام آیا ہے اور حضرت ایوب علیہ السلام کا نام نہیں آیا ہے۔ تو بکر نے کہا ان کا نام بھی آیا ہے تو مولانا صاحب خاموش ہو گئے جواب نہ دے سکے جس پر بکر کی پارٹی کا کہنا ہے مولانا لائق امامت نہیں ہیں بکر کی خلاف پارٹی کا کہنا ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ ایک ہی وقت سب کچھ یاد رہے مولانا صاحب نے مہلت بھی مانگی مگر بکر چلاتا رہا۔

(۲) کتنے انبیاء کرام کے اسمائے گرامی کلام مجید میں ہیں؟

(۳) جن انبیاء کرام کے اسمائے پاک قرآن میں نہیں آئے ہیں ان انبیاء کرام کی تعداد کتنی ہے اور ان پر امت محمدی کو کیا عقیدہ رکھنا چاہئے؟

(۴) کیا سبھی گزشتہ انبیاء کرام ورسولان عظام نبی آخر الزماں ﷺ کے امتی ہیں۔ زید کا کہنا ہے کہ سبھی انبیاء کرام نبی آخر الزماں ﷺ کے امتی ہیں مگر بکر کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام امتی نہ تھے مگر امتی بنکر تشریف لائیں گے۔

(۵) کہیں عقیدہ وایمان نہ خراب ہو جائے مفتی صاحب کہ انبیاء کرام کے ماں کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہیں مولانا صاحب نے تقریر میں سیدہ مریم وابنہا علیہما السلام کے فضائل بیان کر رہے تھے تو انہوں نے کہا سیدہ عفیفہ باکرہ تھی اور باکرہ ہی بروز حشر اٹھائی جائیگی مگر بکر کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدائش کے بعد باکرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا مولانا صاحب آپ توبہ کر لیں مفتی صاحب گاؤں میں بڑا اختلاف ہے لہٰذا جلد حل فرما کر جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد طیب رضا

بیڑا کالونی دھنسار ضلع دھنباد جھارکھنڈ

الجواب بعون الملک الوھاب:- اللہ عزوجل نے مخلوق کی رہنمائی کے لئے بہت سے انبیاء کرام کو دنیا میں مبعوث فرمایا جن میں بعض ہی انبیاء کرام کے اسمائے طیبہ قرآن مجید میں آئے ہیں :ولقد ارسلنا رسلا من قبلک منهم من قصصنا علیک و منهم من لم نقصص علیک وما کان لرسل ان یا تی بایة الاباذن الله فاذ اجاء امر الله قضی بالحق و خسر هنالک المبطلون (سورۂ مومن پ۲۴/آیت ۷۸) اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول بھیجے کہ جن میں کسی کا احوال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا احوال نہ بیان فرمایا اور کسی رسول کو نہیں پہونچتا کہ کوئی نشانی لے آئے بے حکم خدا کے پھر جب اللہ کا حکم آئیگا سچا فیصلہ فرما دیا جائیگا اور باطل والوں کا وہاں خسارہ۔ انہیں میں حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام ہیں اور امامت کے لئے مسائل طہارت ونماز کا جاننا اور قرآن صحیح پڑھنا وباشرع ہونا شرط ہے نہ کہ

تمام علوم کا جاننا لہٰذا اس بنا پر اس کے پیچھے نماز نا جائز نہ ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جن انبیاء کرام کے اسمائے طیبہ طاہرہ بالتصریح قرآن مجید میں ہیں وہ یہ ہیں:۔حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت الیسع علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت ذوالکفل علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام، حضور سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اور باقی انبیاء کرام کے اسماء طیبہ کلام مجید میں نہیں ہیں اور انبیاء کرام کی کوئی مقدار معین کرنا جائز نہیں کہ خبریں اس باب میں مختلف ہیں اور مقدار معین پر ایمان رکھنے میں نبی کو نبوت سے خارج ماننے غیر نبی کو نبی جاننے کا احتمال ہے اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں اور ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور دوسری روایت میں دولاکھ چوبیس ہزار ہیں نبراس صفحہ ۲۸۱ ر پر ہے: عن ابی امامة قال قال ابو ذر قلت یا رسول اللہ کم وفاء عدة الانبیاء قال مائة الف و اربعة وعشرون الفا وفی روایة مائتا الف والف أربعة و عشرون الف والاولی ان لا یقتصر علی عدد التسمیة لہٰذا یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر نبی و رسول علیہم الصلوٰۃ پر ہمارا ایمان ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) زید کا قول صحیح و درست ہے کہ سبھی انبیاء کرام اور رسولان عظام حضور اکرم ﷺ کے امتی ہیں حضور اکرم رسول معظم ﷺ نبی الانبیاء ہیں اور جملہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام حضور کے امتی، سبھی

انبیاء کرام نے اپنے اپنے عہد کریم میں حضور کی نیابت میں کام کیا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: واذ اخذ الله میثاق النبین لما اتینکم من کتب و حکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن به ولتنصرنه قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقرر ماقال فاشهدوا وانا معکم من الشهدین (سورۃ آلِ عمران پ۳/آیت ۸۱) ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے انکا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کے تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اسی پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں، اس لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی امتی تھے تو یہ کہنا کہ تھے نہیں؟ صحیح نہیں ہے ہاں آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے تو بھی امتی ہوں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) بکر کا سوال غلط و باطل ہے اور زید کا قول حق و صحیح ہے سیدنا عیسیٰ کلیم الله وعلیٰ نبینا الکریم و علیه الصلاة والتسلیم کی ولادت کے بعد بھی بتول طیبہ طاہرہ سیدتنا مریم علیٰ ابنہا وعلیہا السلام بکر تھیں بکر ہی رہیں اور بکر ہی اٹھیں گی اور بکر ہی جنت میں داخل ہوں گی یہاں تک کہ حضور پرنور سید المرسلین ﷺ کے نکاح اقدس سے مشرف ہوں گی ان شان کریم لم یمسنی بشر ولم اك بغیا اور فتاویٰ ظہیریہ اور ''ردالمحتار'' میں ہے: البکر اسم لامراة لم تجامع بنکاح ولا غیره باکرہ اس عورت کو کہتے ہیں جس سے بلا نکاح یا بہ نکاح صحبت نہ کی گئی ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم	کتبہ محمد یونس رضا اویسی رضوی
فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ	مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف
الاجوبۃ صحیحۃ واللہ تعالیٰ اعلم	۱۱ جمادی الاول ۱۴۲۰ھ

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی　　　　صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

محمد مظفر حسین قادری رضوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہماری برادری میں بعض لوگ رسم ورواج چلے آرہے ہیں اور دن بدن اس میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اوراس سے بہت سی پریشانیاں بڑھتی جارہی ہیں خاص طور پر درج ذیل باتیں: بڑا کرم ہوگا کہ از روئے شریعت بتائیں کہ ان میں کیا ٹھیک ہیں کیا غلط اور اگر غلط ہیں تو اصلاح کی کیا صورت ہے یہ برادری کا عوامی مسئلہ ہے اسلئے تفصیل سے لکھا جارہا ہے۔

(۱) برادری کے رسم ورواج کے مطابق کسی فرد کے انتقال کی خبر پوری برادری میں دی جاتی ہے خبر سنکر مرد وعورتیں جمع ہونا شروع ہوجاتے ہیں قریب رشتہ دار کی عورتیں گھر کے قریب آتے ہی زور سے رونا شروع کردیتی ہیں اور گھر میں موجود عورتیں زور زور سے رونے لگتی ہیں اور یہ رونے کا عمل رسم بن گیا ہے چہلم تک چلتا ہی رہتا ہے جب بھی کوئی رشتہ کی عورت گھر میں آئے گی تو وہ روتے ہوئے ہی گھر میں داخل ہوگی باآواز بلند عورتوں کا میت کیلئے رونا اس کا کیا حکم ہے تفصیل سے سمجھائیں۔

(۲) جنازہ اٹھانے سے قبل اگر میت مرد ہے تو مرحوم کے سسرال کے لوگ بیوہ کے سر پر اوڑھنی ڈال کر بیوگی کی رسم ادا کرتے ہیں بیوہ ہونا تو نظام قدرت ہے تو کیا یہ رسم دین میں مداخلت نہیں؟ دوسری ایک رسم یہ ہے کہ مرحوم کے لڑکوں کے سسرال کے لوگ اظہار تعزیت میں اوڑھنی لاتے ہیں جسے مرحوم کے گھر والے غریبوں کو دیتے ہیں کیا یہ تعزیت کا طریقہ غلط نہیں؟

(۳) اگر میت عورت کی ہے تو عورت کو کفنانے کے بعد اس پر گھر کی اوڑھنی ڈالی جاتی ہے اور مرحومہ کے سسرال کی بھی اوڑھنی ڈالی جاتی ہے کفنانے کے بعد کسی اور کپڑے کا کفن پر ڈالنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۴) میت کودفنانے کے بعد سب لوگ گھر آتے ہیں اور فاتحہ پڑھی جاتی ہے کیا یہ عمل درست ہے ؟ اسکے بعد رشتہ دار کے گھر سے آیا ہوا کھانا مرحوم کے گھر کے لوگوں کو کھلایا جاتا ہے اس میں گاؤں کے بھی لوگ سوگوار کے ساتھ کھانے بیٹھ جاتے ہیں جس کی وجہ سے کھانا لانے والے کو زیادہ کھانا لانا پڑتا ہے تمام لوگوں کے کھانے میں شریک ہونا کیا یہ عمل درست ہے؟

(۵) دوسرے ہی دن تیجہ کی فاتحہ ہوتی ہے اس میں رسم کے مطابق ساڑھے بارہ کلو یا پندرہ کلو بھنے ہوئے چنے پر کلمہ پڑھا جاتا ہے اور قرآن بھی پڑھا جاتا ہے ایسا سمجھا جاتا ہے کی چنا پر سوا لاکھ کلمہ پڑھا گیا تو مرحوم کی مغفرت میں آسانی ہوگی چنا پر کلمہ پڑھنے کے بعد اس کو ایک جگہ جمع کر کے اس میں شیرینی ملائی جاتی ہے اور گھر میں پکایا ہوا گوشت اس چنے کے ڈھیر پر رکھ کر فاتحہ پڑھی جاتی ہے کیا یہ فاتحہ کا عمل درست ہے؟ اور کیا فاتحہ کیلئے چنا ہی ضروری ہے؟ اس کے بعد مردوں وعورتوں میں اس چنا کو تقسیم کر دیا جاتا ہے کیا اس کلمہ پڑھے ہوئے چنے کو صاحب نصاب کا کھانا درست ہے اس کے بعد قوم کے سردار ایک کپڑا لیکر کسی ایک آدمی کو اجازت دیتے ہیں کہ مرحوم کے گھر کے لوگوں کو کام دو یعنی اس کپڑے میں ہاتھ لگواؤ کپڑے میں ہاتھ لگانے کے عمل کو کام دینا کہتے ہیں کام یعنی روزی کا راستہ کھولنا اور روزی دینے والا تو اللہ ہے کیا یہ شرک نہیں؟

(٦) مرحوم کے گھر والے چار سے دس دن کے درمیان دسویں کے نام سے فاتحہ کی رسم منعقد کرتے ہیں اس میں خاندان کے لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے اور گوشت روٹی اور حلوہ بنایا جاتا ہے اور مدرسہ کے بچوں سے قرآن پڑھایا جاتا ہے اور گھر کے لوگوں نے جو قرآن تسبیح کلمہ وغیرہ پڑھا مرحوم کو بخشوایا جاتا ہے حلوہ سامنے رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھی جاتی ہے اس کے بعد مدرسے کے بچوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے غور طلب بات یہ ہے کہ مدرسہ کے بچوں میں یتیم بچے بھی ہوتے ہیں اور بعض مالدار جن کے والدین صاحب نصاب ہیں اور اپنے بچوں کو پیسہ دیکر مدرسون میں پڑھواتے ہیں وہ

بچے بھی مرحوم کا کھانا کھاتے ہیں اور مولانا صاحب خود بھی کھاتے ہیں اور اگر مدرسہ کے صاحب نصاب کے بچے کھا سکتے ہیں تو اس کی صورت ظاہر کریں اور رشتہ دار جو خاندان کے باہر کے ہیں وہ کیوں نہیں کھا سکتے خلاصہ کریں اسی طرح دس سے بیس دنوں کے درمیان ایک اور رسم بیسویں کے نام سے ادا کی جاتی ہے۔

(۷) دسویں اور بیسویں کے درمیانی دنوں میں قوم کے لوگوں کو جمع کر کے چہلم کا خط لکھنے کی درخواسط کی جاتی ہے برادری کے لوگ تاریخ مقرر کرتے ہیں اور ایک خط حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے نام مرحوم کیلئے دعائے مغفرت کا لکھا جاتا ہے اور وہ خط کوئیں میں ڈال دیا جاتا ہے یا ندی میں بہا دیا جاتا ہے شرعی طور پر یہ طریقہ کیسا ہے؟

(۸) چہلم کی مقررہ تاریخ آتی ہے اور کھانے کا بندوبست ہوتا ہے مدرسوں کے بچوں سے قرآن پاک پڑھایا جاتا ہے اور جو کھانا بنایا گیا ہے اس پر فاتحہ پڑھی جاتی ہے اس کے بعد مدرسے کے بچوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے جہاں مدرسہ نہ ہو یا مرحوم کے گھر کے لوگ مدرسہ کے بچوں کو نہ بلائیں تو فاتحہ پڑھنے کے بعد پوری برادری کے لوگ کھانا کھاتے ہیں کیا یہ مرحوم کے نام کا کھانا صاحب نصاب رشتہ دار دور کے ہوں یا قریب کے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں کیا برائی ہے ظاہر کریں اور مرحوم کے نام کا کھانا صدقہ ہے یا فی سبیل اللہ یا کسی اور نام سے یاد کیا جاتا ہے از روئے شرع اس کھانے کا حقدار کون ہے؟ تفصیل سے بتائیں۔

کھانے کے رسم کے درمیان ایک گڑھے کی رسم ادا کی جاتی ہے اس میں پہلے دس بیس پیسے لوگوں سے جمع کیا جاتا ہے اور لوٹے میں ڈال دیا جاتا ہے ایک گلاس ایک تھالی اس میں دو روٹی گھی شکر اور سبزی لیکر فاتحہ پڑھی جاتی ہے فاتحہ کے بعد مولانا صاحب کو کرتا پائجامہ اور جوتا اور فاتحہ کے برتن اور نصف کھانا دے دیا جاتا ہے اور نصف رکھ لیا جاتا ہے اور جب مولانا صاحب جانے

لگتے ہیں تو عورتیں رونے لگتی ہیں کہ آج مرحوم کی روح گھر سے چلی گئی اس گڑھے کی رسم کی شرعی حیثیت کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ کھانا کھانے سے پوری برادری کے لوگ فارغ ہونے کے بعد ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور دس بیس پیسہ سب لوگوں سے جمع کیا جاتا ہے اور ایک زیارت کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ جمع پیسہ سے آدھا پیسہ مرحوم کے گھر کے فرد کو دیکر ایک پگڑی لی جاتی ہے جو پنچوں یعنی سرداروں کی پگڑی کہلاتی ہے اور وہ مرحوم کے بڑے لڑکے کو باندھی جاتی ہے اور اس کے بعد سب لڑکوں کی سسرال سے آئی ہوئی پگڑی باندھی جاتی ہے اس عمل کی کیا حقیقت ہے؟ کیا یہ عمل درست ہے اور اسلام میں ثابت ہے تو شریعت کی روشنی میں ثابت کریں اسکو لوگ اب دستار بندی کہنے لگے ہیں جب کہ رسم کے مطابق شرابی کبابی کو بھی باندھنا پڑتا ہے ہاں اگر میت عورت ہے تو پگڑی کی یہ رسم نہیں ہوتی بلکہ عورتوں کا کام فاتحہ کے ختم پر رونا ہوتا ہے اور گھر کی عورتیں نئی چوڑی اور کاجل لگاتی ہیں اور اس کے بعد سردار لوگ مرحومہ کی بہنوں اور بیٹیوں کو آنسوں کی اوڑھنی یعنی رونے والی کی اجزت دیتے ہیں غور طلب امر یہ ہے کہ پگڑی باندھنا اور اس کو دستار بندی سمجھنا اور عورتوں کا رونا چوڑی کاجل کا رسم کرنا اور اس رسم میں استطاعت والے لوگ دور دراز مسجدوں میں روپئے نام نمود کے خاطر دیتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

چہلم ایسی رسم بن گئی ہے کہ انسان لڑکے یا لڑکی کی شادی کیلئے روپیئے جمع کرتا ہے اور بیچ میں ایسا کوئی سانحہ ہو گیا کوئی انتقال کر گیا تو وہ شادی کا فرض رہ گیا پہلے اس کا چہلم کرنا ضروری ہو گیا جس سے کافی لوگوں کو پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اگر کسی نے نہیں کیا تو بعد میں روپیئے ہو جانے پر لوگ تانہ دیکر اس سے چہلم کا کام کرواتے ہیں اس رسم میں غور طلب باتیں ہیں اس کا خلاصہ جواب دیں اور خرچ دسویں بیسویں اور چہلم کے اسراف پر بھی غور کریں کیا ہمارا دین اجازت دیتا ہے؟ کیا اسراف شیطانی عمل نہیں؟ آجکل مالدار لوگ تو تیجہ کی فاتحہ میں چنے کے ساتھ

بادام کا جو میوہ وغیرہ بھی ملانے لگ گئے ہیں رسم ہونے کی وجہ سے ہی اسراف کا راستہ کھلا ہے ۔برائے مہربانی صحیح راستہ کیا ہے؟ مرحوم کا کام کس طرح دین کے راستے پر چلتے ہوئے انجام دیا جائے ہماری قوم کو بتائیں اور اسراف و گمراہی سے بچائیں ہم اس پر عمل کی کوشش کریں گے نیز ہمارے حق میں دعاء کریں۔

مرحوم کیلئے قرآن خوانی کا طریقہ برادری کے چند لوگوں نے چہلم کو قرآن خوانی کا نام دیا ہے یہ لوگ دس دن پر بیس دن پر اور چالیس دن پر قرآن خوانی کرتے ہیں اور تیجہ کی فاتحہ بھی دوسرے دن کرتے ہیں فرق اتنا ہے کہ تیجہ میں چنے کے ساتھ گوشت نہیں رکھتے ہیں مگر چنا ضرور تقسیم کرتے ہیں اور دسویں و بیسویں پر خاندان اور گھر کے لوگوں اور مدرسہ کے بچوں کو بلا کر قرآن پڑھا کر فاتحہ کا کام کر لیتے ہیں اور چالیسویں پر خاندان کے لوگوں اور مدرسہ کے بچوں کو بلاتے ہیں اور قرآن خوانی کراتے ہیں اور دعائے مغفرت کے نام سے قوم کے لوگوں کو بھی بلاتے ہیں قوم کے لوگ دعاء کے بعد چلے جاتے ہیں مگر دوست احباب کھاتے ہیں اور مدرسہ کے بچوں میں صاحب نصاب کے بچے بھی ہوتے ہیں اور وہ بھی کھانا کھاتے ہیں تو دوست احباب اور صاحب نصاب کے بچوں کا کھانا کس طرح درست ہے؟ کیا یہ طریقہ درست ہے؟ برائے مہربانی ہماری قوم کو سیدھا راستہ دکھائیں اور مرحوم کیلئے دعاء کریں اور ہمیں طریقہ دین بتائیں عین نوازش ہوگی۔ چہلم کی رسم بند کرنے کا چند سرداروں نے بیڑا اٹھایا ہے مگر انہیں اور خود برادری کے لوگوں کو بھی چہلم کے رسم کو ختم کرنے میں دقت محسوس ہو رہی ہے کیوں کہ یہ عرصۂ دراز سے چالو ہے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کو سمجھایا گیا کہ یہ طریقہ کہ پورے برادری کے لوگ قریب پندرہ سو کو کھانا کھلانے سے مرحوم کو کوئی فائدہ نہیں پہونچے گا۔ اس پر اس نے کہا کچھ بھی ہو میں تو برادری کی رسم کروں گا" چاہے خدا مجھے جہنم میں ڈال دے" ایک اور واقعہ مرحوم کیلئے ایک شخص نے قرآن

خوانی کی تو سرداروں کے اکسانے پر دوسرے لڑکے لئے چہلم کردیا اور اب آپ ہی اندازہ لگائیں کہ برادری کے سردار لوگ کس حد تک دین سے کٹ رہے ہیں ایسا کہنے والوں اور کروانے والوں کیلئے شریعت کا کیا حکم ہے اور کیا پکڑ ہوگی؟ اکثر لوگ کسی اجلاس میں دین کی بات کہہ دیتے ہیں تو برادری کے لوگ اور سردار کہتے ہیں کہ رسم رسم ہے دین اپنی جگہ ہے رسم میں چاہے ''دین اسلام سے غلط ہو دین کو بیچ میں مت لاؤ'' ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ کا کیا فرمان ہے؟ اب تو حد ہو چکی ہے کہ بزرگ لوگ اپنی اولادوں کو چہلم کرنے کی وصیت کرنے لگے ہیں کیا وصیت پر عمل درست ہے رسم چہلم یا کسی اور رسم میں مرحوم کے وارث نابالغ بچوں کی اجازت کے بغیر مال خرچ کیا جاسکتا ہے امید ہے کہ جلد از جلد جواب دیکر ہم پر احسان فرمائیں گے۔ جواب کیلئے رجسٹری کے ٹکٹ لگا ہوا لفافہ منسلک ہے والسلام۔

المستفتی: محمد اقبال

معرفت قاسمی دواخانہ نمبر ۸۰ رکولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ ۷۳

الجواب:- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامدا و مصلیا و مسلما ہر ملک اور ہر جگہ نئے نئے رسوم ہر قوم خاندان کے رواج اور طریقہ جداگانہ ہیں اور ان رسومات کی بنا عرف پر ہے، یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ شرعاً واجب یا سنت یا مستحب ہیں لہٰذا جب تک کسی رسم کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو اس وقت تک اس کو حرام وناجائز نہیں کہہ سکتے کھینچ تان کر ممنوع قرار دینا زیادتی ہے مگر یہ ضرور ہے کہ رسوم کی پابندی اسی حد تک کرسکتا ہے کہ کسی فعل ناجائز میں مبتلا نہ ہو۔ آجکل لوگ رسوم کی پابندی اس طرح کرتے ہیں کہ ناجائز فعل کرنا پڑے تو پڑے مگر رسم کا چھوڑنا گوارا نہیں یہ ضرور ناجائز وحرام ہے اور سنیئے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی رسم کے بابت تحریر فرماتے ہیں ''رسم کا اعتبار جب تک کسی فساد عقیدہ پر مشتمل نہ ہو اصل رسم کے حکم میں رہتا ہے اگر

رسم محمود ہے محمود مذموم ہو مذموم ہے مباح ہو مباح ہے'' (فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۲۲۹) اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ رسمیں بعض اچھی ہیں بعض بری اور بعض ایسی ہیں کہ نہ اچھی ہیں نہ بری انکا حاصل یہ ہے کہ جو رسم منکرات شرعیہ سے خالی ہو یعنی اس میں شرع کے خلاف کوئی فعل نہ ہو اور لوگ اسے واجب مسنون سمجھ کر نہ کرتے ہوں تو جائز و مباح ہے اور جو ایسا نہیں وہ ضرور ناجائز و ممنوع ہے اسی کو پیش نظر رکھیں اور مندرجہ ذیل جوابات پڑھتے جائیں:

(۱) صورت مسئولہ میں اعلان میت میں کوئی حرج نہیں درمختار جلد۲ ص ۲۳۹ / پر ہے: ولا بأس بنقله قبل دفنه وبا لا علام بموته اور پھر لوگوں کا یہ سنکر اکٹھا ہونا یعنی تعزیت کیلئے مردوں کا آنا اور عورتوں (جب کہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو) کا آنا اچھا و باعث ثواب ہے جب کہ ان کا آنا نوحہ و جزع فزع سے نہ ہو اور ''فتاویٰ ہندیہ'' میں ہے: التعزية لصاحب المصيبة حسن اور ''ردالمحتار'' میں ہے: تستحب التعزية للرجال والنساء اللاتی لا يفتن اور اربعین میں ہے: رفتن برائے تعزیت میت جائز است اور تعزیت کے بابت حدیث شریف میں ہے جو اپنے بھائی مسلمان کی مصیبت میں تعزیت کرے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۶۳) اور ''فتاویٰ رضویہ'' جلد چہارم صفحہ ۱۷۸ / پر ہے: اس سے خوب ظاہر ہے کہ تعزیت کب کریں کس وقت کریں تعزیت میں ثواب کتنا ہے اب میں اس کو نقل کرتا ہوں۔

''افضل یہ ہے کہ بعد دفن قبر سے پلٹ کر ہو کما فی الجوہرہ وغیرھا اور قبل دفن بھی بلا کراہت جائز ہے: فی صحیح الامام ابن السکن عن ابی هريره رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ من اوذن بجنازة فاتی اهلها فعزاهم كتب الله تعالیٰ قيراطا فان تبعها كتب الله له قيراطين فان صلی عليها كتب الله له ثلثة قراريط فان شهد دفنها كتب الله له اربعة قراريط القراط مثل احد جسے کسی جنازے کی خبر ملے وہ

اہل میت کے پاس جا کر ان کی تعزیت کرے اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک قیراط ثواب لکھے پھر اگر جنازہ کے ساتھ جائے تو اللہ تعالیٰ دو قیراط اجر لکھے اور پھر اس پر نماز پڑھے پھر دفن میں حاضر ہو تو چار قیراط اور ہر قیراط کو احد کے برابر ہے واللہ تعالیٰ اعلم'' اور تعزیت کن کن کو کیا جائے اور تعزیت میں کیا کہیں اس کے بابت بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۶۴ رمیں ہے کہ: مستحب یہ ہے کہ میت کے تمام اقارب کو تعزیت کریں چھوٹے بڑے مرد وعورت سب کو مگر عورت کو اس کے محارم ہی تعزیت کریں ۔تعزیت میں یہ کہے ''اللہ تعالیٰ میت کی مغفرت فرمائے اور اس کو اپنی رحمت میں ڈھانکے اور تم کو صبر عطا کرے اور اس مصیبت پر ثواب عطا فرمائے'' نبی ﷺ نے ان لفظوں سے تعزیت فرمائی لله ما اخذ و اعطی و کل شی عنده باجل مسمی خدا ہی کا ہے جو اس نے لیا اور دیا اور اس کے نزدیک ہر چیز ایک میعاد مقرر کے ساتھ ہے'' اور تعزیت کا وقت چالیس روز تک نہیں کہ لوگ آتے ہیں اور اہل میت کا غم تازہ ہوتا ہے تعزیت کے بابت بہار شریعت میں ہے تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے اس کے بعد مکروہ ہے کہ غم تازہ ہوگا مگر جب تعزیت کرنے والا یا جس کی تعزیت کی جائے وہاں موجود نہ ہو یا موجود ہے مگر اسے علم نہیں تو بعد میں حرج نہیں اور ''عالمگیری'' میں ہے :ووقتها من حین یموت الی ثلاثة ایام ویکره بعدها الا ان یکون المعزی أو المعزی الیه غائبا فلا بأس بها وهی بعدالدفن اولی منها قبله وهذا اذالم یر منهم جزع شدید اب رہا یہ کہ تعزیت کے ساتھ ساتھ رونا پیٹنا بے صبری کا اعلان کرنا اور اسے رسم قرار دے دینا یہ ضرور ناجائز وحرام ہے اور حدیثوں میں سخت وعید وارد ہے ۔اب اسکی قدرے تفصیل یوں ہے ''رونا ،سوگ منانا متفرق طرح کے ہوتے ہیں ایک یہ کہ میت کے اوصاف بیان کرے اور بلند آواز سے روئے یہ حرام ہے'' عالمگیری میں ہے: واما النوح العالی فلا یجوز بہار شریعت میں جوہرہ نیرہ کے حوالے سے ہے، نوحہ یعنی میت کے اوصاف

مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے آواز سے رونا جس کو بین کہتے ہیں بالاجماع حرام ہے یونہی واویلا وامصیبتاہ کہہ کر چلانا، دوسرا یہ کہ بے صبری کا مظاہرہ کرنا سینہ پیٹنا منھ نوچنا وغیرہ یہ بھی حرام ہے ''عالمگیری'' میں ہے: وشق الجیوب وخرش الوجوه و نشر الشعور و نثر التراب علی الرئوس والضرب علی الفخذ والصدر و ایقاد النار علی القبور فمن رسوم الجاھلیة والباطل یعنی گریبان پھاڑنا منھ نوچنا بال کھولنا سر پر خاک ڈالنا سینہ کوٹنا ران پر ہاتھ مارنا یہ سب جاہلیت کے کام ہیں اور حرام (بہار شریعت) اور تیسرا یہ کہ آنکھ سے آنسوں نکلے اور دل میں غم ہو تو اسکی ممانعت نہیں ''عالمگیری'' میں ہے: والبکاء مع رقة القلب لا بأس به حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر بکا فرمایا۔ اور حدیث شریف میں ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ان اللـه لایعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولکن یعذب بھٰذا واشارا لی لسانه اویر حم وان المیت یعذب بکأء اهله علیه (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۷۴ اصح المطابع) ان عورتوں کا چیخنا آواز سے رونا چلانا حرام اشد احرام کہ خود مستحق عذاب بنتی ہیں اور مردے کے عذاب (یعنی ایسا کئے جانے سے میت کو دکھ ہوتا ہے اس کو ناگوار ہوتا ہے نہ کہ حقیقت عذاب لقوله تعالیٰ لا تزر وازرة وزر اخریٰ) کا سبب بھی بنتی ہیں: المیت یعذب فی قبره بما نیح علیه المیت یعذب ببکاء الحی علیه (بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۷۲) کاش یہ عورتیں صبر کا دامن نہ چھوڑتیں تو انہیں دو ثواب ملتے ایک مصیبت کا اور دوسرا صبر کا اور یہ دونوں چیزیں جزع فزع سے جاتے رہتے ہیں۔ یہاں ایک حدیث کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ مسلمان بغور دیکھیں اور اپنے یہاں کی عورتوں کو سنائیں بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: لیس منا لطم الخدوش و شق الجیوب و دعا بدعوی

الجاھلیۃ یعنی جومونھ پرتماچا مارے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کا پکارنا پکارے (نوحہ کرے) وہ ہم سے نہیں اے مسلمان بھائیو! بہنو! اللہ و رسول سے ڈرو اور سوچو کہ صاحب شریعت کے نزدیک مذکورہ افعال کس قدر برے اور کرنے والے کتنے مبغوض ومحروم ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بیوہ کیلئے اوڑھنی دینا اگر واجب، سنت، مستحب سمجھ کر نہ دیتے ہوں تو کوئی حرج نہیں پھر بھی اسکو پابندی کے ساتھ نہیں کرنا چاہیئے اور اسی طرح لڑکے کے سسرال والوں کا اوڑھنی لانا واجب و ضروری جان کر نہ ہو تو بھی حرج نہیں ہاں اگر اس رسم کو واجب ضروری ہی سمجھ کر کرتے ہوں تو جائز نہیں کیوں کہ اس میں خرابیاں ہیں کہ اگر مرحوم کے سسرال والے یا لڑکے کے سسرال والوں کے پاس بروقت اوڑھنی نہ مل سکے تو وہ ایک مسنون (تعزیت) چیز سے باز رہے گا۔لہٰذا اس وجہ سے یہ رسم مذموم ٹھہرے گی اور اگر اوڑھنی وغیرہ لے جانا ناموری و دکھاوے کیلئے ہو تو نہ لے جانا ہی ضروری ہے للسمۃ والریا فیحترز عنھا اور میت کے لئے صدقہ وغیرہ کرنا چاہیں تو خود بھی کر سکتے ہیں اسکے لئے میت کے گھر والوں کو دینا ضروری نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) عورت کیلئے پانچ کپڑے سنت ہیں۔لفافہ، ازار، قمیص، اوڑھنی، سینہ بندان کے سوا کفن میں کوئی اور چیز اوڑھنی وغیرہ دینا بدعت وممنوع ہے یعنی اگر یہ اوڑھنی بھی میت کے ہمراہ قبر میں جاتی ہے اور دفن کے وقت اسے اتار نہیں لیتے ہیں۔ورنہ ناجائز نہیں کہہ سکتے۔ہاں وہ بے ضرورت و بے فائدہ ضرور ہے۔بہتر ہوتا کہ اسے میت کے ثواب کیلئے پہلے ہی تصدق کر دیتے۔اب چونکہ اس بے فائدہ کام کو رسم بنالیا ہے اسلئے اس کے التزام سے بچنا بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) میت کو دفنانے کے بعد میت کے گھر پر جا کر فاتحہ پڑھنے میں حرج نہیں کہ ایصال ثواب سے اموات کی اعانت اور ان کیلئے دعائے مغفرت شرعاً محمود وروا ہیں'' اور بہت علمائے متاخرین نے میت کے گھر اس ہجوم واجتماع کو پسند نہ فرمایا اور یہی مناسب جانا کہ لوگ دفن کر کے متفرق

ہو جائیں اولیائے میت اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف
کما فی المراقی الفلاح لعلامۃ الشرنبلالی قال کثیر من متاخری ائمتنا رحمھم
اللہ تعالیٰ یکرہ الاجتماع عند صاحب المصیبۃ حتی یاتی الیہ من یعزی بل لذا
رجع الناس من الدفن فلیتمزقوا و یشتغلوا باموور ھم و صاحب المیت باموره
(فتاویٰ رضویہ جلد چہارم) بہر حال دعاء وایصال ثواب میت کے مکان پر دفن کے پہلے یا بعد جائز و
مباح ہے، بشرطیکہ اسکو شرعی لازم اعتقاد نہ کریں۔

گاؤں والوں کا بھاتی میں شریک ہونا جائز نہیں بلکہ اس بھاتی کے مستحق صرف اہل میت
ہی ہیں اور رشتہ دار اور پڑوسی پر لازم ہے کہ کھانا اتنا ہی بھیجے جو اہل میت کو کافی ہوں فتاویٰ رضویہ
میں اسی کے بابت تحریر ہے پہلے دن صرف اتنا کھانا کہ میت کے گھر والوں کو کافی ہو بھیجنا سنت ہے
اس سے زیادہ کی اجازت نہیں نہ دوسرے دن بھیجنے کی اجازت نہ اوروں کے واسطے بھیجا جائے نہ
اور اس میں کھائیں جلد ۴ ص ۲۱۹ اور اسی میں ص ۱۰ پر ہے یہ سنت ہے کہ پہلے دن صرف گھر والوں
کیلئے کھانا بھیجا جائے اور انہیں باصرار کھلایا جائے نہ دوسرے دن بھیجے نہ گھر سے زیادہ آدمیوں
کیلئے بھیجیں ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ کھانا بھیجنے والے اتنا ہی کھانا بھیجیں جو اہل میت کو کافی ہو
اس سے زیادہ بھیجنا سنت کے خلاف عمل ہے اور جب کھانا ہی نہ ہوگا تو لوگ خود ہی کھانے میں
شریک ہونے سے گریز کریں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) اموات مسلمین کو ایصال ثواب جائز و مستحسن ہے اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: من
استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ اور تیجہ وغیرہ کرنے کی تعین عرفی ہے چنے کی تعداد و
مقدار متعین نہیں جتنا ہو خوب ہے اور میت کے نام کلمہ شریف و آیت شریف کا ثواب بخشا جاتا ہے
وہ ضرور مغفرت میں آسانی پیدا کرتا ہے بلکہ چنا وغیرہ جتنا زیادہ ہو اچھا ہے اور کم میں بھی حرج نہیں

اور فاتحہ میں زیادہ چیزوں کا اکٹھا کرنا زیادت خیر ہے اور یوں بھی فاتحہ دینے میں حرج نہیں اور فاتحہ کیلئے چنا ہی ضرور نہیں ہے بلکہ دوسری جائز کھانے والی چیزوں پر دے سکتے ہیں اور اس چنے کو فقیر مرد و عورت میں تقسیم کریں اور اغنیا کو بھی دے سکتے ہیں مگر اغنیا کو چاہیئے کہ نہ لیں اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین ملت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں یہ چنے فقراء ہی کھائیں غنی کو نہ چاہیئے بچہ ہو یا بڑا غنی بچوں کو ان کے والدین منع کریں (فتاوی رضویہ جلد ۴ ص ۲۲۵) فقیر لیکر خود کھائے اور غنی لے لیئے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے دیں یہ حکم عام فاتحہ کا ہے نیاز اولیاء کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے فقیر و غنی سب لیں۔ جس جگہ بھی طعام میت کا بیان آئے گا اولیاء کرام کو اس سے مستثنیٰ سمجھیں۔ کام دینے کی رسم بس اتنا ہی اچھا ہے کہ برادری کا سردار گھر کا ناظم مقرر کر دے اگر مرحوم نے مقرر نہ کیا ہو روزی کا راستہ کھولنا کپڑا چھونا یہ سب محض بے جا و بے اصل جاہلانہ باتیں ہیں ان سے بچنا چاہیئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) فاتحہ میں ذکر و تلاوت ہوتا ہے اور اس کا ثواب مردے کو بخشا جاتا ہے اور اس سے مردے کو نفع ملتا ہے جس کا جواز قرآن و حدیث و اقوال فقہاء سے ثابت ہے فاتحہ جس دن بھی کریں اچھا ہے اور اس میں دعوت دینا جائز نہیں ''فتح القدیر'' میں ہے: لان الدعوۃ فی السرور لا فی الشرور اور فاتحہ جو بآسانی میسر ہو اسی پر کرے۔ کسی چیز کا ہونا ہی واجب نہ جانے۔ اور شیرینی و کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا جائز ہے حدیث سے ثابت ہے مدرسہ کے وہ بچے جو یتیم ہیں اور صاحب نصاب نہیں ہیں اور وہ بچے جن کے والدین صاحب نصاب ہیں مگر متعلم خود صاحب نصاب نہیں وہ کھا سکتے ہیں البتہ وہ متعلم جو صاحب نصاب ہیں انہیں اس کھانے سے بچنا چاہیئے۔ اگر مولانا صاحب صاحب نصاب نہیں تو کھا سکتے ہیں اور وہ رشتہ دار جنہیں دعوت دیکر نہ بلایا گیا ہو وہ کھا سکتے ہیں تفصیل کیلئے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ملاحظہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) یہ بے اصل ہے اور ان سے احتراز ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) چہلم سے میت کو ایصال ثواب مقصود ہے اور ایصال ثواب کیلئے کوئی وقت متعین نہیں اور یہ تخصیص شرعی نہیں بلکہ یہ عرفی ہے جو لوگوں نے اپنی سہولت کیلئے کر رکھی ہیں اور اس میں قرآن وکلمہ پڑھ کر مردے کے نام ایصال ثواب کرتے ہیں۔ برادری کے جو افراد محتاج ہیں وہ کھائیں یا پھر فقراء ومساکین کو بلا کر کھلائیں اور صاحب نصاب و دور کے رشتہ دار کا حکم جواب نمبر ۶ سے ظاہر ہے مرحوم کے نام کا کھانا وخیرات صدقۂ نافلہ ہے۔

اور جو چیزیں کھانے کی ہیں اس پر فاتحہ دینا محمود ہے مگر دس بیس پیسہ جمع کرنا اور اس کو لوٹے میں ڈالنے کا رسم غلط و باطل ہے اور یہ جاننا کہ مولانا صاحب کے ساتھ روح گھر سے جا رہی ہے یہ فاسد خیال ہے اور اس طرح سمجھنا ناجائز وحرام ہے اور پھر اس پر عورتوں کا رونا چلانا اور زیادہ برا ہے۔

اور دس بیس پیسہ اکٹھا کرنا پھر اس سے پگڑی خریدنا جائز نہیں اور اس رسم کی اسلام میں کوئی حقیقت نہیں ہے اور اگر میت عورت ہے تو فاتحہ کریں مگر بعد فاتحہ رونا اور سردار کا بہنوں اور بیٹیوں کو اوڑھنی دینا یہ سب فضول اور جاہلانہ رسم ہے اس کو بند کرنا چاہیئے۔

اموات مسلمین کو ایصال ثواب قطعاً مستحب ہے اور یہ تعینات تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، ششماہی، برسی عرفی ہیں ان میں اصلاً کوئی حرج شرعی نہیں جبکہ اس تعین کو شرعاً لازم نہ جانے اور یہ نہ سمجھے کہ انہیں دنوں ثواب پہونچے گا آگے پیچھے نہیں یا ان دنوں میں ثواب زیادہ ہوتا اور دیگر ایام میں کم۔

ان کے مال سے ایصال ثواب کرنے میں یہ یاد رہے کہ سارے ورثہ بالغ ہوں اور ان سب کی اجازت ہو ورنہ ان مال سے ایصال ثواب کرنے کی اجازت نہیں اپنے اپنے مال سے ایصال ثواب کریں اور اگر ورثہ کل نابالغ ہوں یا بعض نابالغ اور یہ اجازت بھی دیں جب بھی ان کے مال

سے ایصال ثواب کرنا جائز نہیں مگر جو وارث بالغ ہیں وہ اپنے مال سے ایصال ثواب کر سکتے ہیں اور تیجہ، چالیسواں وغیرہ مخصوص دنوں میں ہی کرنا شرعاً لازم نہ جانے بلکہ جب بھی کرئے گا مردے کو ثواب ونفع ملیگا۔ چہلم میں ذکر خیر ہوتا ہے صدقہ کیا جاتا ہے فقراء مساکین کو کھانا کھلایا جاتا ہے اس کا ثواب ونفع مردے کو ضرور ملتا ہے مگر یہ سب اپنی وسعت بھر کرے وسعت سے زیادہ نہ کرے کہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو مثلاً دین (قرض) وغیرہ یا اسلئے زیادہ خرچ کرتے ہیں کہ لوگ دیکھیں جب تو نہ مردے کو نفع نہ اس کے خرچ کا کوئی فائدہ اور جو کچھ کار خیر میں خرچ ہوتا ہے اسے اسراف نہیں کہا جائے گا علماء فرماتے ہیں: لا اسراف فی الخیر ولا خیر فی الاسراف یعنی خیر میں اسراف نہیں اور اسراف میں خیر نہیں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ فقراء ومساکین کو کھلانے کے بابت ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں ''ہر روز ایک خوراک پر میت کی فاتحہ دلا کر مسکین کو دینا اور ہر پنجشنبہ (جمعرات) کی رات مساکین کو کھلانا چالیس روز تک ایسا ہی کرنا اور ہو سکے تو سال بھر تک یا ہمیشہ کرنا یہ سب باتیں بہتر ہیں'' (فتاویٰ رضویہ جلد۴ ص۲۱۳) اس سے معلوم ہوا کہ کھانے وغیرہ کا ایصال ثواب طاقت بھر کریں اگر پاس ہے تو کریں اگر نہیں ہے تو بلا کھانے کے قرآن مجید و درود شریف وکلمہ شریف کا ایصال ثواب کرے پس چہلم اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کرے مالدار ہے تو فقراء مساکین کو بہتر سے بہتر کھانا کھلائیں اور اگر مالدار نہیں تو اپنی وسعت کے مطابق کھلائیں اور اگر قرض وغیرہ لیکر کریں یا یونہی ناموری کے لئے زیادہ خرچ کرے تو ضرور اسراف ہے اور یہ جائز نہیں۔

چہلم یا دسواں، بیسواں، تیجہ کا کھانا فقراء مساکین کو کھلائیں اغنیا نہ کھائیں دوست و برادری میں جو لوگ فقیر ومسکین ہیں انہیں کھلانا بہتر ہے مدرسے کے طلباء کا حکم جواب نمبر۶ میں دیکھیں اور فقیر ومسکین کو کھلانے میں زیادہ ثواب ہے کہ فقیر ومسکین کی حاجت برآری ہوگی۔

چہلم کو ضروری ولازم نہ جانے جیسا کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک

فتویٰ میں فرمایا کہ: ''شرعاً لازم نہ جانے'' چہلم میں ذکر خیر ہوتا ہے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اسی کا ثواب مردے کے نام سے بخشا جاتا ہے اور کچھ فقراء ومساکین کو کھانا کھلایا جاتا ہے جو باعث اجر ہے اسے بند کرنا جائز نہیں حدیث میں ہے: الدال علی الخیر کفاعله ہاں ان کے ساتھ غلط رسموں کا بند کرنا لازم ہے، چہلم کا کھانا کون کھائیں بتایا جاچکا کہ اس کے مستحق فقراء ومساکین ہیں اگر برادری ہی کے لوگ فقیر ہیں تو انہیں کو کھلائیں اور اگر فقیر نہیں تو وہ نہ کھائیں اور تحقیق یہ ہے کہ چہلم وغیرہ کا کھانا اغنیا کو بھی ناجائز نہیں ہے (مگر ان کو نہ کھانا بہتر ہے) حدیث شریف میں ہے: فی کل ذات کبد حری اجر یعنی ہر گرم جگر میں ثواب ہے۔ یعنی جس زندہ کو کھانا کھلائے گا پانی پلائے گا ثواب پائے گا اور دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: فیما یا کل ابن ادم اجر و فیما یا کل السبع اجر والطیر اجر جو کچھ آدمی کھا جائے اس میں ثواب ہے اور جو درندہ کھا جائے اس میں ثواب ہے اور جو پرند کو پہونچے اس میں ثواب ہے تو ان سردار کا یہ کہنا کہ برادری کے پندرہ سو لوگوں کو کھلانے میں ثواب نہیں غلط ہے حالانکہ حکم یہ تھا کہ برادری کے لوگوں کو یہ کھانا نہ کھلایا جائے اور برادری کے لوگوں کو چاہئے کہ نہ کھائیں مگر برادری میں جو فقیر ومسکین ہیں وہ کھائیں اور اس شخص کا خط کشیدہ جملہ سخت نازیبا کفری قول ہے اس پر توبہ واستغفار لازم ہے بعد توبہ صحیحہ تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح ومہر جدید کرے اگر میت کے وارث مالی حیثیت سے اچھے ہوں اور چہلم نہ کرے اور صدقہ وخیرات نہ کرے تو برادری کے سردار کا کار خیر کیلئے اکسانہ صحیح ہے اور سرداروں کا یہ کہنا کہ رسم رسم ہے دین اپنی جگہ ہے رسم میں چاہے دین اسلام سے غلط ہو دین کو بیچ میں مت لاؤ یہ کفری قول ہے ان لوگوں پر توبہ واستغفار لازم ہے اور بعد توبہ صحیحہ تجدید ایمان وتجدید بیعت کرے اور جو لوگ بیوی رکھتے ہوں تجدید نکاح بھی کریں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ رسم کے بابت فرماتے ہیں رسم کا اعتبار جب تک کسی فساد عقیدہ پر مشتمل نہ ہو اصل رسم کے حکم میں رہتا ہے اگر رسم محمود ہے محمود مذموم ہو

مذموم ہے مباح ہو مباح ہے جو رسم مخالف شرع ہو وہ مردود ہے مسلمانوں کو اس کا نہ کرنا لازم ہے۔

اور بزرگوں کی بات ہی دوسری ہے ان کے نام سے شیرینی یا کھانا اغنیا وفقراء ومساکین بچے بوڑھے مرد وعورت سب کھائیں اور اگر بزرگ نے ترکہ چھوڑا تو بعد دیون وادائے مہر ثلث مال میں وصیت نافذ ہوگی۔ نابالغ وارث اگر اجازت دیدیں جب بھی ان کے مال سے خرچ جائز نہیں اور جو بالغ ہیں وہ اپنے حصہ سے ایصال ثواب خود کر سکتے ہیں یا اجازت دیگر دوسروں سے کرا سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد یونس رضا اویسی رضوی
مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف
۱۹ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
محمد مظفر حسین قادری رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ربنا لک الحمد علی نعمۃ السنۃ والجماعۃ صل علی صاحبہا وآلہ واصحابہ جو رسم رواج مذکور فی السوال خلاف شرع ہیں غلط ہیں ان پر اڑے رہنا موجب گناہ عظیم ہے۔ سخت خطرناک روش ہے ان کو چھوڑنا، بند کرنا کرانا ضرور ہے موجب اجر ہے اور جو باتیں شرعاً غلط نہیں ہیں ان سے کوئی حرج شرعی لازم نہیں آتا ہے ان کو غلط کہنا اور بند کرانا زیادتی ہے، ظلم ہے، موجب گناہ غرض ہم پر لازم ہے کہ شریعت مقدسہ کا جس بات کیلئے جتنا حکم ثابت ہے اسے اتنا ہی رکھیں کہ اپنی طرف سے اس میں کمی یا بیشی جائز نہیں ہاں جو رسم ورواج فی الامور الدینیہ بے فائدہ ہیں زائد ہیں اگرچہ قانون شرع انہیں ناجائز نہیں کہتا ہو بہتر ہوگا ان پر روک لگانا تاکہ جاہل عوام حد جواز سے آگے نہ بڑھ جائیں چنانچہ مشاہدہ شاہد ہے کہ

جاہل عوام کہاں سے کہاں نکل چکے ہیں والجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

محمد صالح قادری بریلوی غفرلہ

۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) لوگوں کا رسم چہلم کیلئے دعوت دینا کیسا ہے؟ علمائے حق کا اس بارے میں کیا خیال ہے، اس رسم سے متعلق شریعت کے مفصل احکام سے آگاہ فرمائیں۔

(۲) مرحوم کے اگر کئی ورثاء ہوں کچھ بالغ اور کچھ نابالغ تو انکے حصے کے پیسے کو تمامی ورثاء کی اجازت کے بغیر مرحوم کے ایصال ثواب میں خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں اور اگر ایسا کر کے کھانا ایصال ثواب کیا جائے تو کرنے والے پر اور کھانے والے پر کیا حکم ہے؟ اور کیا نابالغ اجازت دے سکتے ہیں؟

(۳) رسم چہلم اور ایصال ثواب کیلئے لوگوں کو دعوت دینا اور جانے انجانے میں نابالغ ورثاء کا مال کھا جانا ایک عام سی بات بن گئی ہے وراثت ابھی تقسیم بھی نہیں ہو پاتی ہے اور نابالغ وارث بالغ بھی نہیں ہوتا، اجازت بھی نہیں لی جاتی، مگر لوگ ایصال ثواب کو لیکر بڑی سے بڑی دعوت کا انتظام کر دیتے ہیں جس میں امیر غریب اور رئیس تمامی لوگ شریک ہو کر خوب شوق سے کھاتے ہیں، روز بروز ان باتوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے، ان امور سے متعلق کتاب وسنت کی روشنی میں ایک تفصیلی نصیحانہ جواب عنایت فرمائیں۔

(۴) ہماری قوم کے اندر رسم چہلم اسلئے منعقد کیا جاتا ہے ایصال ثواب بھی ہو جائے، اور مرحوم کے بڑے لڑکے کے سر پر قوم کے لوگ پگڑی باندھ کر اسے معاشرے میں رہنے کا حق دیں، اس دن سے وہ لڑکا اپنے آپ کو قوم کا ایک ذمہ دار سردار تصور کرتا ہے پگڑی کی رسم بھی ادا کر دی جائے کیا اسلام میں اس رسم کی کوئی اصل ہے؟ کیا یہ خالص ہندوانہ رسم کی تقلید نہیں ہے۔ اسی رسم کو ادا کرنے

کیلئے دعوت دی جاتی ہے اور نام ایصال ثواب رکھا جاتا ہے۔تو کیا حیثیت نہ ہوتے ہوئے بھی ایسے مراسم میں خوب زیادہ مال خرچ کرنا ریا اور اسراف نہیں ہے؟ اگر ہے تو ایسے اعمال پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے، رسم پگڑی کی وجہ سے لوگوں کا مزاج ایسا بن گیا ہے کہ عورتوں کے ایصال ثواب میں بھی قوم کو دعوت دی جاتی ہے اور لوگ ان مراسم کی ادائیگی اپنے ذمہ لازم سمجھتے ہیں، اس طرح لوگوں کو بھاری بھاری قرض لینا پڑتا ہے مگر کچھ لوگ قرض لیکر بھی ان کو ادا کرتے ہیں۔قرض کے کھانے کو بھی لوگ شوق سے کھاتے ہیں جن میں صاحب نصاب بھی ہوتے ہیں، اتنی خرافات اس رسم کو قائم رکھنے پر ہوتی ہے، تو کیا علمائے حق کے نزدیک یہ عمل بدعت نہیں ہے، اگر ہے تو اس کا گناہ کیا ہے؟ ایسے رسموں کو قوموں کے سردار رائج رکھے ہوئے ہیں، اور ان کی نظر صرف باپ دادا کے نقش قدم پر ہوتی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ ہم وہی کریں گے جو ہمارے اجداد نے کیا ہے، شریعت کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔تو ایسے لوگوں کیلئے شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے، برائے مہربانی ان مراسم اور ایسے سرداروں سے متعلق خوب مکمل طور سے قرآن و احادیث کی روشنی میں بطرز مضمون جواب عنایت فرمائیں جس سے لوگوں کے اندر مذہبی شعور بیدار ہو جائے اور وہ صرف شریعت کی پیروی کریں۔اکثر لوگ اس رسم کو اپنے اوپر لازم صرف اس لئے جانتے ہیں کہ اگر ہم ایسانہیں کریں گے تو قوم کے لوگ ہم پر لعنت کریں گے اور سردار ہم لوگوں سے باز پرس کریں گے مجبوراً رسم چہلم ادا کرتے ہیں مگر دل اندر سے روتا ہے بچوں پر قرض کا بوجھ پڑتا ہے۔ایسے حالات میں کیا حکم ہے؟ رسم چہلم میں خرافات پر علمائے حق سے پوری روشنی پا جانے کے بعد بھی جو سردار اس بات پر مصر ہوں رسم ہم نہیں چھوڑیں گے اور لوگوں کو اس کے لئے اکساتے ہوں تو ان پر شریعت کے کس حد کا نفاذ ہوگا۔

المستفتی: محمد اقبال کلکتہ

الجواب بتوفیق العزیز الوہاب :- عبادات بدنیہ اور مالیہ کا ثواب دوسرے مسلمان کو بخشا جائز ہے۔اوراس کا ثواب اسے پہونچتا ہے۔جس کا ثبوت قرآن واحادیث اوراقوال فقہاء سے ثابت ہے قرآن عظیم نے ایک دوسرے مسلمان کیلئے دعا کرنے کا حکم دیا ہے۔اور حدیث پہلے جواب کے نمبر ۵ رمیں ملاحظہ کریں اور درمختار ص ۲۴۲ رج ۲ رمیں ہے:من قرأ الاخلاص أحد عشر مرة ثم وهب أجر هاللاموات جس نے سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھااوراسکا ثواب مردوں کو دیدیا (بخش دیا) انہیں سب عبارتوں کے تحت اسکا طریقہ بھی مذکور ہے" ردالمحتار" میں ہے :اللهم اوصل ثواب ماقرانا الى فلان او اليهم پھراسی صفحہ پر ہے: صرح علماؤنا فی باب الحج عن العزيز بان الانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة اوصوما اوصدقة او غيرها آگے چل کرفرماتے ہیں: الافضل لمن يتصدق نفلا ان ينوى لجميع المؤمنين والمؤمنات لانها تصل اليهم ولا تنقص من اجره شی اه هو مذهب اهل السنة والجماعة (شامی ص ۲۴۳ ج ۲) مذکورہ عبارتوں سے یہ ثابت ہولیا کہ ایصال ثواب جائز ومستحسن ہیں اور تیجہ، دسواں، چالیسواں، ماہی، برسی وغیرہ میں قرآن شریف درود شریف کلمہ شریف پڑھے جاتے ہیں اور یہ سب ایصال ثواب ہی کی شاخیں ہیں تو دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ ضرور کرنا چاہئے۔مگراس میں ان باتوں کا خیال ضروری ہے، کہ اس میں دعوت ضیافت مشروع نہیں حدیث شریف میں ہے:كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۴) یعنی ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔اس کے بابت متواتر حدیثیں ناطق ہیں اور" ردالمحتار" جلد ثانی صفحہ ۲۴۰ ر پر ہے:ویکره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لأنه شرع فى السرور لافى الشرور و

هي بدعة مستقبحة یعنی اہل میت سے ضیافت کرانا (یعنی دعوت لینا) مکروہ ہے کہ دعوت خوشی میں مشروع ہے نہ کہ غم پر اور یہ بدعت مستقبحہ شنعیہ ہے کذا فی فتح القدیر اور طحطاوی علی المراقی ص ۳۷۴ ر پر ہے: وتكره الضيافة من اهل الميت لانها شرعت في السرور لافي الشرور وهي بدعة مستقبحة اور اسی مضمون کی عبارتیں فقہاء کی بہت سی کتابوں مثلاً فتاویٰ خلاصہ، ظہیریہ وغیرہا میں ہیں اور قرأت قرآن اور امور خیر کیلئے دعوت مشروع ہے ''ردالمحتار'' ص ۲۴۰ ر ج ۲ ر میں ہے: اتخاذ الدعوة لقرأة القرآن و جمع الصلحاء و القراء لختم أو لقرأة سورة الانعام او الاخلاص كذا طحطاوی علی المراقی (ص ۳۷۴) اور اس بناء پر انکی ضیافت بھی مکروہ ہے اور ''ردالمحتار'' ص ۲۴۰ ر ج ۲ ر میں ہے: والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرآة القرآن لاجل الاكل يكره ہاں فقراء و مساکین کیلئے کھانا تیار کرائے اور انہیں کھلائے ردالمحتار میں ہے وفيها من كتاب الاستحسان وان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا یعنی اگر میت والے فقراء کیلئے کھانا پکائیں تو اچھا ہے کذا فی طحطاوی علی المراقی اس میں دعوت دینا اور قبول کرنا دونوں ناروا ہیں اور رسم ایسی ہو چلی ہے کہ برادری کی دعوت عام نہ کی جائے تو لوگ طعنے دیتے ہیں اور طعنہ سے بچنے کیلئے میت کا چہلم کرتے ہیں تو یہ بھی ناجائز ہے کہ یا تو وہ بطور فخر کریگا یا بطور مجبوری ''ردالمحتار'' میں ہے: هذه الافعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لانهم لايريدون بها وجه الله تعالىٰ یہ سارے کام محض دکھاوے کے ہوتے ہیں لہٰذا ان سے بچے کیوں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں چاہتے چنانچہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اپنے رسالہ مبارکہ ''جلی الصوت لنهی الدعوة امام الموت'' میں انہیں رسموں کے بابت تحریر کرتے ہیں ''رابعاً اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ ضیافت کرنی پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنی غم کو بھول کر

اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کیلئے کھانا پان چھالیا کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کیلئے بھی زنہار پسند نہیں۔نہ کہ ایک رسم ممنوع کیلئے پھر اس کے باعث جو آفتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں۔پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام خالص ہو گیا۔اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے باعث لعنت ہے۔جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا غرض اس رسم کی شناعت و ممانعت میں شک نہیں اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کر دیں اور طعن بیہودہ کا لحاظ نہ کریں واللہ الھادی اور بہار شریعت ص ۲۴۴ رج ۱۶ ر پر ہے "بعض لوگ اس موقع پر عزیز و قریب اور رشتہداروں کی دعوت کرتے ہیں یہ موقع دعوت کا نہیں بلکہ محتاجوں فقیروں کو کھلانے کا ہے جس سے میت کو ثواب پہنچے" اور ایصال ثواب میت کے ترکہ سے ہو تو سارے ورثاء بالغ اور موجود وراضی ہوں" فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین وان کان فی الورثۃ صغیرھم لم یتخذوا ذلک من الترکۃ اگر وارثین میں کوئی نابالغ ہے تو اس کے مال کو ہرگز ایصال ثواب میں صرف نہ کیا جائے قال اللہ تعالیٰ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انمایا کلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا یعنی بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بلاشبہ وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے۔اور طحطاوی علی المراقی ص ۴۷ ۳ ر میں ہے: وان اتخذولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الا ان یکون فی الورثۃ صغیر فلا یتخذ ذلک من الترکۃ کذا فی فتاوی قاضی خان اور اسی مضمون کی عبارتیں فتاویٰ ہندیہ بزازیہ وغیرہا میں بھی ہیں اور ورثہ میں جو موجود نہیں ہوتے انکے مال کو بھی ایصال ثواب میں صرف نہ کیا جائے کہ مال غیر میں تصرف خود ناجائز و

حرام ہیں قال اللہ تعالیٰ: لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل بہتر یہ ہے کہ کوئی بالغ وارث اپنے مال سے ایصال ثواب وغیرہ کرے یا پھر میت کے قرابت دار کریں۔ اور اگر میت کی فاتحہ میت کے ترکہ سے کرنا ہوتو۔ غائب وارث کے حصے سے فاتحہ نہ کیا جائے بلکہ اولاً مال میت تقسیم کریں۔ پھر کوئی بالغ وارث اپنے حصہ سے امور خیر کرے ورنہ یہ کھانا کسی کو جائز نہ ہوگا بغیر مالک کے اجازت یا بچہ کا مال کھانا ناجائز ہے۔ اور تفصیل کیلئے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ ''جلی الصوت لنھی الدعوۃ امام الموت'' اور مفتی یار احمد کی کتاب ''جاء الحق'' اور ''اسلامی زندگی'' اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی صاحب کی کتاب ''بہار شریعت'' حصہ ۱۶ رواں وغیرہ مطالعہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲/۳:- مذکورہ بالا جواب سے ظاہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴:- بعض باتوں کا جواب پہلے کے جواب اور مذکورہ بالا جواب سے عیاں ہیں۔ برادری کے معزز افراد کو چاہئے کہ اس گھر کا ایک مالک انتخاب کردیں جو گھر کے نظام کو سنبھالے اور پگڑی وغیرہ کا رسم جس میں فضول خرچی وغیرہ ہے کرنا جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ: ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین مسلمانوں میں خواہ امیر ہوں یا غریب معزز ہوں یا غیر معزز ان پر لازم ہے کہ شریعت کا پاس رکھیں اور باپ، دادا کے رسموں کو لازم و واجب نہ جانیں بلکہ شریعت معظّمہ کا جو حکم ہو اس پر عمل کریں۔ اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے پہلے کے جواب میں امام اہل سنت قدس سرہ کی کتاب ''فتاویٰ رضویہ'' جلد نہم سے ایک جزئیہ نقل ہے ''کہ رسم کا اعتبار جب تک کسی فساد عقیدہ پر مشتمل نہ ہو اصل رسم کے حکم میں رہتا ہے اگر رسم محمود ہے محمود مذموم ہو مذموم ہے مباح ہو مباح ہے''۔ اس کو بغور پڑھیں اور اسی پر رسوم قیاس کریں۔ اگر آپ کا رسم محمود و مباح ہے تو ٹھیک ورنہ اس رسم کو چھوڑ دیں اور اگر رسم محمود و مباح میں بھی اسراف وغیرہ ہے تو اس سے بھی بچنا بہتر

ہے واللہ تعالیٰ اعلم وجل مجدہ اتم واحکم

کتبہ محمد یونس رضا الاویسی الرضوی	صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف	فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ
صح الجواب واللہ تعالی اعلم	صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
محمد مظفر حسین قادری رضوی	قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

حضرت قبلہ مفتی صاحب.........السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چند مسائل کے بارے میں جواب جلد عنایت فرمائے آپ کی مہربانی ہوگی۔

(۱) شادی میں جومہر ہوتا ہے وہ کم سے کم کتنا اور زیادہ سے زیادہ کتنا ہونا چاہیئے؟

(۲) اگر وہابی نے نکاح پڑھایا تو کیا نکاح ہو جائے گا اور نکاح میں وہابی نے کلمہ بھی نہیں پڑھایا تو اس صورت میں نکاح ہو جائے گا۔

(۳) عموماً ہمارے شہر میں یہ رواج ہے کہ نکاح کے وقت مہر ادا نہیں کیا جاتا۔ بلکہ دولھا جب شب زفاف (سہاگ رات) کیلئے اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے تو مہر معاف کراتا ہے آپ یہ بتائیں کہ مہر معاف کرانے کیلئے بیوی سے کس طرح سے گفتگو کا آغاز کیا جائے۔ اور بیوی کس طرح سے مہر معاف کریگی کیونکہ دونوں کی پہلی ملاقات پہلی گفتگو ہوتی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں شریعت نے جو حکم دیا ہے اس طرح سے مہر معاف کرایا جائے آپ مہر معاف کرانے کا طریقہ تفصیل سے لکھئے آپ کی مہربانی ہوگی۔

سائل: حافظ کثیر الدین شاہجہانپور

الجواب بتوفیق العزیز الوہاب :- مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم چاندی ہے حدیث پاک میں ہے: لامهر اقل من عشرة دراهم اور ''فتاویٰ ہندیہ'' ۱/۳۲ر پر ہے: أقل المهر عشرة دراهم مضروبة أو غير مضروبة الخ لہٰذا اتنی چاندی جتنی نکاح کے وقت بازار میں

جتنے کی ملے کم سے کم اتنے روپے کا مہر ہوسکتا ہے اس سے کم کا نہیں ہوسکتا اور چاندی کے علاوہ اسکی قیمت یا اس قیمت کی کوئی دوسری چیز مہر میں مقرر کرنا جائز ہے "فتاویٰ عالمگیریہ" ج ۱ ص ۳۰۲ ر پر ہے: وغیر الدراهم یقوم مقامها باعتبار القیمة وقت العقد الخ مہر کم سے کم دس درہم ہے زیادہ کی کوئی حد نہیں حضور اعلیٰحضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "مہر کا اقل درجہ وہی دس درم بھر چاندی ہے اور اکثر کیلئے حد نہیں جتنا (چاہے) باندھے (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۱۶۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) جنہوں نے وہابی، دیوبندی کو نکاح پڑھانے کیلئے بلایا گنہگار ہوئے توبہ کریں کہ اس میں اسکی تعظیم ہے اور اسکی تعظیم ناجائز و گناہ ہے مگر اس نے جو نکاح پڑھایا منعقد ہوگیا کہ نکاح خواں حقیقت میں وکیل ہوتا ہے اور صحت وکالت کیلئے اسلام شرط نہیں "فتاویٰ ہندیہ" میں ہے: تجوز وکالة المرتد الخ بوقت نکاح کلمہ شریف کا پڑھنا مستحب ہے ایسا نہیں کہ کلمہ نہ پڑھا تو نکاح ہی نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) مہر عورتوں کا حق ہے قرآن عظیم میں ہے: واتوا النساء صدقتهن نحلة (سورۂ نساء) یعنی عورتوں کا مہر خوشی کے ساتھ ادا کرو اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ عورت کو مہر میں سے کچھ نہ دے گا تو جس روز مریگا زانی مرے گا، ہاں اگر مہر معاف کرائے اور عورت ہوش و حواس میں راضی خوشی معاف کردے تو مہر معاف ہو جائے گا مگر مارنے کی دھمکی دیکر یا عورت مار کے خوف سے معاف کرے تو معاف نہ ہوگا اسی طرح مرض الموت میں بھی معاف نہ ہوگا اور معاف ہونا اجازت ورثہ پر موقوف ہوگا "درمختار مع شامی" ج ۲ ر ص ۳۳۸ ر پر ہے: صح حطها اسی کے تحت "ردالمحتار" میں ہے: لابد من رضاها ففی هبة الخلاصة خوفها بضرب حتی وهبت مهر هاله یصح لو قادر اعلی الضرب. وان لا تکون

مریضة مرض الموت اھ ملخصا اور ''فتاویٰ ہندیہ'' ج۱ رص۲۹۳ر پر ہے: لا بد فی صحة حطها من الرضی حتی لو کانت مکرھة لم یصح ومن ان لا تکون مریضة مرض الموت ھکذا فی البحر الرائق واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم — کتبہ محمد یونس رضا الاویسی رضوی

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ — مرکزی دارالافتاء ۸۲ر سوداگران بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

مسلمانوں کا ہولی کھیلنا خود یا ہندوؤں کے ساتھ مل کر کھیلیں تو کیا حکم ہے؟ اور ان کے ساتھ بولنا اٹھنا بیٹھنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

المستفتی: محمد مجیب الرحمٰن

مسجد تھانہ قلعہ بریلی شریف

الجواب:- ہولی کھیلنا، کھلوانا حرام بدکام بدانجام منجر بکفر ہے اور ''غمز العیون'' میں ہے: من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ یعنی جس نے کافروں کے کسی فعل کو اچھا سمجھا بالاتفاق عند المشائخ کافر ہوگیا۔ لہٰذا جو مسلمان اس میں شریک ہوئے ان پر لازم ہے کہ صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور تجدید ایمان بھی کرلیں اور بیوی والے ہوں تو تجدید نکاح بھی کریں جب تک وہ لوگ حکم مذکور پر عمل نہ کریں ہر واقف حال مسلمان کو ان سے ترک تعلق کا حکم ہے: قال تعالیٰ وامّا ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم — کتبہ محمد یونس رضا الاویسی رضوی

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ — مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) مسجد کے طبقہ بالا پر جماعت کی میٹنگ جس میں ٹرسٹ کے معاملات پر بحث وغیرہ کیا جائے۔

(۲) ٹرسٹی حضرات کو منتخب کرنے کیلئے مسجد کے طبقہ بالا پر الیکشن کیلئے جو باقاعدہ انتظام کیا جاتا ہے آیا قرآن کریم اور حدیث کی روشنی میں صحیح اور درست ہے یا ٹرسٹ کے معاملات کو بحسن خوبی انجام دینے کیلئے مسجد کے طبقہ بالا کا انتظام قرآن کریم اور حدیث کی روشنی میں غلط ہو۔

(۳) الیکشن میں منتخب شدہ ٹرسٹی حضرات کس طرح کے ہوں مفہوماً۔

المستفتی: محمد حنیف، محمد علی گجرات

الجواب بعون العزیز الوہاب :- مسجد کے بابت فقہاء کرام نے تحریر فرمایا ہے کہ زمین سے لیکر آسمان تک اور اسی طرح تحت الثری تک وہ مسجد ہی ہے اور فوق وتحت کا ادب بھی مسجد ہی کی طرح لازم وضروری ہے ''درمختار'' ص ۶۵۶ / ج ۱ / پر ہے: وكره تحريما الوط فوقه والبول والتغوط لأنه مسجد إلى عنان السماء اور اسی کے تحت ''ردالمحتار'' میں ہے: وكذا إلى تحت الثرى كمافي البيرى عن الاسبيجابي اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احدا اس آیت کریمہ کے تحت ''تفسیر احمدیہ'' ص ۴۸۹ / پر ہے: لا يجوز في المسجد التكلم بكلام الدنيا یعنی دنیا کی بات مسجد میں جائز نہیں اور حدیث شریف میں ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پانچ جگہ دنیا کی بات کرنے سے اللہ تعالیٰ چالیس سال کے اعمال اکارت فرمادیتا ہے جن میں پہلی جگہ مسجد: من تكلم بكلام الدنيا في خمسة مواضع احبط الله تعالىٰ منه عبادة اربعين سنة الاول في المسجد و الثاني في تلاوة القرآن و الثالث في وقت الاذان والرابع في مجلس العلماء والخامس في زيارة القبور لہٰذا مسجد کے طبقہ بالا کی ٹرسٹ کی میٹنگ وغیرہ کرنا جائز نہیں شرکاء میٹنگ کو چاہیئے کہ توبہ واستغفار کرلیں ہاں اگر مسجد ہی کے امور پر

میٹنگ ہواور باادب طریقے سے ہوں تو کر سکتے ہیں مگر احتیاط یہی ہے کہ بچیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) سائل یہ پوچھتا ہے کہ مسجد کے طبقہ بالا پر باقاعدہ انتظام کرنا قرآن وحدیث کی رو سے درست ہے بلکہ یہ معلوم کر کہ کیسا وبال ہے جواب نمبر ار کی حدیث من تکلم الی آخرہ سے ظاہر ہے لہٰذا ان امور پر گفتگو خارج مسجد ہی کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) یہ سوال مٹا ہوا ہے بغور دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ سائل یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ ٹرسٹی الیکشن میں منتخب کسے کیا جائے؟ ٹرسٹی الیکشن میں منتخب انہیں حضرات کو کیا جائے جو دیندار وامانت دار ہوں اور اسلام کی قدر وعظمت سے آشنا ہو اور مسجد و مدرسہ کے امور کو بحسن وخوبی کر سکتا ہو نہ کہ ہر ایک ممبران کو یہ عہدہ دیا جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد یونس رضا الاویسی الرضوی
مرکزی دارالافتاء ۸۲ر سوداگران بریلی شریف
۶ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر محمد اختر رضا القادری الازہری غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی
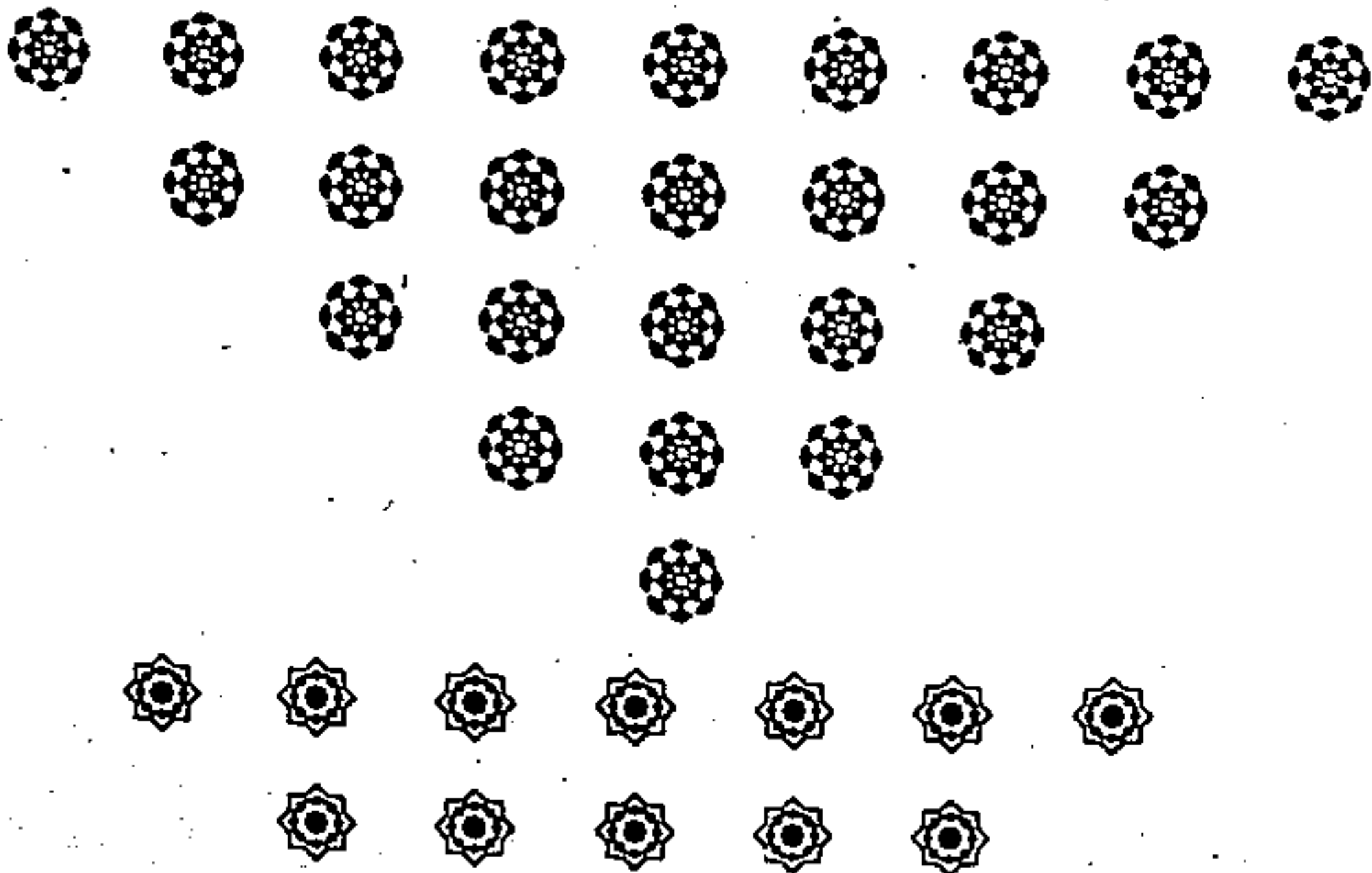
مولانا محمد عاصم رضا قادری مظفرپوری

مولانا محمد عاصم رضا قادری مظفرپوری ۱۲ر فروری ۱۹۷۶ء کو قصبہ سیداس پور، تحصیل کٹرہ، ضلع مظفرپور بہار کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گاؤں ہی میں پائی اور تحتانیہ تا ثانیہ مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع مؤ یو۰ پی۰ اور دارالعلوم امجدیہ گانجہ کھیت ناگپور مہاراشٹر میں حاصل کی، بعدہ برادر اکبر حضرت مولانا محمد قاسم رضا قادری امجدی زید مجدہ کے حکم پر ۱۹۹۳ء میں اہلسنّت کی عظیم درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ میں درجۂ ثالث میں داخلہ لیا اور درس نظامی کی تکمیل کے بعد ۱۹۹۸ء میں سند فراغت ودستار فضیلت حاصل کی۔

۲۰۰۰ء میں تربیت افتاء کے حصول کی غرض سے مرکزی دارالافتاء بریلی شریف میں داخلہ لیا، فی الوقت آپ تربیت افتاء سال دوم میں مشق افتاء کے ساتھ ساتھ حضور تاج الشریعہ اور عمدۃ المحققین سے ''رسم المفتی، اجلی الاعلام، بخاری شریف'' کا درس لے رہے ہیں، مولیٰ تعالیٰ آپ کو علم دین کی دولت سے مالا مال فرمائے! آمین۔

از: محمد عبدالوحید رضوی بریلوی امین الفتویٰ مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ

(۱) اگر لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانا خلاف سنت ہے تو پھر مائک پر اذان دینا، تقریر کرنا، خطبہ پڑھنا اور مرید بن کرنا یہ سب بھی تو خلاف سنت ہیں تو ان سب کے جائز ہونے کی کیا دلیل ہے؟

(۲) حضور ﷺ کا معراج شریف کی رات کو نعلین شریف پہن کر عرش پر جانا کون سی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

(۳) حضور ﷺ کے نعلین شریف کے نقش کے درمیان میں عہد نامہ لکھنا یا بسم اللہ شریف لکھنا کیسا ہے؟ جب کے بعض لوگ اس کو قطعاً حرام و گستاخی کہتے ہیں؟

(۴) پاکستان میں رہنے والے کافر ذمی ہیں یا حربی؟ اور ان کو قربانی کا گوشت دینا ان کی عیادت کرنا اور ان کو نوکر رکھنا کیسا ہے؟ جوابات تفصیلاً و بحوالا دیئے جائیں۔

المستفتی نعیم احمد شیخ القادری الرضوی

نزد میمن مسجد چاکی پاڑہ شہداد پور ضلع سانگھر سندھ پاکستان

الاجوبۃ :- (۱) حالت نماز میں امام و مقتدی کو نماز کے علاوہ کسی عمل کی اجازت نہیں اگر کریں تو نماز فاسد ہوگی یونہی حالت نماز میں مقتدی پر امام کی اتباع لازم ہے اگر اس کے برعکس کریگا مثلاً اپنے کسی بھی رکن میں امام کے علاوہ غیر کی اتباع کرے تو من لم یدخل فی الصلوٰۃ کی اتباع کی وجہ سے نماز فاسد ہوگی (کذا فی کتب الفقہ) لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر لاؤڈ اسپیکر ایسا ہے کہ بذات خود آواز نہیں لیتا بلکہ کسی عمل کے ذریعہ آواز ڈالنی پڑتی ہے تو بار بار کے تکرار سے عمل کثیر پایا گیا اور یہ امام کی نماز کے فساد کا باعث ہوگا اور جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی بھی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ایسا نہیں بلکہ وہ خود ہی آواز لے لیتا ہے کسی عمل کی حاجت نہیں پڑتی جیسا کہ موجودہ زمانے کے لاؤڈ اسپیکر عام طور پر ایسا ہی ہوتے ہیں تو اس صورت میں امام اور ان

مقتدیوں کی بھی نماز ہو جائے گی جنہوں نے امام کی آواز پر تحریمہ باندھا ہے اور امام کی آواز پر ہی انتقالات کر رہے ہیں لیکن دور کے وہ مقتدی جن تک امام کی آواز نہیں پہونچ رہی ہے اور انہوں نے لاؤڈاسپیکر کی آواز سن کر تحریمہ باندھا ہے ان کی نماز ہو گی ہی نہیں کہ انہوں نے آواز امام کے علاوہ آواز غیر کی اتباع کی ہے اسلئے کہ فقہاء کرام نے مکبر الصوت کی آواز کو آواز غیر فرمایا ہے اور آواز غیر کی اتباع سے بالاتفاق نماز فاسد ہو جاتی ہے علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ ''ردالمختار'' جلد اول صفحہ ۴۷۵ پر اس مبلغ کے متعلق جس نے صرف تبلیغ کا قصد کیا تحریمہ کا قصد نہیں کیا اور اس کی آواز پر انتقالات کرنے والے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ نہ خود اس مبلغ کی نماز ہو گی اور نہ اس کی آواز کی اتباع کرنے والے کی نماز ہو گی: المبلغ اذا قصد التبلیغ فقط خالیا عن قصد الاحرام فلا صلاۃ له و لا لمن یصلی بتبلیغه فی هذه الحالة لانه اقتدی بمن لم یدخل فی الصلاۃ فان قصد بتکبیرہ الاحرام مع التبلیغ للمصلین فذالک هو المقصود منه شرعاً شامی کی اس عبارت سے واضح ہے کہ مبلغ جو نماز میں شامل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اگر اس نے صرف اعلام کی نیت کی تحریمہ کی نیت نہ کی تو نہ خود اس کی نماز ہو گی اور نہ اس کی آواز کی اتباع کرنے والے کی نماز ہو گی تو اب اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ لاؤڈاسپیکر پر نماز بدرجہ اتم نہ ہو گی کہ یہ نماز میں داخل نہ اس کے لائق ہے تو اس میں من لم یدخل فی الصلوٰۃ اور تلقن من الخارج کا معنی کامل طور پر موجود ہے اور یہ بالاتفاق مفسد نماز ہے لہٰذا نماز میں لاؤڈاسپیکر کا استعمال ناجائز ہونا بایں معنی نہیں کہ خلاف سنت ہے بلکہ اس معنی کر کے ہے کہ اس میں من لم یدخل فی الصلوٰۃ اور تلقن من الخارج کا معنی پایا جاتا ہے جو کہ مفسد نماز ہے اب اس پر دیگر چیزوں کا قیاس غلط و قیاس مع الفارق ہے اسلئے کہ نماز فرائض میں سے ہے اور اذان، تقریر، خطبہ اور مرید کرنا واجبات و سنن و مستحبات میں سے ہیں نیز حضور صدرالشریعہ

علیہ الرحمہ خطبہ کے متعلق ارشادفرماتے ہیں آلہ مکبر الصوت سے خطبہ سننے میں حرج نہیں مگراس کی آواز پر رکوع سجود کرنا مفسد نماز ہے(فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۱۹۰/۱۹۱/۱۹۲)اور حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے فتاویٰ میں یہ ہے کہ اذان واقامت وخطبہ کے وقت اس کے استعمال میں یہ حرج نہیں جونماز میں ہے(القول الازہر)اب اس سے واضح ہے کہ اذان تقریر،خطبہ اور پیری و مریدی کے وقت اس کا استعمال بلا کراہت جائز ہے مزید تفصیل کیلئے لاؤڈاسپیکر سے متعلق رسالوں کا مطالعہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲)تتبع وتلاش کے باوجود فقیر کی نظر سے کوئی حدیث صحیح یا ضعیف نہیں گزری جس میں اسکا ثبوت ہوالبتہ''معارج النبوۃ''ص ۱۱۴ر پر ہے: انگاہ جبرئیل ردای از نور در برآنسرور ﷺ افگندو نعلینی از زمرد پائے اودرآور یعنی حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام وقت معراج نور کی چادر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کواڑھادی اورآپ ﷺ کے پائے اقدس میں زمرد پتھر سے بنا ہوا نعلین شریف پہنا دیئے اس سے معلوم ہوا کہ حضوراکرم ﷺ معراج شریف کیلئے جو نعلین پاک پہنکر تشریف لے گئے وہ عام نعلین پاک نہ تھا بلکہ منجانب اللہ خاص اس رات کوآپ کیلئے بھیجا گیا تھا مگراس میں بھی واضح طور پر نعلین شریف پہن کر عرش پر جانا ثابت نہیں لہٰذااس کے متعلق سکوت بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳)حضوراقدس ﷺ کے نعلین پاک کے عکس کے درمیان بسم اللہ شریف یا عہدنامہ لکھنا جائز ہے اسلئے کہ یہ اصل نعلین پاک نہیں اگرچہ اعزاز واحترام اور حصول منافع میں اصل کے حکم میں ہیں (فتاویٰ رضویہ ج نہم ص ۱۵۰)اس کو قطعاً حرام وگستاخی بتانا غلط وباطل ہے اسلئے کہ حکم کا مدار نیت پر ہے قال النبی ﷺ انما الاعمال بالنیات معاذاللہ اگر لکھنے والے کی نیت سوءادبی ہے تو اسکا یہ فعل صرف حرام وگستاخی ہی نہیں بلکہ اسے دائرہ اسلام سے خارج کردیگا اور اگر اسکی نیت اعزاز و احترام اور حصول برکت کی نیت ہے تو مستحق اجروثواب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) پاکستان دارالاسلام ضرور ہے مگر وہاں کے کفار حربی ہیں ذمی نہیں اسلئے کہ ذمی ہونے کے شرائط مفقود ہیں نہ وہ جزیہ دیتے ہیں اور نہ ان پر کوئی مذہبی پابندی ہے پاکستان میں جس طرح مسلمانوں کو مذہبی آزادی ہے کافروں کیلئے بھی ویسے ہی مذہبی آزادی ہے بے ضرورت مسلمانوں کا ان سے معاملات جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ: انما ینھکم اللہ عن الذین قتلوکم (سورۃ ممتحنہ آیت ۹) انہیں قربانی کا گوشت دینا ناجائز ہے قال اللہ تعالیٰ والطیبٰت للطیبین و الطیبون للطیبٰت اور ان کی عیادت کرنا بھی ناجائز کہ کسی کی عیادت ایک طرح کی اس کی تعظیم و تکریم ہے اور کفار لائق تعظیم و تکریم نہیں بلکہ لائق اہانت ہیں۔ البتہ کافر کو نوکر رکھنا جائز ہے اور اس کی اجرت میں قربانی کا گوشت دیدے تو حرج نہیں کہ وہ اسکے اپنے ہی صرف میں آیا یوہیں اگر اسے بطور انعام اس امید پر دے کہ مزدور خوش دل کند کار بیش تو بھی حرج نہ ہونا چاہیئے (فتاویٰ مصطفویہ ص ۴۵۰) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد عاصم رضا قادری غفرلہ

مرکزی دارالافتاء ۸۲ / سوداگرن بریلی شریف

۲۲ / جمادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم اعلیحضرت قدس سرہ نے احکام شریعت جلد دوم صفحہ ۱۰ / میں نعلین والی روایت کے متعلق فرمایا یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور "الملفوظ" حصہ دوم صفحہ ۱۰ / میں بھی نعلین والی روایت کو باطل و موضوع بتایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ

(۱) وہابیوں، دیوبندیوں اور شیعوں کی اپنی نمازوں کا کیا حکم ہے؟

(۲) وہابیوں، دیوبندیوں اور شیعوں کی اذانوں کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کی اذانوں کو سن کر اذان کا جواب دینا چاہیئے یا روزہ افطار کرنا چاہیئے؟

(۳) نماز میں کسی بھی آیت کو توڑ توڑ کر پڑھنا یا جہاں وقف نہیں وہاں وقف کر کے پڑھنا کیسا ہے؟

(۴) نفل نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یا خلاف اولیٰ؟ کیا خلاف اولیٰ جائز میں شمار ہوتا ہے؟

(۵) شریعت میں عورت کی امامت کا کیا حکم ہے؟ جوابات تفصیلاً و بحوالہ دیئے جائیں

المستفتی: نعیم احمد شیخ القادری الرضوی

نزد میمن مسجد چاکی پاڑہ شہداد پور ضلع سانگھر سندھ (پاکستان)

الاجوبۃ:- (۱) وہابیوں، دیوبندیوں اور شیعوں پر بوجوہ کثیرہ حکم کفر ہے اور وہ اپنے عقائد خبیثہ کے سبب اسلام سے خارج ہیں اور ان کا حکم مرتدین کا حکم ہے "ہندیہ" جلد دوم صفحہ ۲۶۴ پر ہے: **واحکامھم احکام المرتدین** اور علمائے حرمین شریفین نے حسام الحرمین میں دیابنہ و وہابیہ کیلئے کفر کا فتویٰ دیکر یہاں تک فرمایا ہے: **من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر** یعنی جو شخص ان کے کفریات پر مطلع ہو کر ان کے عذاب و کفر میں ادنیٰ شک کرے گا خود کافر ہو جائے گا اور ان کی نماز باطل محض ہے اگر پڑھیں گے تو ان کی نماز نماز میں شمار نہ ہوگی؟ کہ نماز کی صحت کیلئے نمازی کا مسلمان ہونا شرط ہے قال اللہ تعالیٰ: **ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا** (پ ۵ سورۂ نساء) بیشک نماز ایمان والوں پر فرض ہے وقت بندھا ہوا اور جب ان کی نماز باطل ہے تو ان کی اذان بھی باطل ہے اسلئے کہ جس طرح صحت نماز کیلئے ایمان شرط ہے اسی طرح اذان کی صحت کیلئے بھی ایمان شرط ہے **جزم المصنف بعد صحۃ اذان مجنون ومعتوہ وصبی لایعقل قلت و کافر و فاسق لعدم قبول قولھما فی الدیانات**

کذافی الدر المختار واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) وہابیوں، دیوبندیوں اور شیعوں کی اذان اذان میں شمار نہیں نہ اس کی جواب کی حاجت اور نہ اہل سنت کو اس پر اکتفا کی اجازت بلکہ اگر ان میں کا کوئی اذان دیدے تو اذان کا اعادہ کرنا ضروری ہے (فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۴۲۱ والملفوظ ج اول صفحہ ۱۰۹) درمختار جلد اول صفحہ ۲۹۳ ر پر ہے: ویعاد اذان کافر وفاسق اور "جدالممتار" جلد اول ص ۲۰۶ ی ر پر ہے: فالحق عندی ماقرره المحقق صاحب البحر ان العقل والاسلام شرط الصحة فاذان صبی لا يعقل و سكران ثمل و مجنون مطبق وكافر مطلقا كل ذلك باطل و شعار الاسلام لا يقوم بباطل البتہ اسم جلالت سنکر تعظیم کے کلمات کہنا چاہئے اور نام اقدس ﷺ سن کر درود شریف پڑھنا چاہیئے (الملفوظ جلد ا صفحہ ۱۰۹) اور ان کی اذان کی آواز سنکر روزہ افطار کرنا بھی منع ہے لعدم قبول قوله فی الديانات (درمختار جلد ا ص ۲۹۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اگر آیتوں کو توڑ توڑ کر پڑھنے میں یا غیر وقف کی جگہ وقف کرنے میں تغیر معنی واقع نہیں ہوتا بلکہ کلام تام ہو جاتا ہے تو قصداً بھی ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نہ نماز میں اصلاً کچھ خلل آتا ہے ہاں مخالفت کا قصد البتہ گناہ بلکہ بعض صورتوں میں قبیح اور سب سے سخت تر حکم کا مستوجب ہے بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۳۶ و ۱۴۳ و بہار شریعت جلد سوم صفحہ ۱۰۴ و ۱۰۵ اور عالمگیری جلد اول صفحہ ۸۱ ر پر ہے: اذا وقف فی غير موضع الوقف او ابتدأ فی غير موضع الابتدا ان لم يتغير به المعنى تغيرا فاحشا نحو ان يقول ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات ووقف ثم ابتداء بقوله اولئک هم خير البرية لا تفسد بالاجماع بين علمائنا هكذا فی المحيط اور اگر اس طرح پڑھنے سے معنی میں تغیر و تبدل واقع ہوتا ہے تو اس طرح پڑھنا ناجائز و حرام اور فساد نماز کا باعث ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) تراویح وکسوف واستسقاء کے سوا جماعت نوافل میں ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب مشہور ومعروف اور عامہ کتب مذہب میں مذکور ومسطور یہ ہے کہ بلا تداعی مضائقہ نہیں اور تداعی کیساتھ مکروہ ہے (تداعی ایک دوسرے کو بلانا جمع کرنا) اسلئے کہ اس سے کثرت جماعت لازم آتی ہے اور ائمہ کرام نے اسے مکروہ کہا ہے ''غنیۃ'' ص ۴۳۲ / پر ہے: واعلم ان النفل بالجماعة علی سبیل التداعی مکروہ علی ماتقدم ماعدا التراویح و صلاة الکسوف والاستسقاء اور اسی کے تحت طحطاوی علی مراقی الفلاح باب النوافل صفحہ ۲۴۱ / میں ہے: واعلم ان الصلاة فی نفسها مشروعة بصفة الانفرادو الاقتداء فیها صحیح مع الکراهة حیث کان علی التداعی پھر ''فتاویٰ رضویہ'' جلد سوم صفحہ ۴۶۴ / اور ''درمختار'' جلد دوم صفحہ ۴۹ / پر اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ نوافل کی جماعت میں اگر تین مقتدی اور چوتھا امام ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر چار مقتدی اور پانچواں امام ہو تو تداعی کے طور پر مکروہ ہے یعنی تداعی کے طریقہ پر اقتداء کر لی تو بالاتفاق نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی: قال التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکرہ ذلک علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدرر ولاخلاف فی صحته الاقتداء اذلامانع پھر صورت ہذا میں اظہر یہ ہے کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ نہ تحریمی کہ گناہ وممنوع ہو اور خلاف اولیٰ بلاشبہ جائز میں شمار ہوتا ہے جیسا کہ شامی صفحہ ۴۸/۴۹ / کی اس عبارت سے واضح ہے: الظاهر ان الجماعة فیه غیر مستحبة ثم ان کان ذلک احیاناً کما فعل عمر کان مباحاً غیر مکروہ وان کان علی سبیل المواظبة کان بدعة مکروهة لانه خلاف المتوارث وبعد ذلک قال والنفل بالجماعة غیر مستحب لانه لم تفعله الصحابة فی غیر رمضان اه وهو کالصریح فی انها کراهة تنزیة تامل اھ پھر اسی صفحہ پر علامہ ابن عابدین شامی نے

اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ یہ خلاف اولیٰ ہونا بھی اس وقت ہے جب کہ امام ومقتدی سب کے سب متنفل ہوں اور اگر ایسا نہیں بلکہ امام مفترض اور مقتدی متنفل ہوں تو خلاف اولیٰ بھی نہیں ہے: قال وهذا كله لو كان الكل متنفلين اما لو اقتدى متنفلون بمفترض فلا كراهة واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) عورتوں کی امامت یا جماعت چاہے فرض میں ہو یا نفل میں مطلقاً مکروہ ہے اور اگر کریں تو ان میں جو امام بنے وہ انکے وسط میں کھڑی ہو مردوں کے امام کی طرح آگے نہ کھڑی ہو کہ اس میں ان کی امام آگے کھڑی ہوگی تو کراہت دوہری ہو جائے گی اور امام دوہری گنہگار (فتاویٰ مصطفویہ صفحہ ۲۱۳) اور ''درمختار'' جلد اول صفحہ ۵۱۵ ر پر ہے: ويكره تحريما جماعة النساء یعنی عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اسی کے تحت ہندیہ جلد اول صفحہ ۸۵ ر و مجمع الانہر جلد اول ص ۱۰۸ ر اور ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۲۳ ر پر فقہاء کرام سے منقول ہے: ويكره للنساء ان يصلين وحدهن الجماعة لانها لا تخلو عن ارتكاب محرم وهو قيام الامام وسط الصف فيكره كالعراة وان فعلن قامت الامام وسطهن لان عائشة فعلت كذالک وحمل فعلها الجماعة على ابتداء الاسلام لان فى التقدم زيادة الكشف واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد عاصم رضا قادری	صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
مرکزی دارالافتاء ۸۲ ر سوداگران بریلی شریف	فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ
ا ر رجب المرجب ۱۴۲۲ھ	صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
	قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ

(۱) روزے کی حالت میں عطر لگانا سونگھنا، پھول سونگھنا، سرمہ لگانا، تیل لگانا، خط بنوانا، بال ترشوانا،

زیر ناف بال مونڈنا، ناخن تراشنا، سر اور ناک میں باہر سے بام لگانا، جسم میں تیل کی مالش کرنا، ہونٹوں پر ویسلین لگانا، چہرے پر کریم یا لوشن لگانا، سر اور داڑھی میں لال مہندی لگانا، مسواک کرنا، عورتوں کو دانتوں میں مسّی دھنداسہ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

(۲) روزے کی حالت میں بیماری کی وجہ سے رگ یا گوشت میں انجکشن لگوانا کیسا ہے؟ کیا اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا؟

(۳) روزے کی حالت میں اپنڈکس، ہرنیا یا آنکھ کا آپریشن کروانا کیسا ہے؟ کیا اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا؟

(۴) روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ یا ڈنڈونک پاؤڈر وغیرہ استعمال کرنا کیسا ہے؟

(۵) روزے کی حالت میں دمے کے مریض کو انہیلر کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ کیا اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا؟ جب کے اس میں غذا نہیں ہوتی صرف ہوا ہوتی ہے؟ جوابات تفصیلاً وبحوالہ دیئے جائیں۔

المستفتی: نعیم احمد شیخ القادری الرضوی

نزد میمن مسجد چاکی پاڑہ شہداد پور ضلع سانگھر سندھ (پاکستان)

الجواب:- روزے کی حالت میں عطر لگانا سونگھنا، پھول سونگھنا، سرمہ لگانا، تیل لگانا، خط بنوانا، بال ترشوانا، موئے زیر ناف مونڈنا، ناخن تراشنا، بام لگانا، تیل کی مالش کرنا، ویسلین یا کریم لگانا، مہندی لگانا، مسواک کرنا یہ سب جائز ہیں اور مفسد صوم نہیں ہاں عورتوں کو مسّی مردوں کو منجن ملنا نہ چاہئے اور اصل کلی یہ ہے کہ منفذ کے ذریعہ کسی دوا یا غذا کا معدہ یا دماغ میں داخل ہونا مفسد صوم ہے مسام کے ذریعہ کوئی چیز داخل بدن ہو تو اس سے روزہ نہ جائے گا اور ان چیزوں کے کرنے سے منفذ کے ذریعہ کوئی چیز اندر نہیں جاتی ہے لہذا مفسد نہیں ہے ردالمحتار میں ہے: قال فی النھر لان

الـموجـود فـی حـلقـه اثر داخل من المسام الذی هو خلل البدن و المفطر انما هوالـداخل من المنافذ للاتفاق ان من اغتسل فی ماء فوجد برده فی بد نه انه لا یفـطر......وسیاتی ان کلا من الکحل والدهن غیر مکروه درمختار میں ہے: اودخل حـلقـه غبـار اوذبـاب او دخـان ولـوذاکر ا استحسـانـا لعدم امکـان التحرز عـنـه......اوادهـن اواکتحل اواحتجم وان وجد طعمه فی حلقه اورفتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۵۹٦ بھی ملاحظہ کرلیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) روزہ فاسد نہ ہوگا۔ البتہ روزے کی حالت میں انجکشن مکروہ ہے اوردلیل وہی ہے جونمبر الفائق سے گزرا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اگرضعف لاحق نہ ہوتو حرج نہیں اوراگرضعف کا غالب ظن ہو کہ روزہ نہ رکھ سکے گا تو ممنوع ہےدرمختار جلددوم صفحہ ۴۲۰ میں ہے: لا یجوز ان یعمل عملا یصل به الی الضعف نیز ہرنیا کے آپریشن میں اگردواء جوف (معدہ) تک پہنچے گی تو روزہ کوفاسد کردیگی اسلئے کہ فسادصوم کے متعلق فقہ کا قاعدہ ہے وصـول مـا فیـه صـلاح بدنه لجوفه اورردالمحتار صفحہ ۱۰۴ رمیں ہے: والذی ذکره المحققون ان معنی المفطر وصول مافیه صلاح البدن الی الجوف اعم من کونه غذاء او دواء یقابل القول الاول هذا هو المناسب فی تحقیق محل الخلاف نیزاگراضطرار کی حالت نہ ہوتو اس روزہ کی قضاوکفارہ دونوں لازم ہےاوراگراضطرار کی حالت ہوتو صرف قضالازم ہے کفارہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اعلیحضرت قدس سرہ فرماتے ہیں مسواک مطلقاً جائز ہے اگرچہ بعدزوال اور منجن ناجائز و حرام نہیں جبکہ کافی اطمینان ہوکہ اسکا کوئی جزء حلق میں نہ جائے گا۔ مگر بےضرورت صحیح کراہت ضرور ہےدرمختار میں ہے: کره ذوق شی الخ اورپیسٹ میں زیادہ امکان ہے کہ کوئی جزءاندر

جائے اسلئے اس سے بچنا ضرور ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) روزے کی حالت میں انہیلر کا استعمال ممنوع ہے اور بیشک اس کی وجہ سے روزہ فاسد ہو جائے گا اگر چہ اس میں صرف ہوا ہوتی ہے غذا نہیں ہوتی۔ اسلئے کہ وہ اشیاء جو خارج سے جوف صائم میں داخل ہوتی ہیں وہ تین طرح کی ہیں اول وہ ہیں جن سے کسی وقت صائم کو احتراز ممکن نہیں جیسے ہوا دوم وہ جن سے کبھی کبھی سابقہ ہر شخص کو پڑتا ہے اور ان سے احتراز کلی ممکن نہیں جیسے دخول غبار و دخان کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو ان سے قرب کی حاجت ضروری ہے اور وہ اپنی حد ذات میں ممکن الاحتراز نہیں، سوم وہ جن سے ہمیشہ تحرز کر سکتا ہے جیسے جماع و طعام و شراب اور انہیں میں دخان و غبار کا بالقصد ادخال اور اسی کے مثل روزہ کی حالت میں انہیلر کا استعمال اول اور ثانی مفسد صوم نہیں اور ثالث ضرور مفسد صوم ہے اسلئے کہ یہ تو اپنا فعل ہے انسان اس میں مجبور محض نہیں لہٰذا روزہ کی حالت میں ان اشیاء کا استعمال روزہ کے فساد کا باعث ہوگا در مختار جلد دوم ص ۳۹۵ رمیں ہے: ومفاده انه لو ادخل حلقه الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا او عنبرا لو ذاکرا لامکان التحرز عنه فلیتنبه له اور اسی کے تحت شامی میں ہے: ای بای صورة کان الادخال حتی لو تبخر ببخور فآواه الی نفسه واشتم ذاکراً لصومه افطر لا مکان التحرز عنه و هذا مما یغفل عنه کثیر من الناس اور مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد اول ص ۲۴۵ رمیں ہے: علی هذا لو ادخل حلقه فسد صومه حتی ان من تبخر ببخور فاستشم دخانه فادخله حلقه ذاکرا لصومه افطر لا نهم فرقوا بین الدخول والادخال فی مواضع عدیدة لان الادخال عمله والتحرز ممکن ویؤیده قول صاحب النهایة اذا دخل الذباب جوفه لا یفسد صومه لانه لم یوجد ما هو ضد الصوم وهو ادخال الشئ من الخارج الی الباطن وهذا ممایغفل عنه کثیر فلیتنبه

لہ اور طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۳۹۹ رمیں ہے: قولہ اودخل حلقہ غبارا لتقييد بالدخول الاحتراز عن الادخال و لهذا صرحوابان الاحتواء على المبخرة مفسد فقہ کی مذکورہ عبارات سے یہ ثابت ہوگیا کہ غبار ودخان اور اسی کے مثل ہوا میں حکم کا مدار دخول اور ادخال پر ہے یعنی فقہاء کرام اشیاء مذکورہ کو ادخال کی صورت میں مفسد صوم بتاتے ہیں اور ان اشیاء اور اسی کے مثل دیگر اشیاء میں صلاح بدن کا اعتبار نہیں کرتے ہیں لہٰذا ہوا فی نفسہ مفسد صوم تو نہیں لیکن پیٹ یا دماغ تک انہیلر یا کسی بھی آلہ کے ذریعہ اس کا ادخال ضرور مفسد صوم ہے کہ اس میں بالقصد انسان کے فعل کا دخل ہے اور یہ ممتنع الاحتراز نہیں ہے فتح القدیر جلد ثانی ص ۲۶۷ وخانیہ جلد اول صفحہ ۲۰۹ کی عبارت سے مزید اس کی تائید یوں ہوتی ہے: قوله ولو خاض الماء فدخل الماء اذنه لا يفسد صومه وان صب الماء فى اذنه اختلفوا فيه والصحيح هوالفساد لانه وصل الى الجوف بفعله فلا يعتبر فيه صلاح البدن اور ردالمحتار جلد۲ رصفحہ ۳۹۶ رمیں ہے: (قوله وان كان بفعله)اختاره فى الهداية والتبيين وصححه فى المحيط وفى الولوالجية انه المختاروفصل فى الخانية بانه ان دخل لايفسد وان اذخله يفسد فى الصحيح لانه وصل الى الجوف بفعله فلا يعتبر فيه صلاح البدن. مزید تفصیل وتحقیق کیلئے فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۵۹۰/۵۹۲ کا مطالعہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

کتبہ محمد عاصم رضا قادری غفرلہ

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

۲ رشعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ

(۱) روزے کی حالت میں مریض کو حالت اضطراری میں خون دینا کیسا ہے؟ کیا اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا؟

(۲) روزے کی حالت میں گلوکوز کی ڈراپ لگوانا کیسا ہے؟ جب کہ اس سے بھوک ختم ہو جاتی ہے۔

(۳) روزے کی حالت میں خون کی ڈراپ لگوانا کیسا ہے؟ کیا اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا؟

(۴) روزے کی حالت میں کان میں دوائی یا تیل ڈالنا کیسا ہے؟ جبکہ جدید طب نے یہ بات تحقیق کر کے ثابت کر دی ہے کہ کان میں اندر کی طرف کوئی سوراخ یا نالی نہیں ہے جو معدے کی طرف جائے

(۵) روزے کی حالت میں ناک میں دوائی ڈالنا، ڈراپس ڈالنا، ناک کے اندر بام لگانا یا اگر ناک بند رہتی ہو تو ناک کے اندر اسپرے کرنا کیسا ہے؟ کیا اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا؟ جوابات تفصیلاً و بحوالہ دیئے جائیں۔

المستفتی: نعیم احمد شیخ القادری الرضوی

نزد میمن مسجد چاکی پاڑہ شہداد پور ضلع سانگھر سند پاکستان

الجواب:- خون دینا مطلقاً حرام ہے اور روزے کی حالت میں اشد حرام جبکہ ضعف کا اندیشہ ہو البتہ اگر روزے کی حالت میں خون دیدیگا تو روزہ فاسد نہ ہوگا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: الفطر مما دخل ولیس مما خرج (بخاری شریف) اور ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۴۱۹ رمیں ہے: وکره له فعل ماظن انه یضعفه عن الصوم کالفصد والحجامة والعمل الشاق لما فیه من تعریضه للافساد اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) صورت مسئولہ میں اگر اضطرار کی حالت ہو تو حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے اور اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا اگر چہ بھوک ختم ہو جاتی ہے اور اصل کلی یہ ہے کہ منفذ کے ذریعہ کسی دوا یا غذا کا معدہ یا دماغ

میں داخل ہونا مفسد صوم ہے مسام یا رگ کے ذریعہ کوئی چیز داخل بدن ہو تو اس سے روزہ نہ جائے گا اور گلوکوز کی ڈراپ لگوانے میں منفذ کے ذریعہ کوئی چیز اندر نہیں جاتی ہے لہٰذا مفسد نہیں ہے فتاوی ہندیہ جلد اول صفحہ ۲۰۳ رمیں ہے: وما یدخل من مسام البدن من الدهن لا یفطر هکذا فی شرح المجمع اور ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۳۹۵ رمیں ہے: قال فی النهر لان الموجود فی حلقه اثر داخل من المسام الذی هو خلل البدن و المفطر انما هو الداخل من المنافذ للاتفاق علی ان من اغتسل فی ماء فوجد برده فی باطنه انه لا یفطر اور اسکی مثال ایسی ہے کہ کسی کو حالت صوم میں بچھو نے ڈنک مارا ہو تو تمام فقہاء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک اسکا روزہ فاسد نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) خون چڑھانا مطلقاً حرام ہے لیکن روزہ کی حالت میں اگر کسی نے چڑھوالیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور دلیل وہی ہے جو جواب نمبر ۲ میں گزریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) روزہ کی حالت میں کان میں دوائی یا تیل ڈالنا منع ہے اور اگر ڈال لیا تو روزہ جاتا رہا اور اس پر اس روزے کی قضا واجب ہے کفارہ نہیں جیسا کہ فقہ کی ان عبارات سے ظاہر ہے فتاوی ہندیہ جلد اول صفحہ ۲۰۴ رمیں ہے: ومن احتقن او استعط او اقطر فی اذنه دهنا افطر ولا کفارة علیه هکذا فی الهدایة ولو دخل الدهن بغیر صنعه فطره کذا فی محیط السرخسی اور فتح القدیر شرح ہدایہ جلد دوم صفحہ ۲/۷۳ رمیں ہے: ومن احتقن او استعط او اقطر فی اذنه افطر لقوله ﷺ الفطر مما دخل ولوجود معنی الفطر وهو وصول مافیه صلاح البدن الی الجوف ولا کفارة علیه لا نعدامه صورة ولو اقطر فی اذنه الماء او دخله لا یفسد صومه لا نعدام المعنی والصورة بخلاف ما اذا دخله الدهن اور ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۴۰۲ رمیں ہے: (قوله دهنا) قید به لانه لا خلاف فی فساد

الصوم بہ۔ نیز امور شرع میں جدید طب کا قول جو اصول شرع کے خلاف ہو قابل قبول نہیں بلکہ ان ائمہ کرام رحمہم اللہ کے اقوال کا اعتبار ہے جو انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے وارث اور شریعت کے نگہبان ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) روزے کی حالت میں ناک میں دوائی یا ڈراپس ڈالنا ممنوع و ناجائز اور مفسد صوم ہے اور ناک کے اندر بام لگانا یا ناک کے اندر اسپرے کرنا ناجائز و حرام نہیں جبکہ اس کے ذرات دماغ میں نہ پہونچے البتہ مکروہ ضرور ہے اسکی بھی دلیل وہی ہے جو جواب نمبر۴ میں ہندیہ و فتح القدیر وغیرہ سے گزری واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد عاصم رضا قادری غفرلہ	صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف	قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۱۲ رشعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ جو دنبہ ذبح ہوا وہ جنت سے لایا گیا تھا اور لوگوں کا کہنا ہے کہ فتنۂ یزید کے وقت اس دنبہ کی سینگ اور دیگر تبرکات جو کعبہ شریف میں تھے آگ لگنے کی وجہ سے جل گئے تو کیا یہ صحیح ہے؟ حالانکہ روایتوں میں آیا ہے کہ جنتی چیز کو آگ نہیں کھا سکتی؟ نیز اس دنبہ کا گوشت تقسیم کیا گیا یا کیا ہوا؟ تفصیل سے قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔

سائل: محمد ہاشم رضا

سیدا سپور کٹرہ ضلع مظفر پور بہار

الجواب بعون الملک الوہاب :- ہاں یہ صحیح ہے کہ جنتی چیز میں آگ اثر نہیں کرتی جیسا کہ

علامہ صاوی اپنی کتاب تفسیر صاوی جلد سوم صفحہ ۳۲۲ پر تحریر فرماتے ہیں: وبقی قرناہ معلقین علی الکعبة الی ان احترق البیت فی زمن ابن الزبیر وما بقی من الکبش اکلته السباع والطیور لان النار لا تؤثر فیما هو من الجنة کہ اس مینڈھے کی سینگ کعبہ شریف میں آویزاں تھیں یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں فتنۂ حجاج کے وقت کعبہ شریف میں آگ لگی اور وہ جل گئی اور اس کے گوشت پوست چرند و پرند نے کھا لئے اسلئے کہ جنتی چیز میں آگ موثر نہیں ہوسکتی، اس میں سینگ کے جلنے کا صراحۃً ذکر نہیں مگر تفاسیر کی دیگر کتابوں میں مثلاً تفسیر کبیر، تفسیرات احمدیہ، تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، و تفسیر روح البیان وغیرہ میں صراحۃً جلنے کا ذکر ہے: لم یزل قرنا الکبش معلقین بالکعبة فاحترق البیت فاحترقا فی ایام ابن الزبیر والحجاج لیکن اس کے جنتی ہونے میں اختلاف ہے چنانچہ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ جو جانور ذبح کیا گیا وہ پہاڑی بکرا تھا جو ''ثبیر پہاڑ'' سے اترا تھا اور یہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی قول ہے تو اس صورت میں کوئی اختلاف نہیں لیکن حضرت ابن عباس و علامہ سدی اور دیگر مفسرین کے کلاموں میں یہ ہے کہ وہ جنتی مینڈھا تھا جسے بحکم الٰہی حضرت جبریل علیہ السلام جنت سے لیکر آئے اور یہ وہی مینڈھا تھا جس کی حضرت آدم علیہ السلام کے لڑکے ''ہابیل'' نے قربانی کی تھی یہ چالیس سال تک جنت میں چرتا رہا اور پھر حضرت ذبیح علیہ السلام کی جگہ قربان کیا گیا مگر اس سے فی نفسہ اس کا جنتی ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ ''سورۂ مائدہ'' کی آیت اذ قربا قربانا فتقبل من احد هما ولم یتقبل من الآخر کی تفسیر میں ہے کہ آدم و حوا علیہما السلام کے زمانے میں نکاح کا طریقہ یہ تھا کہ ایک حمل سے ایک لڑکا و ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے تو ایک حمل کے لڑکے کا نکاح دوسرے حمل کی لڑکی سے اور دوسرے حمل کے لڑکے کا نکاح پہلے حمل کی لڑکی سے ہوتا تھا تو قابیل کے ساتھ والی لڑکی جو

بہت خوبصورت تھی ہابیل کے حصہ میں آئی اس پر قابیل راضی نہ ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام نے دونوں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرو جس کی قربانی مقبول ہوگی وہی اس کا حقدار ہے چنانچہ قابیل کھیتی باڑی وغلہ کی پیداوار کرتا تھا اس نے اپنا نفیس غلہ قربانی کیلئے پیش کیا تو آگ نے اسے قبول نہ کیا: وھو ای قابیل کان صاحب زرع وقرب اردأ ماعنده من القمح ولم تتعرض له النار (روح البیان ج۲ص۳۷۹) اور ہابیل بکریاں پالتا تھا اس کے پاس بکریوں کا ریوڑ تھا اس نے سب سے عمدہ بکری پیش کی تو آگ اتری اور اسے جنت کی طرف اٹھا لے گئی یہ چالیس سال تک جنت میں رہی اور حضرت ذبیح علیہ السلام کا فدیہ بنی و کان قربان ھابیل کبشا لانه کان صاحب غنم اخذه من اجود غنمه فرفع الی الجنة فلم یزل یرعی فیھا الیٰ ان فدی به الذبیح علیه السلام (روح البیان، قرطبی، صاوی) ان روایات وفرمودات سے اسکا جنتی ہونا ثابت نہیں ہوا تو اب اس کی سینگ کا جلنا دنیاوی چیز کا جلنا ہوا جنتی چیز کا جلنا نہ ہوا بہر حال تفسیری روایات مختلف ہیں قطعی فیصلہ مشکل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد عاصم رضا قادری غفرلہ — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی — مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

۲ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ

(۱) روزے کی حالت میں کیرم بورڈ، ویڈیو گیمز، اسنوکر، بلیئرڈ، تاش، شطرنج اور لوڈو وغیرہ کھیل کھیلنا کیسا ہے؟ کیا ان سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے؟

(۲) روزے کی حالت میں بیوی کو بوسہ دینا، گلے لگانا، بدن چھونا کیسا ہے؟ اور اگر اس دوران انزال ہو جائے تو کیا روزہ فاسد ہو جائے گا؟

(۳) روزے کی حالت میں آنکھ میں دوائی ڈالنا کیسا ہے؟

(۴) روزے کی حالت میں دانت اکھڑوانا کیسا ہے؟

(۵) کیا نفلی روزے کیلئے سحری کرنا شرط ہے؟

(٦) فرض و نفلی روزے کی نیت کب تک کر سکتے ہیں؟

جوابات تفصیلاً و بحوالہ دیا جائیں۔

المستفتی: نعیم احمد شیخ القادری رضوی

نزد میمن مسجد چاکی پاڑہ شہداد پور ضلع سانگھڑ سندھ پاکستان

الجواب:۔ کھیل جس طرح کا ہو مطلقاً ناجائز و حرام ہے اور روزے کی حالت میں اشد حرام ہے اور بیشک ان کی وجہ سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے (بہار شریعت) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم و یتخذھا ھزوا اولٰئک لھم عذاب مھین اور کچھ لوگ کھیل کی بات خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے (سورۃ لقمان پ ۲۱) اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جتنی چیزوں سے آدمی لہو کرتا ہے سب باطل ہیں مگر کمان سے تیر چلانا اور گھوڑے کو ادب دینا اور زوجہ کے ساتھ ملاعبت یہ تینوں حق ہیں (ترمذی) اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے: من لعب بالنردشیر فکانما صبغ یدہ فی لحم الخنزیر و دمہ جس نے چوسر کھیلی اس نے گویا اپنا ہاتھ سور کے گوشت و خون میں رنگا اور مسلم شریف کی دوسری حدیث صحیح میں فرمایا گیا: من لعب بالنرد فقد عصی اللہ و رسولہ جس نے چوسر کھیلی اس نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی، اور "درمختار" جلد ششم ص ۳۹۴ میں ہے: و کرہ تحریما اللعب بالنرد و کذا الشطرنج بکسر اولہ و یھمل ولا یفتح الانادرا و اباحہ الشافعی

وابو یوسف فی روایة وھذا اذا لم یقامر ولم یخل بواجب والا فحرام بالاجماع اوراس کے تحت ''ردالمحتار'' میں ہے: فھو حرام وکبیرة عندنا وفی اباحته اعانة الشیطان علی الاسلام والمسلمین کما فی الکافی قھستانی اور ''عالمگیریہ'' جلد خامس ص ۳۵۲ رمیں ہے: ویکرہ اللعب بالشطرنج والنرد وثلاثة عشر واربعة عشر وکل ماھو سوی الشطرنج حرام بالاجماع واما الشطرنج فاللعب به حرام عندنا والذی یلعب بالشطرنج ھل تسقط عدالته وھل تقبل شھادته فان قامر به سقطت عدالته ولم تقبل شھادته وان لم یقامر لم تسقط عدالته و تقبل شھادته ولم یر ابو حنیفة رحمه الله تعالیٰ بالسلام علیھم باسا و کرہ ذلک ابو یوسف و محمد رحمھما الله تعالیٰ تحقیر الھم کذافی الجامع الصغیر اورتفسیر صاوی جلد اول ص ۲۸۵ رمیں آیت: انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر الآیة کی تفسیر میں اس کی تفصیل یوں کی گئی ہے کہ اگر کھیل کے سبب فرائض وواجبات ضائع ہو جائیں مثلاً وقت پر ادا نہ ہوں تو بالاجماع حرام ہے اور اگر ضائع نہ ہوں مگر قمار کے طریقہ پر ہو یعنی مال کے بدلے ہو تو بھی بالاجماع حرام ہے اور اگر قمار کے طریقہ پر نہ ہو اور نہ فرائض وواجبات ضائع ہوں تو اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض مکروہ اور بعض حرام بتاتے ہیں کہ ایسا کام کرنا جس میں دینی یا دنیوی منفعت نہ ہو ایسے بھی حرام اور روزے کی حالت میں اشد حرام ہے: قوله والمراد بالقمار اللعب بالملاھی کا لطاب والطولة والمنقلة فیحرم اللعب بذلک اذا کان بمال اجماعا وبغیرہ ففیھا الخلاف بین العلماء بالکراھة والحرمة مالم یضیع بسببھا الفرائض والا فحرام اجماعا اورصاحب تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۳۳۸ رمیں مزید فرماتے ہیں: ویدخل فیه جمیع انواع القمار والشطرنج

وغیرهما حتی لعب الصبیان بالجوز والکعاب اور تفسیرات احمدیہ ۲۴۴ رمیں ہے:
فالحاصل ان اللعب بالقمار ای لعب کان حرام بالاجماع و بدون القمار فیما
فیه نص قطعی حرام بالاجماع و فیما فی دلیله شبهة اختلف فیه علی ماعرف فی
الفقه ان عبارات سے واضح ہوگیا کہ کھیل فی نفسہ ممنوع وناجائز ہے اوراسکے جواز کی کوئی راہ نہیں
اب جبکہ یہ فی نفسہ ناجائز وحرام ہے تو روزے کی حالت میں اس کی حرمت مزید بڑھ جائے گی اسلئے
کہ روزہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک صرف کھانے پینے اور جماع سے باز رہنے ہی کا نام نہیں
بلکہ اپنے اعضائے ظاہرہ وباطنہ کوان تمام ممنوعات ومنہیات سے باز رکھنے کا نام ہے جسے شرع نے
ممنوع قرار دیا ہے مشکوۃ شریف ص ۱۷۶ و بخاری شریف جلد اول ص ۲۵۵ میں حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے قال رسول اللہ ﷺ من لم یدع قول الزور و العمل به
فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه و شرابه رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو روزہ دار جھوٹ اور
اس پر عمل ترک نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کا کھانا پینا ترک کرنے کی پرواہ نہیں کرتا، اور مرقاۃ جلد دوم
ص ۵۱۶ رمیں حاکم کے حوالہ سے روایت کی گئی ہے کہ: لیس الصیام من الاکل والشرب
فقط انما الصیام من اللغو والرفث یعنی روزہ صرف کھانے پینے سے رکے رہنے کا نام نہیں
بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تمام لغویات وفواحشات سے پرہیز کرنے کا نام ہے مزید صاحب مرقاۃ اسی
میں ص ۵۱۶ و ۵۱۵ پر فرماتے ہیں قال رسول اللہ ﷺ من لم یدع ای لم یترک قول الزور
ای الباطل وهو ما فیه اثم والاضافة بیانیة و قال الطیبی الزور الکذب والبهتان
والقذف والسب والشتم واللعن وامثالها مما یجب علی الانسان اجتنابها و
یحرم علیه ارتکابها والعمل بالنصب به ای بالزور یعنی الفواحش من الاعمال
لانها فی الاثم کالزور و قال الطیبی هو التمل بمقتضاه من الفواحش وما نهی الله

عنه فليس لله حاجة اى الالتفات ومبالاة وهومجاز عن عدم القبول بنفى السبب والارادة نفى المسبب فى ان يدع اى يترك طعامه وشرابه فانهما مباحان فى الجملة فاذا تركهما وارتكب امرا حراما من اصله استحق المقت و عدم قبول طاعته فى الوقت فان المطلوب منه ترك المعاصى مطلقا لا تركا دون ترك.و بعده عن القاضى قال المقصود من الصوم كسر الشهوة وتطويع الامارة فاذالم يحصل منه ذلك لم يبال بصومه ولم ينظر اليه نظر عنايته فعدم الحاجة عبارة عن عدم الالتفات والقبول و كيف يلتفت اليه والحال انه ترك مايباح من غير زمان الصوم من الاكل والشرب وارتكب مايحرم عليه فى كل زمان مرقاۃ کی اس عبارت سے یہ روشن ہو گیا کہ روزہ وغیرہ روزہ دونوں حالتوں میں یہ تمام کھیل ممنوع وناجائز ہے لیکن روزہ فی نفسہ صحیح ودرست ہے:فانه لايلزم من عدم القبول عدم الصحة بخلاف العكس اگرچہ ان افعال کے سبب روزہ مکروہ ہو جاتا ہے جیسا کہ حضور صدرالشریعہ نے ''بہار شریعت'' حصہ پنجم ص ۱۲۵ میں تحریر فرمایا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) روزہ کی حالت میں عورت کا بوسہ لینا گلے لگانا اور بدن چھونا اگر مباشرۃ فاحشہ کے طریقہ پر نہ ہو لیکن انزال یا جماع میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو مکروہ ہے اور اگر اپنے آپ پر اطمنان ہو تو حرج نہیں ''درمختار'' جلد دوم ص ۴۱۷ میں ہے: وكره قبلة و مس و معانقة و مباشرة فاحشة وان لم يا من المفسد وان امن لاباس اور اگر مباشرۃ فاحشہ کے طریقے پر ہو تو مطلقاً مکروہ ہے انزال کا اندیشہ ہو یا نہ ہو:قال صاحب الهداية عن محمد انه كره المباشرة الفاحشة لانه قل ماتخلو عن الفتنة وفى ردالمحتار واختار الكراهة فى الفتح و جزم بها فى الولوالجية بلا ذكر خلاف وهى ان يعانقها وهما متجردان

ویمس فرجه فرجها بل قال فی الذخیرة ان هذا مکروه بلا خلاف لانه یفضی الی الجماع غالباوهکذا فی الفتاویٰ الهندیة پھراس دوران اگرانزال ہوجائے تو بے شک روزہ فاسد ہوجائے گالیکن اس پراس روزہ کی صرف قضاواجب ہے کفارہ نہیں ''عالمگیریہ مع خانیہ'' جلداول ص۲۰۴ر پر ہے:اذاقبل امراته وانزل فسد صومه من غیر کفارة کذا فی المحیط وکذافی تقبیل الامة والغلام والمس والمباشرة والمصافحة والمعانقة کالقبلة کذافی البحر الرائق اورحضوراعلیٰحضرت قدس سرہ ''جدالممتار'' جلددوم صفحہ۱۹۴رمیں ارشادفرماتے ہیں:نعم الامناء حال المس یوجب القضاء اور ہدایہ جلداول ص۲۱۷روقاضی خاں جلداول ص۱۰۱رمیں ہے: ولوانزل بقبلة او لمس فعلیه القضاء دون الکفارة لوجود معنی الجماع ووجود المنافی صورة و معنی یکفی لایجاب القضاء احتیاطا اما الکفارة فتفتقر الی کمال الجنایة لانها تندری بالشبهات کالحدود اوراسی کے تحت ''فتح القدیرشرح ہدایہ'' جلددوم ص۲۵۷رمیں ہے: وهذا لان الکفارة اعلی عقوبات المفطر لافطاره فلا یعاقب بها الابعد بلوغ الجنایة نهایتها ولم تبلغ نهایتها لان ههنا جنایة من جنسها ابلغ منها وهی الجماع صورة و معنی و هکذافی تبین الحقائق فی الجزء الاول ص ۳۲۴ وفی الطحطاوی علی مراقی الفلاح لو انزل من قبلة اولمس لا کفارة علیه لما ذکرنا ای من قصور الجنایة و علیه القضاء بوجود معنی الجماع واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) روزے کی حالت میں آنکھ میں دوائی ڈالنے میں حرج نہیں کیوں کہ اس کے بارے میں ضابطہ کلیہ یہ ہے کہ جماع اوراسکے ملحقات کے علاوہ روزہ توڑنے والی صرف وہ دوااورغذا ہے جو مسامات اوررگوں کے علاوہ کسی منفذ سے صرف دماغ یاپیٹ میں پہنچے ''درمختار'' جلددوم ص۴۱۰ر

میں ہے: الضابط وصول مافیه صلاح بدنه لجوفه.وفی ردالمحتار الذی ذکره المحققون ان معنی المفطر وصول ما فیه صلاح البدن الی الجوف اعم من کونه غذاءً او دواء اورظاہر ہے کہ وہ دوا جو آنکھ میں ڈالی جائے گی اس کا اثر مسام ہی کے ذریعہ ظاہر ہوگا اسلئے کہ آنکھ سے پیٹ یا دماغ تک کوئی دوسرا منفذ نہیں اور یہ مفسد صوم نہیں "تبیین الحقائق" جلد اول ص ۳۲۳ رمیں ہے: والداخل من المسام لاینا فیه علی ماذکرنا ولا نه مایجده فی حلقه اثر الکحل لا عینه فلا یضره کمن ذاق الدواء ووجد طعمه فی حلقه ولا یمکن الامتناع عنه فصار کالغبار والدخان وفی فتاویٰ الهندیة فی الجزء الاول ومایدخل من مسام البدن من الدهن لا یفطر هکذا فی شرح المجمع اب اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ روزے کی حالت میں آنکھ میں دوائی ڈالنے میں حرج نہیں مزید برآں "عالمگیریہ" جلد اول ص ۲۰۳ رمیں ہے: ولو اقطر شیئا من الدواء فی عینه لایفطر صومه عندنا وان وجد طعمه فی حلقه واذا بزق فرأی اثر الکحل ولونه فی بزاقه عامة المشائخ علی انه لا یفسد صومه کذافی الذخیرة وهوالاصح هکذا فی التبیین اور "درمختار" جلد دوم ص ۳۹۵ رمیں ہے: لو ادهن او الکتحل اواحتجم وان وجد طعمه فی حلقه اور اسی کے تحت شامی میں ہے: ای طعم الکحل اوالدهن کما فی السراج وکذا لو بزق فوجد لونه فی الاصح بحر قال فی النهر لان الموجود فی حلقه اثر داخل من المسام الذی هو خلل البدن والمفطر انما هوالداخل من المنافذ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) روزہ کی حالت میں دانت اکھڑوانے میں حرج نہیں جبکہ پوری احتیاط برتی جائے کہ خون کا کوئی قطرہ حلق میں نہ اترنے پائے اگرچہ پرہیز بہتر ہے اور اگر خون کا ایک قطرہ حلق سے اترے گا

تو روزہ فاسد کردیگا جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو (بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۱۶) ردالمحتار جلد دوم ص ۳۹۶ / میں ہے: ومن هذا يعلم حكم من قلع ضرسه في رمضان و دخل الدم الى جوفه في النهار ولو نائما فيجب عليه القضاء اوردرمختار جلد دوم ص ۳۹۶ / و بزازیہ جلد چہارم ص ۹۸ / و قاضی خاں جلد اول صفحہ ۲۰۸ / اور فتح القدیر شرح ہدایہ جلد دوم ص ۲۵۸ / میں اسکی تفصیل یوں کی گئی ہے: ولو خرج دم من اسنانه فدخل حلقه ان ساوى الريق فسد والا لا وهكذا فى الهندية یعنی اگر خون دانت سے نکلا اور حلق میں داخل ہوگیا تو اگر خون تھوک پر غالب یا اس کے مساوی ہے تو روزہ فاسد ہوجائے گا اور اگر ایسا نہیں تو فاسد نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) کسی روزہ کیلئے سحری شرط نہیں البتہ فقہاء کرام نے سحری کو مستحب فرمایا ہے "درمختار مع ردالمحتار" جلد دوم ص ۴۱۹ / میں ہے: ويستحب السحور لما رواه الجماعة الا ابا داؤد اور عالمگیریہ جلد اول صفحہ ۲۰۰ / میں ہے: التسحر مستحب ووقته آخر الليل قال الفقيه ابو الليث وهو السدس الاخير هكذا فى السراج الوهاج اور حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ سحری کل کی کل برکت ہے لہٰذا اسے چھوڑنا نہ چاہئے اگر چہ پانی کا ایک گھونٹ ہو اور سحری کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ہمارے اور اہل کتاب کے روزہ کے درمیان فصل کرنے والی شئی سحری ہے: عن انس رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ تسحروا فان فى السحور بركة متفق عليه (مشكوٰة) و عن عمرو بن العاص ان رسول الله ﷺ قال فصل مابين صيامنا وصيام اهل الكتاب اكلة السحر (مسلم شریف جلد اول) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) ادائے روزۂ رمضان ونذر معین اور نفل کے روزوں کیلئے نیت کا وقت غروب آفتاب سے ضحوۂ کبریٰ تک ہے اس وقت میں جب نیت کرلے یہ روزے ہوجائیں گے اور اگر عین ضحوۂ کبریٰ کے

وقت نیت کریگا تو یہ روزے نہ ہونگے ''درمختار'' جلد دوم ص ۳۷۷ / میں ہے: فیصح اداء صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیة من اللیل فلا تصح قبل الغروب ولا عنده الی الضحوة الکبریٰ لا بعدها ولا عندها اعتبارا لا کثر الیوم اور اسی کے تحت ''ردالمحتار'' میں ہے: المراد بها نصف النهار الشرعی والنهار الشرعی من استطارة الضوء فی افق المشرق الی غروب الشمس والغایة غیر داخلة فی المغیا کما اشار الیه المصنف بقوله لاعندها اھ اور ہدایہ جلد اول ص ۲۱۲ / میں ہے: وفی الجامع الصغیر قبل نصف النهار وهو الاصح لانه لا بد من وجود النیة فی اکثر النهار ونصفه من وقت طلوع الفجر الی وقت الضحوة الکبریٰ لاوقت الزوال فتشترط النیة قبلها لیتحقق فی الاکثر اور ان کے علاوہ باقی روزے مثلاً قضائے رمضان اور نذر غیر معین اور نفل کی قضا (یعنی نفلی روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا اسکی قضا) اور نذر معین کی قضا اور کفارہ کا روزہ اور حرم میں شکار کرنے کی وجہ سے جو روزہ واجب ہوا وہ اور حج میں وقت سے پہلے سر منڈانے کا روزہ اور تمتع کا روزہ ان سب میں عین صبح چمکتے وقت یا رات میں نیت کرنا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جو روزہ رکھنا ہے خاص اس معین کی نیت کرے اور ان روزوں کی نیت اگر دن میں کی تو نفل ہوئے پھر بھی ان کا پورا کرنا ضروری ہے توڑیگا تو قضا واجب ہوگی اگرچہ یہ اس کے علم میں ہو کہ جو روزہ رکھنا چاہتا ہے یہ وہ نہیں ہوگا بلکہ نفل ہوگا۔ (عالمگیریہ جلد اول صفحہ ۱۹۷ و بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۰۳) تنویر الابصار مع الدر المختار جلد دوم ص ۳۸۰ / میں ہے: والشرط للباقی من الصیام قران النیة للفجر ولو حکما وهو تبییت النیة للضرورة و تعیینها لعدم تعین الوقت اور اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے: قوله والشرط للباقی من الصیام ای من انواعه ای الباقی منها بعد الثلاثة المتقدمة فی المتن وهو قضاء رمضان والنذر المطلق

وقضاء النذر المعين والنفل بعد افساده والكفارات السبع وما الحق بها من جزاء الصيد والحلق والمتعة نهر اور فتح القدیر شرح ہدایہ جلد دوم ص ۲۳۵ / میں ہے: ولا بد من النية فی الكل والكلام فی وقتها الذی يعتبر فيه فقلنا فی رمضان والمنذور المعين والنفل تجزيه النية من بعد الغروب الی ماقبل نصف النهار فی يوم ذلك النهار وفيما سوى ذلك من القضاء والكفارات والمنذور المطلق كنذر صوم يوم من غير تعيين لا بدمن وجودها فی الليل وقال الشافعی لا تجزی فی غير النفل الا من الليل وقال مالك لا تجزی الا من الليل فی النفل وغيره نیز زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں شامی میں ہے: وليست النية باللسان شرطا بلکہ دل میں اس قدر نیت ضروری ہے کہ پوچھنے پر بلا تکلف جواب دے سکے کہ میں نے فلاں روزہ رکھا ہے لیکن زبان سے بھی کہہ لینا بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ — کتبہ محمد عاصم رضا قادری

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم — مرکزی دارالافتاء ۸۲/ سوداگران بریلی شریف

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی — ۲۲/ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ
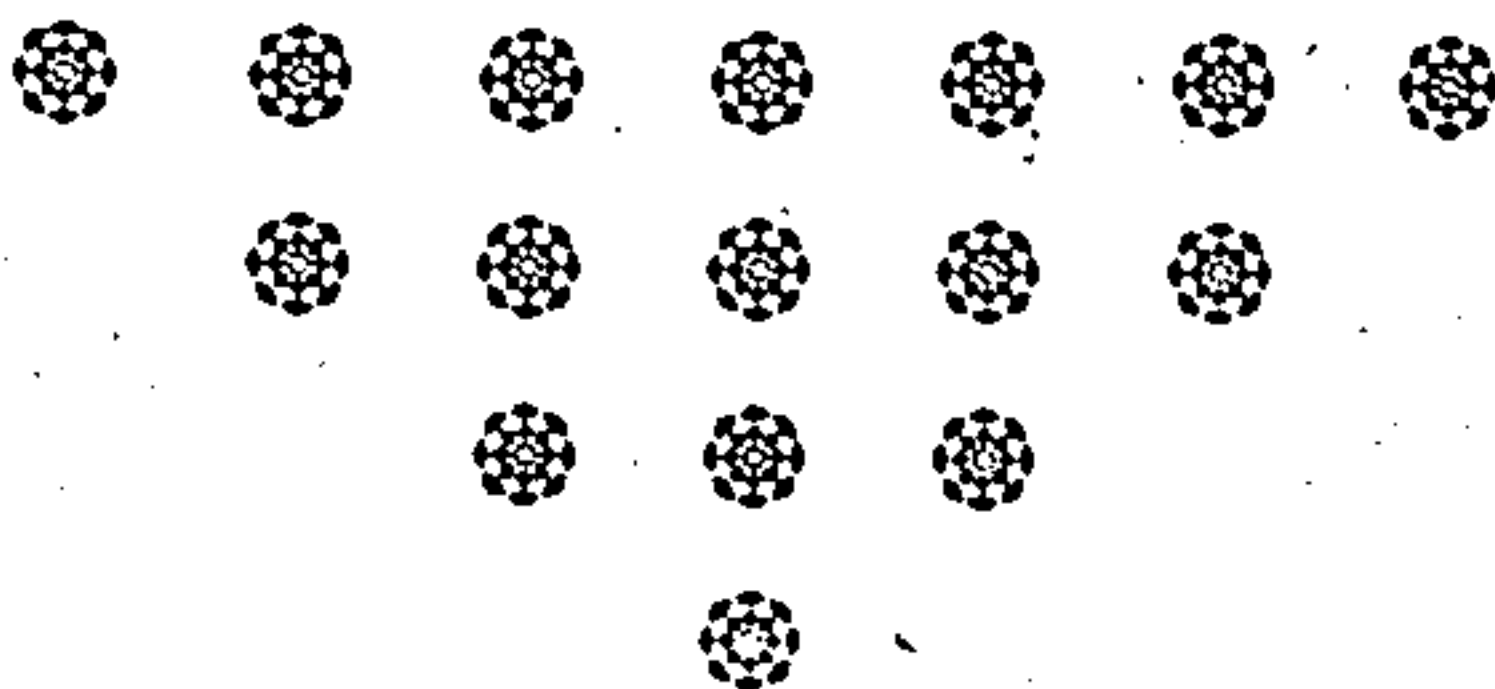
حضرت مولانا محمد احسن رضوی مظفر پوری

مولانا محمد احسن رضوی شہزادۂ شیر بہار حضرت علامہ مفتی محمد اسلم صاحب رضوی قبلہ موضع مہوورا ڈاکخانہ اورائی ضلع مظفر پور بہار میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اور حفظ وقرأت کی تعلیم اپنے والد گرامی کے پاس مدرسہ جامعہ قادریہ مقصود پورا اورائی ضلع مظفر پور بہار میں پائی۔ پھر درجۂ اولیٰ تا ثالثہ ''جامعہ امجدیہ رضویہ'' گھوسی ضلع مؤ اور رابعہ تا سادسہ کی تعلیم ''جامعہ اشرفیہ'' مبارکپور اعظم گڑھ یو۔پی۔ میں حاصل کی باقی تعلیم ''جامعہ نوریہ رضویہ'' و مرکز اہلسنت ''الجامعۃ الرضویہ منظر اسلام'' بریلی شریف میں حاصل کی۔

۲۰۰۰ء میں تربیت افتاء کے حصول کی غرض سے مرکزی دارالافتاء بریلی شریف میں داخلہ لیا، فی الوقت آپ تربیت افتاء سال دوم میں مشق افتاء کے ساتھ ساتھ حضور تاج الشریعہ اور عمدۃ المحققین سے ''رسم المفتی، اجلی الاعلام، بخاری شریف'' کا درس لے رہے ہیں، مولیٰ تعالیٰ آپ کو علم دین کی دولت سے مالا مال فرمائے! آمین۔

از: محمد عبد الوحید رضوی بریلوی امین الفتویٰ مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

محمود ایک مسجد کا امام ہے جمعہ کے دن اکثر وہابیوں کا رد کرتا ہے کہتا ہے کہ وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھنا انکے گھر کا کھانا کھانا اوران سے تعلقات قائم کرنا یا انکے یہاں کھانا، پینا، اٹھنا بیٹھنا ،شادی بیاہ میں شرکت کرنا یا کسی نیک مجلس میں بلانا، انکے جنازہ میں شرکت کرنا یا نماز پڑھنا ،پڑھوانا، یا انسے کسی طرح کی الفت ومحبت قائم کرنا تمام فعل ناجائز وحرام ہیں۔

۲:-محمود کو جہاں بھی موقعہ ہاتھ آتا ہے وہیں رد وہابیہ کرتا ہے جیسے منبروں، محفلوں، مجلسوں، جلسوں اور اشتہاروں میں بھی یعنی ہر جگہ یہی کہتا ہے کہ وہابیوں کے اقوال واحوال سے عقیدہ اہل سنت والجماعت کے مسلمانوں کو بچایا جائے، سمجھایا جائے کہ ہم لوگ اس جماعت پر قائم رہیں جس پر علماء حرمین شریفین ہیں اور عقیدہ اہل سنت کے جتنے مخالفین ہیں، جیسے وہابیہ، تبلیغیہ وغیرہم سے جدا رہیں اور انکو (وہابیہ) اپنا دشمن اور مخالف جانیں کیونکہ شیطان کو دل میں وسوسہ ڈالتے دیر نہیں لگتی اور یہ بھی کہتا ہے کہ رد کر کے ان سے عوام کو نفرت دلائی جائے تاکہ انکے (وہابیہ) شر کا مادہ جل جائے اور انکی کفر کی جڑ کٹ جائے۔ وہابیوں سے شدید خوف پیدا ہوتا ہے کہ انکی گمراہی سنیت کی دنیا میں سرایت نہ کر جائے تاکہ سنیوں کیلئے راہ دشوار اور خطرہ نہ پیدا ہو جو ضروریات دین کا منکر ہے انسے سنی عوام کو نفرت دلائی جائے۔

۳:-محمود کا کہنا ہے کہ جو دین کا منکر ہے اسے یقیناً میں مرتد کافر مسیح دجال اور کذاب کہتا ہوں اور میری یہ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ وہابیہ کے عقائد باطلہ سے مسلمانوں کو بچائے اور وہابیہ جیسے دجالوں کے شر سے پناہ دے وہابیوں کے بد دینی بد مذہبی سے بچائے ان مخالفوں، ملحدوں، سرکش شیاطینوں، خبیثوں، فاجروں، گمراہوں، ہٹ دھرموں اور دین کے ڈاکوؤں سے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے تمام سنیوں کو بچائے ان مناقوں اور مشرکوں کے شر سے اپنے امان میں رکھے۔

محمود اپنے عقیدے کی بنا پر اس طرح کا کلام پیش کرتا ہے کہ یہ تمام وہابیہ سب کے سب کافروں سے بدتر کافر ہیں یہ سب کافر ہیں گمراہ ہیں، مرتد ہیں کیونکہ دوسروں کو گمراہ کرتا ہے کچھ شک نہیں کے یہ فارجی یہ دوزخی شیطان کے گروہ کے کافر ہیں۔

۴:۔محمود یہ بھی کہتا ہے کہ جب تک میرے جسم میں روح باقی رہے گی غیر مقلدوں کا رد کرتا رہوں گا۔ اور اپنے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ ﷺ اور انکے آل و اصحاب پر کھڑا ہو کر درود و سلام پڑھتا رہوں گا کیونکہ ان کی شان و شوکت اور عظمت شمس و قمر سے زیادہ روشن اور درخشاں ہیں جو محتاج ثبوت نہیں میں (محمود) سنیوں کو راہ حق کی طرف رہنمائی کرتا رہوں گا تا کہ سنیوں کا راستہ کشادہ ہو اسے چلنے میں پاؤں نہ پھسلے کیونکہ انکی رسالت سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں نعمتوں کا فیض عطاء کیا ہے اور معرفت کے نور سے خالی دل کو دین کی روشنی سے بھر دیا ہے کیونکہ انکی روشن آیتیں عقل کو حیران کر دینے والے معجزات ہیں انکا غلام بنا دیا ہے اور انکا احسان دل سے مرتے دم جدا نہ ہوگا۔

۵:۔زید کہتا ہے کہ اس وقت ہم لوگوں کے یہاں کا ماحول ایسا ہے کہ بہت سے سنیوں کے گھرانے میں وہابیہ کی لڑکیاں نکاح کر کے لائی گئی ہیں اور بہت سی لڑکیوں کو وہابیوں کے نکاح میں دی گئی ہیں جبکہ محمود کا کہنا ہے کہ ایسا نکاح نکاح نہیں اور ایسے دلہن و دولہا سے جو اولاد تو الد ہوگا وہ اولاد نسبی نہیں کہلائینگی اور جو میاں بیوی صحبت کرینگے وہ زنا میں شمار ہوگا تو ایسے حالت میں ہم لوگ اپنی لڑکیوں اور بہوؤں کو کیا کریں؟

ارشاد ہے محمود وہابیوں کو اس طرح کا برابر الفاظ استعمال کرتا ہے، اب انکو (محمود) مسجد کا امام رکھا جائے یا مسجد سے برطرف کیا جائے محمود کا قول و فعل شرعی مسائل سے احسن ہے یا خلاف شرع، لہٰذا مفتیان شرع قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

سائل: عبدالرزاق نوری، محمد پٹی تکیہ

الجواب :- بلاشبہ غیر مقلدین گمراہ بددین اور بحکم فقہ کفار و مرتد دین ہیں جس پر بوجوہ کثیرہ لزوم کفر ہے اسکے پیچھے نماز پڑھنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے انکے ساتھ کھانا پینا حرام ان سے نشست و برخاست یا کسی طرح کا تعلق پیدا کرنا یا اسکے کسی مجلس میں شریک ہونا حرام قال ﷺ: لا تجالسوهم ولا تواكلوهم ولا تشاربوهم ولا تصلوا معهم مرتد مرتدہ کا نکاح دنیا میں کسی سے نہیں اس سے جو قربت ہوگی خالص زنا ہوگی اس سے جو اولاد پیدا ہوگی ولدالزنا ہوگی ''درمختار'' باب النسب جلد ۵ رص ۲۴۶ پر ہے: ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح اولاده اولاد زنا کھڑے ہوکر آقا ﷺ کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام پیش کرنا مندوب ہے اور یہ قیام شعار اہل سنت ہے اور اس سے انکار شعار وہابیت ہے لہٰذا تمام سنی صحیح العقیدہ پر لازم وضروری ہے کہ ان گمراہ بددین کا رد بلیغ کریں تاکہ لوگ اس کے دجل اور مکروفریب سے بچیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد احسن رضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

۲۱ رذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو پانچ ماہ قبل گھر سے نکال دیا ہے زید نے ہندہ کے بڑے بھائی سے بدتمیزی کی اور کہا کہ لے جاؤ اسے میں نہیں رکھوں گا زید کا کہنا ہے کہ میرے سسرال والوں نے میرے بیٹے کو مار ڈالا ہے حالانکہ لڑکا پتنگ اڑاتے اڑاتے چھت سے گرا ہے اور پتنگ کی عادت خود زید نے لگائی تھی دونوں باپ بیٹا پتنگ اڑایا کرتے تھے یہ سب بہانہ بناتا ہے وہ کام وغیرہ کچھ نہیں کرتا ہے اس کے چار لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں لڑکا کے مرنے سے قبل بھی کام وغیرہ نہیں کرتا تھا اور ہندہ کو مارتا پیٹتا تھا۔ ہندہ کی ماں تک کو گالی بکتا ہے حالانکہ ہندہ کے والدین

شریف خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اب ہندہ اپنے والدین کے پاس ہے خرچ وغیرہ بھی نہیں دے رہا ہے۔لہٰذا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائے اور ایسے شخص کے اوپر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟

المستفتی: محمد طاہر حسین

بہاری پور معمران بریلی شریف یوپی

الجواب:- پتنگ اڑانا گالیاں بکنا بلا وجہ الزام لگانا ناجائز وحرام ہے،زید ان باتوں سے باز آئے اور توبہ کرے زید پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو لاکر حسن وسلوک سے رکھے اور اگر رکھنا نہیں چاہتا تو فرض ہے کہ فوراً طلاق دے دے ادھر میں لٹکائے رکھنا حرام ہے اشد حرام وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار حق اللہ وحق زوجہ میں گرفتار ہے،قال اللہ تعالیٰ امسکو ھن بمعروف او سرحو ھن بمعروف ولا تمسکوھن ضرارالتعتدوا و من یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ ولا تتخذوا اٰیت اللہ ھزوا وقال اللہ تعالیٰ لا تمیلو کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ نقصان رسانی تنگی میں ڈالنا حرام ہے بھلائی کے ساتھ رکھے: امسکوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضار و ھن لتضیقوا علیھن. نقصان رسانی مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے حدیث شریف میں ہے: لاضرر ولا ضرارا فی الاسلام کسی مسلمان کو اپنے قول یا فعل سے ناحق ایذاء دینا اللہ ورسول کو ایذاء دینا ہے حدیث میں ہے:من اذی مسلماً فقد اذانی و من اذانی فقداذی اللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم | کتبہ محمد احسن رضوی مظفر پوری

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی | مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید ایک عالم ہے اور بکر کم پڑھا ہوا انسان ہے یہاں تک کہ قرآن شریف کو لحن جلی اور لحن خفی کے ساتھ پڑھتا ہے اس وجہ سے زید نے بکر کے پیچھے نماز نہیں پڑھی تو بکر نے کہا زید کے بارے میں کہ یہ منافق ہے اس نے جان کر جماعت کی نماز چھوڑی ہے کیا واقعی زید منافق ہے؟ یا اگر نہیں ہے تو پھر کسی مومن کو منافق کہنا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث سے جواب عنایت فرمائیں بہت کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد صدیق عالم قادری

متعلم دارالعلوم وارثیہ گومتی نگر لکھنؤ یوپی

الجواب:- قرآن شریف کو اس طرح پڑھنا کہ معنی میں فساد ہو جائے ایسا پڑھنا حرام ہے اور سننا بھی حرام اور نماز بھی فاسد ہو جائیگی ''شامی'' میں ہے: وحاصلها كما في الفتح اشباع الحركات لمراعاة النغم قوله ان غير المعنى كما لو قرأ الحمد لله رب العالمين و اشبع الحركات حتى اتى بواو بعد الدال و بياء بعد اللام والهاء وبألف بعد الراء اور اگر معنی میں فساد نہ ہوتا ہو تو نماز بلا شبہ ہو جائیگی مگر ایسا پڑھنا مکروہ ہے ''شامی'' ہی میں ہے: فهم مما ذكره القراة بالالحان اذا لم تغير الكلمة عن وضعها ولم يحصل بها تطويل الحروف حتى لايصير الحرف حرفين بل مجرد تحسين الصوت و تزئين القرأة لا يضر بل يستحب عندنا في الصلوٰة و خارجها كذا في التتار خانية کسی مسلمان کو منافق کہنا ناجائز و حرام ہے حدیث شریف میں ہے: ما اكفر رجل رجلا قط الاباء بها احدهما ان كان كافراً والا كفر بتكفيره یعنی کبھی ایسا نہ ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اس سے نجات پا جائیں بلکہ ان میں ایک پر ضرور گریگی اگر وہ کافر تھا تو یہ بچ گیا ورنہ اسے کافر کہنے سے خود کافر ہو گیا علماء فرماتے ہیں

یوں ہی کسی کو مشرک یا زندیق یا ملحد یا منافق کہنا "حدیقہ ندیہ" میں ہے رجلا بالکفر بالله تعالیٰ او الشرک بہ و کذالک بالزندقة والالحاد والنفاق الکفری اھ اور زیر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کذالک یا مشرک و نحوہ ایسا کہنے سے باز آئے اور توبہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب والمولیٰ تعالیٰ اعلم — کتبہ محمد احسن رضوی مظفر پوری

قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی — مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

ار جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان اسلام مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

۱:- زید نے پندرہویں شعبان کو شب بیداری کی اور صبح کو روزہ رکھا عمر سے ملاقات ہوئی تو زید نے کہا آج روزہ نہیں ہے؟ عمر نے برجستہ کہا آج کا روزہ ممنوع ہے دو روزہ رکھنا چاہئے جب کہ فضائل شب برائت مصنفہ غازی ملت مولانا محبوب علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صفحہ نمبر ۱۵ ر پر لکھا ہے کہ خاص شعبان کی پندرہویں تاریخ کی فضیلت میں یہ حدیث ہے: من صام یوم الخامس عشر من شعبان لم تمسه النار یعنی جو شخص شعبان کی پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھے گا اسے جہنم کی آگ نہ چھوئیگی قانون شریعت حصہ اول صفحہ نمبر ۱۴۲، ۱۴۳ شعبان کا روزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شعبان کی پندرہویں رات آئے تو اس رات کو قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو۔

۲:- چین والی گھڑی سے نماز مکروہ ہوتی ہے؟ اگر کف کے اندر چھپا لے یا رومال باندھ لے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ چین سے نماز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا واجب الاعادہ ہوگی

۳:- ممنوع اور حرام میں کیا فرق ہے یا دونوں کا مطلب ایک ہی ہے؟

۴:- زید اپنی ماں کے چالیسواں کا کھانا کر رہا ہے جس میں چالیس فقیروں محتاجوں کا کھانا الگ پکوا کر فاتحہ دلا کر ان کو کھلا دیگا دیگر اور کھانا پکیگا جس میں عزیز و اقارب، دوست احباب بھی مدعو ہوں گے عمر کا کہنا ہے یہ کھانا سب کو کھانا درست نہیں ہے۔ میت کے کھانے سے دل مردہ ہو جاتا ہے اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت کا کیا حکم ہے؟

۵:- کیا حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے شوہر کے لاپتہ ہو جانے پر نازک ماحول کے پیش نظر امام شافعی کا قول اختیار کیا ہے جس کی مدت غالبًا چار سال یا کم و بیش ہے زید کو یاد ہے کہ چھپا ہوا استفتاء میں نے خود دیکھا ہے۔ یہ عرصہ پندرہ سال کی بات ہے تحقیق چاہتا ہوں۔

المستفتی: ڈاکٹر شیر زماں انصاری مصطفوی۔

اسمٰعیل پور الہ آباد یوپی

الجواب:- پندرہویں شعبان کے روزہ کی فضیلت میں جو حدیث استفتاء میں درج کی گئی صحیح ہے نیز حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب شعبان کی پندرہویں رات آجائے تو اس رات کو قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو کہ رب تبارک و تعالیٰ غروب آفتاب سے آسمان دنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہے کوئی بخشش چاہنے والا اسے بخش دوں ہے کوئی روزی طلب کرنے والا اسے روزی دوں ہے کوئی مبتلا کہ اسے عافیت دوں ہے کوئی ایسا ہے کوئی ایسا اور یہ اس وقت تک فرماتا ہے کہ فجر طلوع ہو جائے لہٰذا پندرہویں شعبان کا روزہ ممنوع نہیں ہاں صرف ایک دن کا روزہ مکروہ تنزیہی ہے اس کے بعد یا اس سے پہلے ایک روزہ اور ملا لے بہتر ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲:- گھڑی کی چین یا گلے کی زنجیر یا بٹن کی زنجیر سونے چاندی کی مردوں کے لئے حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں منع کی گئی ہیں انہیں پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور نماز واجب

الاعادہ ہے کف کے اندر یا رومال کے اندر چھپا لینے سے حکم نہیں بدلیگا واللہ تعالیٰ اعلم۔
۳:- دونوں میں فرق ہے ممنوع کبھی مکروہ تحریمی کے مقابل بولا جاتا ہے اور اس کا کرنا عبادت کو ناقص کر دیتا ہے اور کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اگرچہ اس کا گناہ حرام سے کم ہے اور کئی بار اس ارتکاب کبیرہ ہے اور حرام یہ فرض کا مقابل ہے اس کا ایک بار بھی قصداً کرنا گناہ کبیرہ وفسق ہے اور بچنا فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
۴:- سوم، دہم، چہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو کھلایا جائے برادری، رشتہ داروں کو جمع کر کے کھلانا بے معنی ہے کیوں کہ یہ شادی کے موقع پر ہوتا ہے غمی کے وقت نہیں "فتح القدیر" میں ہے: انهـا بدعة مستقبحة لانها شرعت في السرور لا في الشرور واللہ تعالیٰ اعلم۔
۵:- یہ صحیح نہیں ہے ایسا کوئی فتویٰ سیدی سرکار حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب سے نہیں چھپا حضرت کے زمانہ میں یہ فتویٰ دیا جاتا تھا کہ وہ عورت اسی گمشدہ کی بیوی ہے اور جب تک اس کی موت یا طلاق کی خبر نہ آ جائے اسی گمشدہ کی بیوی رہیگی حدیث شریف میں ہے: امـراة الـمفقود امرأته حتى ياتيها البيا ن اور ہمارے ائمہ کے نزدیک اسے دوسرا نکاح اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک اس گمشدہ کی عمر ستر ۷۰ سال نہ ہو جائے یعنی وہ اگر چالیس سال کی عمر میں گم ہوا تو عورت پر تیس سال تک انتظار میں گزارنا ضروری ہے جب اتنی مدت گزر جائیگی تو حاکم شرع اس کی موت کا حکم فرمائیگا اور عورت کو عدت وفات گزارنے کے بعد دوسرا نکاح حلال ہوگا مگر جب کہ ضرورت شرعیہ ملتجیہ متحقق ہو کہ بے نکاح کوئی چارہ نہ ہو تو عورت کو سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر عمل کی اجازت ہے ان کا مذہب یہ ہے کہ عورت حاکم شرع کے یہاں استغاثہ کرے وہ بعد تحقیق چار سال کی مدت مقرر کریگا۔ اس مدت میں شوہر کو طاقت بھر تلاش کیا جائے پھر جب کوئی پتہ نہ چلے تو عورت دوبارہ حاکم کے یہاں رجوع کرے اب حاکم اس کے شوہر کی موت کا حکم کریگا۔ پھر

وہ عدت وفات چار ماہ دس دن گزار کر دوسرے سے نکاح کرسکے گی اگران چار سالوں میں اس کے شوہر کی موت یا طلاق کی خبر آجائے تو عدت گزار کر یا اگر عدت گزر چکی ہے تو فوراً دوسرے سے نکاح کرسکے گی اس دوران میں صبر کرے اور جائز طور سے محنت مزدوری کر کے گزر اوقات کرے نفس پر قابو نہ ہو تو روزہ رکھے اس دور میں اعلم علمائے بلد سنی صحیح العقیدہ مرجع فتاویٰ حاکم شرع کے قائم مقام ہے حدیقہ ندیہ میں ہے: اذا خلی الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور کلها مفوضة الی العلماء و یصیرون ولاة لهم واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم　　　　کتبہ محمد احسن رضوی مظفر پوری

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی　　　　مرکزی دارالافتاء، ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کہ بارے میں کہ

زید سنی ہے اس کے گھر والے وہابی خیال کے ہیں زید مزارات پر حاضری دیتا ہے اور صاحب مزار سے دعائیں بھی طلب کرتا ہے زید کے گھر والے کہتے ہیں کہ مزار پہ جاؤ فاتحہ پڑھو لیکن صاحب مزار سے دعائیں نہ مانگوں زید تین طریقوں سے دعائیں مانگتا ہے۔

(۱) یاغوث آپ مرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمادیجئے۔

(۲) یااللہ اپنے اس محبوب بندے کے صدقے میں مری مرادیں پوری کر۔

(۳) یاغوث آپ مری مراد پوری فرمادیں۔

زید کے گھر والے ناجائز سمجھتے ہیں مندرجہ بالا طریقوں کو بلکہ تیسرے طریقے بالکل شرک بتاتے ہیں جبکہ زید تیسرے طریقے میں یہ نیت رکھتا ہے کہ اللہ نے یہ قوت عطا فرمائی ہے لیکن پھر بھی زید کے گھر والے اسے شرک قرار دیتے ہیں اب زید جاننا چاہتا ہے کہ یہ تینوں طریقے جائز ہیں یا نہیں قرآن حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد امتیاز وارثی ۳؍بی مومن پور روڈ خضر پور روڈ کلکتہ

الجواب: یہ تینوں طریقے جائز ہیں کہ اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ ہی کی ہے یہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور مسلمان کا یہی عقیدہ ہوتا ہے کوئی جاہل بھی کسی ولی کو خدا نہیں سمجھتا قال عزوجل: وادعوا شهدائكم من دون الله ان كنتم صٰدقين تفسیر کبیر جلد دوم پارہ سات سورہ انعام زیرآیت: ولو اشركوا لحبط عنهم ما كانو يعملون ہے: و ثالثها الانبياء و هم الذين اعطا هم الله تعالىٰ من العلوم والمعارف مالاجله يقدرون على التصرف في بواطن الخلق وارواحهم و ايضا اعطا هم من القدرة والمكنة مالاجله يقدرون على التصرف في ظواهر الخلق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ قصیدۂ نعمان میں فرماتیں ہیں: يا اكرم الثقلين يا كنز الورى☆ بدلي بجودك وارضني برضاك ☆ انا طامع بالجود منك لم يكن☆ لابي حنيفة في الانام سواك اے موجودات کے اکرم اور نعمت الٰہی کے خزانے جو اللہ نے آپ کو دیا مجھے بھی دیجئے اور اللہ نے آپ کو راضی کیا ہے مجھے بھی راضی فرمایئے میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں آپ کے سوا ابوحنیفہ کا خلقت میں کوئی نہیں یہ وہابیوں کا مکر و فریب ہے جو سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو دھوکا میں ڈالنے کے لئے اسے شرک بتاتے ہیں اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعاء مانگ رہیں ہیں اب ان وہابیوں کا امام اعظم کے بارے میں کیا خیال ہے مزید تحقیق کے لئے جاء الحق ملاحظہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد احسن رضوی مظفر پوری
مرکزی دارالافتا ۸۲ سوداگران بریلی شریف
۲۹؍ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
محمد مظفر حسین قادری رضوی

حضرت مولانا محمد شمشیر عالم رضوی پورنوی

مولانا محمد شمشیر عالم رضوی پورنوی ضلع پورنیہ بہار کی سرزمین موضع بڑارھوا کے ایک علمی دینی مذہبی شریف گھرانے میں ۱۸ر نومبر ۱۹۸۹ء کو پیدا ہوئے آپ کے والد محترم جناب محمد سلیم الدین صاحب اشرفی نے ابتدائی تعلیم کیلئے مدرسہ ''شاہد الاسلام'' بڑارھوا میں داخل کیا وہاں ابتدائی تا درجۂ اولیٰ نیز ہندی، انگریزی کی تعلیم کے بعد ۲ر سال اسکول میں چلے گئے پھر ''تنظیم المسلمین'' بائسی مولانا رحمت حسین کلیمی کی خدمت میں ایک سال تعلیم حاصل کی پھر ''الجامعۃ النظامیہ'' ملک پور کٹیہار حضرت مولانا غلام یٰسین صاحب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر جماعت ثالثہ کی تعلیم حاصل کی پھر حضرت مفتی حسن منظر قدیری کے پاس ''دار العلوم محی الاسلام'' بجرڈیہہ میں حاضر ہوئے اور خامسہ تک کی تعلیم کے بعد وہیں ایک سال بحیثیت مدرس رہے پھر حضرت مفتی صاحب کے قول پر تکمیل تعلیم کیلئے بریلی شریف ''جامعہ نوریہ رضویہ'' میں داخلہ لیا اور ایک سال تعلیم حاصل کی بعدہ ''جامعہ رضویہ مظہر اسلام'' میں داخل ہوکر ۴ر دسمبر ۱۹۹۸ء کو فراغت حاصل کی۔

۲۰۰۰ء میں تربیت افتاء کے حصول کی غرض سے مرکزی دارالافتاء بریلی شریف میں داخلہ لیا، فی الوقت آپ تربیت افتاء سال دوم میں مشق افتاء کے ساتھ ساتھ حضور تاج الشریعہ اور عمدۃ المحققین سے ''رسم المفتی، اجلی الاعلام، بخاری شریف'' کا درس لے رہے ہیں، مولیٰ تعالیٰ آپ کو علم دین کی دولت سے مالا مال فرمائے! آمین۔

از: محمد عبدالوحید رضوی بریلوی امین الفتویٰ مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

زید ودیگر حضرات مندرجہ ذیل اوصاف کا مرتکب ہے ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت میں کیا حکم ہے اور وہ امام بھی ہو تو ان کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ مفصل طور پر جواب عنایت فرمائیں بینوا توجروا۔

(۱) ایسا امام جو جھوٹے مقدمات بنا کر اور دوسرے جھوٹے مقدمات بنانیوالوں کی حمایت کر کے عوام کو پریشان کرتا ہو اور بے قصور لوگوں کو مقدمہ میں پھنسا کر روپئے وغیرہ جائز سمجھ کر وصول کرتا ہو انکے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۲) ایسا امام جنکا طعام وقیام بے دینوں اور ٹی وی دیکھنے والوں کے ساتھ ہو ان کا کیا حکم ہے؟ اور کل میدان حشر میں وہ کس کے ساتھ رہے گا حدیث میں کیا کوئی دلیل ہے بیان فرمائیں۔

(۳) پڑوس کی ایک لڑکی ولڑکا کے درمیان چھ ماہ سے غلط محبت جاری ہے لڑکی کے گھر والے اس برے فعل سے واقف ہیں اور لڑکی کا بھائی حافظ وقرآن اور امام بھی ہے وہ لڑکی کو ہمراہ لیکر لڑکے پر ریپ کیس کر کے لڑکا سے پچیس ہزار روپئے لیکر صلح کر کے دونوں کو تفریق کر دیتا ہے اور ان رقوم کو حافظ صاحب امام اپنی ذات پر استعمال کر سکتا ہے جائز ہے یا نہیں اور جو نمازی انکے پیچھے نماز پڑھا ہو انکی نماز ہوئی یا نہیں؟

(۴) کچھ ائمہ اور حافظ قرآن ملکر ایک شخص بیچارہ کو جھوٹے مقدمات میں پھنسا کر پریشان کرتا ہے جسکے وجہ سے وہ بیچارہ بکر ان لوگوں کے پیچھے نہ نماز پڑھتا ہے اور نہ جماعت میں شریک ہوتا بلکہ گھر ہی میں نماز پڑھتا ہے ایسا کرنا بیچارہ بکر کیلئے شرعا درست ہے یا نہیں؟

(۵) ایسا امام جو دوسرے کی زمین کو جبراً قبضہ کر کے ہل چلائے اور پاخانہ بنا کر استعمال کرے شرعاً کیا حکم ہے اور حرام روزی کھانے والوں کا کیا حکم ہے اور انکی نماز ودعا کا کیا حال ہوگا؟

(۶) جولوگ گورنمنٹ مدرسوں میں ملازمت کتا ہے اور سرکاری ڈیوٹی چھ گھنٹے کی ہے مگر صرف تین یا چار گھنٹے پڑھا کر گھر کا کام کرتا ہے تو کیاان کو پوری تنخواہ لینا جائز ہے اور انکی نماز قبول ہوتی ہے یا نہیں؟

(۷) جو امام یا عالم اکابر علماء دیوبند کے عقیدہ کو صحیح جانتا ہو اور لوگوں کو اپنی جماعت میں شامل کرتا اور عوام میں ان عقیدوں کو چھپا کر دھوکہ دیتا ہو براہ کرم ان پر مختصر طور پر روشنی ڈالکران کے حکم کو شرعاً واضح کریں تا کہ عوام جان جائے۔

المستفتی: محمد عبدالسلام

مجھیا کشن گنج بہار

الجواب بعون الملک الوہاب :- کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی، بے قصور پریشان کرنا، ایذا و تکلیف پہونچانا اور اس پر تہمت والزام لگانا ناجائز و حرام ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی الله جس نے کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ جھوٹے مقدمہ میں پھنسا کر روپے لینا (اس سے) یہ بطور رشوت ہے اور رشوت لینا ناجائز و حرام گناہ کبیرہ حدیث شریف میں ہے الراشی والمرتشی کلاھما فی النار "رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ جھوٹا مقدمہ کرنا، بے وجہ شرعی لوگوں کو پریشان کرنا اور رشوت لینا یہ سب گناہ کبیرہ ہیں۔ اگر واقعی امام مذکور سے ایسے افعال واعمال صادر ہوتے ہیں تو ان وجوہ سے امام مذکور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ اس کی اقتدا میں نماز پڑھنے والا آثم و گنہگار جس کا لوٹانا واجب "غنیۃ" میں ہے: لو قدموا فاسقاً یا ثمون علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ یعنی الفاسق کراھۃ تحریم اور علامہ حصکفی

درمختار میں فرماتے ہیں کل صلاۃ ادیت مع کراھة التحریم تجب اعادتھا بعدتوبہ صحیحہ
اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز وروا جبکہ اور کوئی چیز مانع امامت نہ ہو کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں
کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ بخشا ہے ھو الذی یقبل التوبة عن عبادہ و یعفو عن
السیات جولوگ توبہ کرتے ہیں وہ پاک ہوجاتے ہیں لہٰذا وہ امام مال رشوت واپس کرے اور صدق
دل سے توبہ واستغفار کرے اور ایسے بدافعالی وبداعمالی سے دور رہے ناشائستہ حرکت سے باز رہے
اور شریعت پر عمل کرے پھر جب اس کا صلاح حال ظاہر ہوجائے تو اسے امام بنانا جائز ہوگا واللہ
سبحنہ وھوتعالیٰ اعلم۔

(۲) حدیث شریف میں ہے من تشبه بقوم فھو منھم جو جس قوم سے مشابہت رکھے وہ انہیں
میں سے ہے اور اسکا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا حدیث شریف میں ہے المرءُ مع من احب
بدمذہب سے میل جول اور خورد ونوش ناجائز وحرام ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے واما
ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین اور اگر شیطان تجھے بھلا
دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھ حضور ﷺ کا فرمان عالیشان ہے لاتجالسوھم ولا
تشاربوھم ولا تواکلوھم ان کے پاس نہ بیٹھو اور انکے ساتھ نہ پیو اور انکے ساتھ نہ کھاؤ دوسری
جگہ فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ان سے دور بھاگو ان سے دور
رہو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ ٹی وی دیکھنے والا فسق وفجور کا مرتکب ہے کہ
اس سے تعلق ربط ضبط رکھنا باعث تہمت والزام ہے اور ان سے بچنا فرض ہے لہٰذا ایسے لوگوں کے
پاس اٹھنا بیٹھنا نادرست وناروا اس امام کو چاہئے کہ وہ فوراً اس سے قطع تعلق کرے اور جدا ہوجائے
یقیناً اگر امام مذکور ایسے لوگوں سے تال میل رکھتا ہے تو وہ فسق فجور کا مرتکب ہے اور اس کی امامت
ممنوع اسے امام بنانا گناہ اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ شرح صغیر منیہ میں

ہے یکرہ تقدیم الفاسق کراھة تحریم (بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) خالق کائنات کا ارشاد پاک ہے یاایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم ناراً۔ (پ ۲۸ رکوع ۱۹) اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته تم سب اپنے متعلقین کے سردار اور حاکم ہو، حاکم سے روز قیامت اسکی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ برصدق سوال اگر امام صاحب کی ہمشیرہ کا چال چلن واقعی خراب و برا ہے اور مذکور امام اپنی بہن کی اس ناشائستہ حرکت اور بدفعلی پر مطلع ہوکر بقدر قدرت انہیں منع نہیں کرتا بلکہ لڑتا ہے اور شکایت کی باتیں اپنے پڑوسیوں اور دیگر لوگوں حتی کہ کورٹ کچہری میں پھیلاتا رہتا ہے'' جو خلاف شرع اور شان مذہبی ہے'' بہت بیحیائی اور شرمندگی کی بات ہے گھر والے اور اسکے بھائی حافظ و امام کو اسکی بدفعلی اور بری حرکتوں سے اسکو روکنا فرض تھا۔ یقیناً ایسی صورت میں وہ دیوث اور فاسق ہے اسکے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ناجائز و گناہ ہے جو نمازیں پڑھی گئیں ان کو پھر سے پڑھنا واجب ہے فان الدیوث کما فی الحدیث و کتب الفقه کالدور غیرہ من لا یغار علی اھله ھکذافی الفتاوی الرضویه. جرمانہ لینا از روئے شرع ناجائز و حرام جو روپئے جرمانہ میں لیا ہے اس کا استعمال اپنے مصرف میں کرنا ناروا شریعت کا حکم ہے کہ جس سے وہ روپئے لیا ہے اس کو لوٹادے ورنہ وہ سخت گنہگار اور مستحق عذاب نار اور حرام کا مرتکب ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر واقعی کسی امام یا حافظ نے اس کو جھوٹے مقدمہ میں پھنسایا ہے تو وہ گنہگار مستحق عذاب نار ہے اور بعد ثبوت اسکے پیچھے نماز مکروہ ہوگی اگر اسکے علاوہ کوئی صالح امام ہو تو اس کی اقتدا کرے ورنہ اسکے پیچھے نماز پڑھکر دوہرا لے جماعت ترک نہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) مذکور سوال کے مطابق کسی کی زمین کو جبراً قبضہ کرکے میل چلانا اور اس میں پائخانہ بنا کر

استعمال کرنا عندالشرع جائز نہیں قابض مرتکب کبیرہ و مستحق عذاب شدید ہے حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں من اخذ من الارض شیئاً بغیر حقه خسف به یوم القیٰمة الی سبع ارضین جو شخص زمین سے کچھ ٹکڑا ناحق دبالے قیامت کے دن وہ ساتویں زمین تک دھنسادیا جائے گا۔ غاصب پر فرض ہے کہ زمین والے کو وہ زمین واپس کردے اور اس سے معافی طلب کرے ورنہ روز قیامت اسکے مستحق ہونگے کہ اس کی نیکیاں زمین والے کو دی جائیں اور زمین والے کے گناہ اس کے سر پر رکھے جائیں اور اس کو جہنم میں ڈالا جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سارے مسلمانوں کو حلال روزی کھانے کا حکم فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے یاایھا الذین آمنوا کلوا من طیبٰت مارزقنکم اور حدیث شریف میں ہے کہ: طلب الحلال واجب علی کل مسلم ۔حلال روزی کی تلاش ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اور جو شخص حرام روزی کھاتا ہے اسکے لئے احادیث کریمہ میں شدید وعیدیں آئی ہیں'' کہ جو ایک لقمۂ حرام روزی کھاتا ہے تو اسکے چالیس دن کا عمل قبول نہیں ہوگا'' الترغیب والترہیب'' جلد دوم ص ۵۴۷ میں ہے وروی عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : تلیت هذه الآیة عند رسول الله ﷺ :یا ایها الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیبا فقام سعد ابن ابی وقاص رضی الله عنه فقال یا رسول الله ادع الله ان یجعلنی مستجاب الدعوة فقال له النبی ﷺ یا سعد اطب مطعمک تکن مستجاب الدعوة والذی نفس محمد بیده ان العبد لیقذف القمة الحرام فی جوفه مایتقبل منه عمل اربعین یوماً وایما عبد بنت لحمه من سحت فالنار اولیٰ به "رواالطبرانی فی الصغیر" نیز ص ۵۴۸ میں ہے کہ جس نے مال حرام حاصل کیا اور اس سے کرتا، جلباب، قمیص بنا کر پہنا تو اس کی نماز مقبول نہیں یہاں تک کہ اس کرتا کو اس سے باہر پھینک دے۔ یعنی جب تک اس کا استعمال

ہے نماز قبول نہیں وروی عن علی رضی اللہ عنہ قال : کنا جلوسا مع رسول اللہ ﷺ فطلع علینا رجل من اھل العالیة فقال یا رسول اللہ اخبرنی باشد شیٔ فی ھذا الدین والنیة ؟ فقال النیة شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ و رسولہ و اشدہ یا اخا العالیة الامانة انہ لا دین لمن لا امانة لہ، ولا صلاۃ لہ ولا زکاۃ لہ یا اخا العالیہ! انہ من اصاب مالا من حرام فلبس منہ جلبابا یعنی قمیصا لم تقبل صلاتہ حتی ینحی ذلک الجلباب عنہ ان اللہ عزوجل اکرم واجل یا اخا العالیة من ان یقبل عمل رجل او صلاتہ و علیہ جلباب من حرام. رواہ البزار و فیہ نکارۃ ۔ نیز اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول فرماتا ہے فان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) جب ڈیوٹی چھ گھنٹے کی ہے اور بے سبب شرعی صرف تین چار گھنٹے ڈیوٹی کرتا ہے تو وہ گنہگار ہے اس پر توبہ لازم ہے۔ جتنی ڈیوٹی کرتا ہے اتنی ہی ڈیوٹی کی اجرت و تنخواہ لے اس سے زیادہ لینا ناجائز ہے۔ قبولیت نماز کا بہتر علم اللہ کو ہے کس کی قبول اور کس کی ناقبول اللہ کو کس کی کونسی ادا وقضا پسند ہے اللہ اعلم بالصواب۔ ''غنیۃ الطالبین'' وغیرہ کا مطالعہ کریں اور جواب نمبر ۵ غور سے پڑھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) دیوبندیوں کے بڑے مولویوں نے اپنی کتابوں میں اللہ ورسول کی شان میں شدید گستاخیاں کی ہیں اور کلمات کفریات بکے ہیں جن کے سبب وہ لوگ کافر ومرتد ہیں ایسے کہ جو ان کے اقوال پر مطلع ہوکر انہیں کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے علمائے کرام حرمین طیبین نے بالاتفاق انہیں کافر ومرتد فرما کر فرمایا ہے من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر۔ جو ان کے کفر میں ادنیٰ شک کرے وہ بھی انہیں کی طرح کافر۔ لہٰذا جو دیوبندیوں کے کفریات قطعیہ کو صحیح جانے اور مسلمانوں سے

چھپا کر رکھے اس کا حکم وہی ہے کہ وہ کافر خارج از اسلام ہے۔علامہ ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں انہ یصیر مرتداً علی قول جماعتہ و کفی بھٰذا خسارا و تفریطا تو بحکم شرع ان پر توبہ فرض اور تجدید ایمان لازم اگر بیوی والا ہو تو اپنی عورت سے نکاح جدید کرے۔درمختار جلد۴ص ۲۴۶ میں ہے مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح و اولادہ اولاد زنا (مافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح) اہل سنت پر لازم ہے کہ ان سے پرہیز رکھیں ان کے مقامات میں شریک نہ ہوں اپنے معاملات میں انہیں شریک نہ کریں (بحوالہ فتاویٰ رضویہ، جلد سوم ص ۳۱۲) ان لوگوں کو اپنی جماعت میں شامل کرنا ناجائز وحرام خلاف قرآن وحدیث اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد پاک ہے وامّا ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ حدیث شریف میں ہے لا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم دوسری جگہ ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں مثل جلیس السؤ کمثل صاحب الکیران لم یصیبک من سوادہ اصابک من دخانہ یعنی بد کی صحبت ایسی ہے جیسے لہار کی بھٹی کہ کپڑے کالے نہ ہوئے تو دھواں جب بھی پہونچے گا (ابوداؤد ونسائی)۔بدمذہبوں سے محبت تو زہر قاتل ہے اسکی نسبت احادیث کثیرہ صحیحہ معتبرہ میں جو خطر عظیم آیا سخت ہولناک ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سارے مسلمانوں کو راہ حق کی ہدایت فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

کتبہ محمد شمشیر عالم رضوی پورنوی
مرکزی دارالافتاء ۸۲، سوداگران بریلی شریف

۱۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماءدین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل استفسارات مین کہ

(۱)خطبۂ جمعہ تین اجزاء پر مشتمل ہے یا دواجزاء پر اگر خطبہ تین اجزاء پر مشتمل ہے تو اسکے اجزاء کیا کیا ہیں اوراگر دو پر مشتمل ہے تو اس کے اجزاء کیا ہیں؟

(۲) خطبہ سننا واجب ہے یا سمجھنا بھی؟

(۳) خطبہ خطاب ہے یا ذکر الٰہی ''زید کا کہنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کوئی حکم کوئی فریضہ اور کوئی عمل مصلحت سے خالی نہیں ہے اللہ اور اللہ کے رسول نے رسم ورواج اور اندھی تقلید کی نفی کی ہے سورۂ جمعہ میں سب سے پہلے سمجھنے کی وضاحت کی ہے قوم کی مثال دیکر اپنے نبی کی امت کو ہدایت کی ہے فرمایا: ہم نے جن کو توریت کا علم دیا تھا انہوں نے اس کا حق ادا نہیں کیا انکی مثال ایسی ہے جیسے گدھے پر کتاب لدی ہوئی جو لوگ خدا کی آیتوں کی تکذیب (جھٹلانا، چھپانا) کرتے ہیں انکی مثال بری ہے اور خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا سورۂ جمعہ نمبر ۵، جمعہ کے دن خرید وفروخت سے روکنا اور قرب کی تمام پنجگانہ مساجد کے نمازیوں کو جامع مسجد میں جمع کرنے کا مقصد کیا ہے؟

بکر کا کہنا ہے کہ خطبہ خطاب نہیں ذکر الٰہی ہے اس کا سننا واجب ہے سمجھنا نہیں، زید کا کہنا ہے کہ خطبہ ذکر الٰہی ہے تو وہ قرآن وسنّت ہے خطبہ میں خلفائے راشدین اور حضرت فاطمہ کا ذکر کیوں کیا جاتا ہے ذکر اللہ اور اللہ کے رسول کا ہو یا اپنے معاملات کا اسکا مقصد بھی سمجھنا اور سمجھانا ہوتا ہے برائے کرم ان سوالات کا جواب وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: معراج احمد

زہرہ باغ علیگڑھ یوپی

الجواب بعون الملک الوہاب :- اس سوال سے آپ کی کیا مراد ہے کہ خطبہ دو اجزاء پر مشتمل ہے البتہ خطبہ میں دو فرض اور پندرہ سنتیں ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہین (بہار شریعت حصہ چہارم)

ملاحظہ کریں (۱) خطبۂ جمعہ چار اجزاء پر مشتمل ہے اول ظہر کے وقت میں ہونا دوم قبل نماز ہونا سوم ایسی جماعت کے سامنے ہونا جو جمعہ کے لئے شرط ہے یعنی کم از کم خطیب کے علاوہ تین مرد کا ہونا چہارم اتنی آواز سے پڑھنا کہ پاس والے سن سکیں اگر کوئی امر مانع نہ ہو (۲) حاضرین پر خطبہ سننا فرض ہے نہ کہ سمجھنا اور اگر آواز نہ پہونچتی ہو تو خاموش رہنا واجب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) خطبہ ذکر الٰہی کا نام ہے، خطبہ کے متعلق بکر کا قول درست ہے کہ خطبہ ذکر الٰہی ہے ''درمختار'' میں ہے: لان الامر بالسعی للذکر لیس الا لاستماعه اور اسکا سننا فرض ہے ''درمختار'' ص ۱۵۹/جلد۲/میں ہے: بل یجب علیه ان یستمع اسی کے حوالہ سے ''ردالمحتار'' میں ہے: ظاهره انه یکره الاشتغال بما یفوت السماع وان لم یکن کلاما وبه صرح القهستانی حیث قال اذا الاستماع فرض کما فی المحیط او واجب کما فی صلاة المسعودیة او سنة و فیه اشعار بان نوم عند الخطبة مکروه الا اذا غلب علیه کما فی الزاهدی اور خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر استحبابا ہے ''درمختار'' ص ۱۴۹/جلد ۲ میں ہے: یندب ذکر الخلفا الراشدین والعمین خلفائے راشدین وفاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر یوں کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان سے انسیت ومحبت تھی اور ان کو رسول اللہ ﷺ سے انسیت محبت اور جہاں اللہ اور اسکے محبوب ﷺ کا ذکر ہو تو وہاں ان کا نام اور ذکر کر لینے میں کوئی حرج نہیں اور شریعت جس سے منع نہ کرے وہ مباح ہے: الاصل فی الاشیأ الاباحة ذکر رسول ﷺ اور آپ کی ثنا نعت اور خلفائے راشدین اور اتقائے مومنین کا ثنا اور وعظ ونصیحت یہ سب ذکر اللہ تعالیٰ کے حکم میں ہیں ذکر اللہ سے رضائے الٰہی اور خوشنودی رب حاصل ہوتی ہے جس کا سمجھنا بہتر واولیٰ ہے بغیر سمجھے اللہ اور اسکے رسول اور دین وملت کی معرفت حاصل نہیں ہوتی بیشک اللہ تعالیٰ کا حکم وعمل وغیرہ میں ہزارہا حکمتیں ہیں اور اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں اور

ان تک ہماری عقل کورسائی نہیں فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ برے رسم ورواج اور اندھی تقلید سے یقیناً اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

سورۂ جمعہ کی آیت کے ترجمہ میں علماء یہود کی مثال پیش کر کے رسول اعظم ﷺ کی امت اور علمائے امت کو مخاطب کیا ہے ''کہ ہم نے جن کو توریت کا علم دیا تھا انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا وہ ایسا ہی ہے جیسے گدھے پر لدی ہوئی کتاب'' ویسا ہی رسول اللہ ﷺ کی امت کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تنبیہ ہے کہ جو کتاب کا حامل ہو اس پر لازم ہے کہ اس کے معانی سیکھے اسے پورے طور پر سمجھ کر اس پر عمل کرے تا کہ ان یہودیوں کی طرح مذمت نہ ہو گدھے پر لدی ہوئی کتاب کی مثال دیکر یہ پیش کرنا ہے کہ جو بوجھ اٹھاتا ہے یعنی گدھے کا کام ہے بوجھ اٹھانا، لیجانا، تو علم کی کتابوں کے اٹھانے سے نہیں تھکتا لیکن ان سے نفع حاصل نہیں کرتا اسی طرح جہلا کو ان کتابوں کے متعلق گدھا کی طرح معلوم نہیں ہوتا جیسے وہ بوجھ اٹھاتا ہے اور اس سے نفع نہیں پاتا ایسے ہی جاہل اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرنے والے، انکار کرنے والے یہودی ہیں ان کیلئے بری مثل ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا یعنی جو تصدیق کی جگہ پر تکذیب کو رکھتے ہیں یا اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں کہ گمراہی کو ہدایت اختیار کر کے خود کو عذاب دائمی کیلئے پیش کر رہے ہیں۔ ایسے ہی شقاوت کو سعادت پر اور عداوت کو عنایت پر ترجیح دیتے ہیں ایسے لوگوں کے حال کو گدھے کے حال سے تشبیہ دی گئی ہے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ والرضوان فرماتے ہیں:

علم چندانکہ بیشتر خوانی ☆ چون عمل درتو نیست نادانی

نہ محقق بود نہ دانش مند ☆ چار پائے برو کتابے چند

آن تہی مغز را چہ علم و خبر ☆ کہ برو ہنر مست یا دفتر

یعنی علم جتنا بہت زیادہ پڑھو جب تم میں عمل نہ ہو تو تم نادان ہو، وہ نہ محقق ہے نہ دانشور ہے

بلکہ جانور ہے جس پر چند کتابیں لاد دی گئی ہیں اس خالی مغز والے کو علم وخبر کی کیا خبر کہ اس پر لکڑیاں لاد دی گئی ہیں یا کتابیں حضرت کاشفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

گفت ایزد یحمل اسفارہ ☆ بار باشد کان نبود زہرہ

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کتابیں اٹھاتا ہے اس پر بوجھ ہوجاتا ہے اسے فائدہ نہ ہوگا، جمعہ کے دن جب نماز جمعہ کی اذان ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے جو نص قطعی سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **یا ایھا الذین آمنو اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع.** ذروا البیع میں ذروا فعل امر ہے جو وجوب کیلئے آتا ہے اور اس پر عمل واجب۔ جمعہ ہفتہ کی عید اور سید الایام ہے جس طرح سال میں ایک بار یکم شوال المکرم کو رمضان المبارک کے روزے کی خوشی میں عید منائی جاتی ہے اور سب لوگ عیدگاہ میں جمع ہوکر عید مناتے ہیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ ومعانقہ کرتے ہیں اسی طرح ہر ہفتہ جمعہ کو سب کا ایک جگہ جمع ہوکر ہفتہ کی عید منانی یعنی جمعہ کی نماز ادا کرنی ہے اور ذکر الٰہی میں مشغول و مصروف ہونا ہے۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرم نور مجسم ﷺ کی ہجرت سے قبل مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہودی ہفتہ میں ایک دن شنبہ کو اور نصاریٰ اتوار کو جمع ہوتے ہیں ہم بھی ایک دن مقرر کرلیں جس میں جمع ہوکر اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور نماز پڑھیں۔ ہفتہ تو ہے یہود کا اور اتوار ہے نصاریٰ کا لہٰذا ہم عروبہ یعنی جمعہ کے دن ہی جمع ہوجایا کریں یہ طے کرکے اسی دن حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں جمع ہوگئے انہوں نے ایک دوگانہ پڑھایا اور وعظ فرمایا اسی دن سے اس کا نام جمعہ ہوا۔

مذکورہ آیت یہود کے اس قول کا رد ہے جو کہا تھا کہ ہمارا ہفتہ کا دن تمہارا کوئی دن نہیں تھا لہٰذا مخصوص دن جمعہ مقرر ہوا' بیع وشراء کا اختصاص اسلیے بھی ہے کہ جمعہ کے دن لوگ اردگرد سے بیع

وشراء، خرید وفروخت کیلئے جمع ہوتے ہیں تو دوپہر کے وقت خرید وفروخت شباب پر ہوتی ہے۔ تو یہ وقت اس زد میں ہے کہ لوگ سخت مشغولی سے ذکر الٰہی اور مساجد کی طرف نماز جمعہ پڑھنے کو بھول نہ جائیں اسی لئے اس پر متنبہ فرمایا کہ آخرت کی تجارت کی طرف دوڑو دنیوی تجارت کو چھوڑ دو اور ذکر الٰہی کی طرف دوڑو کہ اس سے بڑھکر اور کوئی نافع تر نہیں اور بیع وشراء چھوڑ دو کہ اس کا نفع نہایت ہی قلیل ہے نیز آخرت کا نفع بزرگ تر اور ہمیشہ باقی ہے (تفسیر روح البیان) مولیٰ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ہدایت فرمائے آمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب والمولیٰ تعالیٰ اعلم — کتبہ محمد شمشیر عالم رضوی پورنوی

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی — مرکزی دارالافتاء ۸۲/سوداگران بریلی شریف

۱۱/ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذی استفسارات میں کہ

(۱) زید نے ایک مزار شریف (شیر جنگ) کے نام سے کچھ بکرے بولنے اور انہیں کے مزار پر لیجا کر انہیں قربانی کیا اور وہیں کھانا بنایا گیا کیا یہ کھانا علماء دین کیلئے جائز ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

(۲) کچھ عالم دین ایک دینی مدرسہ چلاتے ہیں لیکن مدرسہ کے طلباء سے آٹا گھر گھر سے منگواتے ہیں۔ طلباء بھیک کے طور پر بالٹیاں لیکر گھر گھر سے آٹا مانگتے ہیں۔ شریعت کے اعتبار سے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: معراج احمد علی گڑھ

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب (۱) دراصل اس جانور کو صاحب مزار کے نام یا مزار پر لیجا کر ذبح کرنے اور کھانا پکانے کا مقصد صاحب مزار کو ایصال ثواب کرنا ہے، ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس جانور کو اللہ عزوجل کے نام پاک یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے تو وہ جانور حلال

ہے اور اسکا کھانا جائز ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: **وما لکم الا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ** (اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ کھاؤ اس جانور سے جسکے ذبح میں اللہ کا نام لیا گیا ہے) مسلمان ذبح سے ان بزرگ کیلئے تقرب کی نیت نہیں کرتا ہے بلکہ ایصال ثواب مقصد ہوتا ہے تفصیل رسالہ مبارکہ ''سبل الاصفیا'' میں ملاحظہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) گاؤں بلکہ شہر میں بھی ایسا ماحول ہوتا ہے کہ لوگ آٹے کی چٹکی جسے مٹھیہ بھی کہتے ہیں روزانہ اپنے گھر کے خرچ سے امداد مدرسہ کیلئے نکالتے ہیں جس کو طلباء لے آتے ہیں وہ جائز ودرست ہے اور چھوٹے بچوں کو اسلئے بھیجتے ہیں کہ وہ گھر میں جاسکتے ہیں۔ بہر حال امداد مدرسہ کیلئے سوال ناجائز نہیں ہے جو طلباء غنی نہیں انہیں زکاۃ لینا جائز ہے اور اسکا سوال کرنا بھی جائز ہے ''ردالمحتار'' ص ۳۴۰ رج ۲ رمیں ہے: **ویکون طلب العلم مرخصالجواز سوأله من الزکاة وغیرها وان کان قادراً علیٰ الکسب اذبدونه لا یحل له السوأل کما سیاتی** واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم — کتبہ محمد شمشیر عالم رضوی پورنوی

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی — مرکزی دارالافتاء ۸۲ رسوداگران بریلی شریف

۶ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ

(۱) شخصی تقلید کی ضرورت کیا ہے؟ شخصی تقلید واجب ہے تو کیوں اور کیسے واجب ہے اسلام میں کسی چیز کے امر کے وجوب کی کیا کیا صورتیں ہوتی ہیں؟

(۲) کیا قرآن وحدیث کافی نہیں؟

(۳) صحابہ کرام تابعین وتبع تابعین نے کسی خاص شخص کی تقلید نہیں کی اور مقلدین کا کہنا ہے کہ تقلید واجب ہے تو کیا وہ اس واجب کے تارک تھے؟

(۴) خود ائمہ مجتہدین نے بھی تقلید نہیں کی بلکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو فرمایا ہے کہ صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے اگر حدیث کے خلاف میرا کوئی دیکھو تو اسے ترک کردو۔

(۵) قرون اولیٰ میں تقلید شخصی کے وجوب پر کوئی روایت نہیں ملتی اگر تقلید واجب ہوتی تو ضرور صاف صاف اس کا ذکر ہوتا۔

(۶) فاسئلوا اھل الذکر سے تقلید شخصی کا وجوب کیسے ثابت ہوتا ہے اس سے تو مطلق اہل علم مراد ہے جہاں جیسے عالم دین دستیاب ہوں ان سے مسئلہ پوچھ کر عمل کرے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کی کوئی تخصیص نہیں ہونی چاہئے۔

(۷) کیا اسلام میں خلیفۂ وقت کو ولی عہد مقرر کرنے کا اختیار ہے چاہے ولی عہد صحیح ہو یا غلط (فاسق) اور عوام کو اس وقت کے خلیفہ کے خلیفۂ وقت کا یہ حکم ماننا چاہئے یا نہیں؟ اور خلیفہ وقت کے انتخاب میں اسلام میں عوام کو کیا حق حاصل ہے؟ یعنی اسلام میں جمہوریت کا کیا Concept ہے یعنی عوام کی طرف سے رائے Voting کا تصور ہے یا نہیں یا صرف مجلس شوریٰ ہی خلیفہ اسلام کو منتخب کرنے کا حق رکھتی ہے اور مجلس شوریٰ اسلام میں کون بناتا ہے؟ اور مجلس شوریٰ کے کیا اختیارات ہیں؟ کیا مجلس شوریٰ خلیفۂ وقت کے خلاف ایکشن یا معزول کرسکتی ہے اور خلیفۂ وقت کیا مجلس شوریٰ کو توڑ پھوڑ کرسکتا ہے؟ اور اپنی مرضی کی مجلس شوریٰ بنانے کا اختیار رکھتا ہے یعنی اسلام میں خلیفہ کا انتخاب کیسے کیا جاتا ہے؟ اسلام میں سیاسی نظام کا کیا تصور ہے شریعت میں ان کا کیا حکم ہے؟

(۸) اجماع اور اجتہاد قیاس کی دین میں کیا تعریف ہے؟ قرآن پاک وحدیث شریف کے ہوتے ہوئے اجماع اور اجتہاد فقہ قیاس کی کیا ضرورت ہے کیا آج کل کے دور میں بھی اجماع واجتہاد ممکن ہے یا نہیں اور کن کن احکامات میں اجماع اور اجتہاد کیا جاسکتا ہے؟ اور کون کون اجماع اور اجتہاد قیاس کرسکتے ہیں؟ کیا اجماع امت کا مطلب اجماع علمائے دین ہے؟

المستفتی: ڈاکٹر خالد رضا رضوی شکاگو امریکہ

الجواب بعون الملک الوہاب :- دنیا میں انسان کوئی بھی کام بغیر دوسرے کی پیروی کے نہیں کرسکتا۔ ہر ہنر اور ہر علم کے قواعد میں اس کے ماہرین کی پیروی کرنا پڑتی ہے، دین کا معاملہ تو دنیا سے کہیں زیادہ اہم ہے اس میں بھی اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوگی علم حدیث میں بھی تقلید ہے کہ فلاں حدیث اسلئے ضعیف ہے کہ بخاری نے یا فلاں محدث نے فلاں راوی کو ضعیف کہا ہے اس کا قول ماننا ہی تقلید ہے نماز میں جب جماعت ہوتی ہے تو امام کی تقلید سب مقتدی کرتے ہیں حکومت اسلامی میں تمام مسلمان ایک بادشاہ کی تقلید کرتے ہیں غرض کہ انسان ہر کام میں مقلد ہے اور خیال رہے کہ ان سب صورتوں میں تقلید شخصی ہے۔ تقلید شخصی جائز ہے بلکہ واجب ہے اور غیر مجتہد کو اس کے بغیر چارہ نہیں ہے اسلئے کہ احکام شرع بذریعہ علمائے راسخین وصلحائے کاملین ہم کو ملے ہیں اور یہ دو گروہ ہیں محدثین مجتہدین، محدثین نے احادیث مبارکہ کو جمع فرمایا اور اسکی صحت روایت میں بھرپور کوشش کی اور وہ اپنے مقصود میں کامیاب ہوئے اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزا دے اور حضرات مجتہدین نے قرآن واحادیث سے احکام کو استنباط فرمایا اور وہ بھی بہ فضل خدا کامیاب و کامران ہوئے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے چونکہ ہر شخص اتنا علم نہیں رکھتا کہ ناسخ ومنسوخ کی تمیز کرسکے۔ محکم وموؤل کو پہچان سکے، مقدم ومؤخر کو معلوم کرسکے نصوص میں جو تعارض ہیں ان میں مطابقت کرسکے۔ اسلئے اسے سوائے تقلید کے کوئی چارہ نہیں مجتہد اپنے علم وکثرت روایت و کمال تقویٰ وجودت استنباط سے اسکا ملکہ رکھتا ہے اس لئے اس کی تقلید ضروری ہے۔ ولہذا حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا الحدیث مضلة الاللفقهاء حضرات مجتہدین ہی اس کے معانی سے زیادہ آگاہ ہوتے ہیں دوسروں کیلئے خالی ترجمہ احادیث دیکھ کر ہلاکت وگمراہی کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ مشکوۃ شریف ص ۳۲۰ کتاب الامارۃ میں بحوالہ مسلم ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں

من اتاكم وامر كم جميع علىٰ رجل واحد يريد ان يشق عصاكم او يفرق جماعتكم فاقتلوه ''جوتمہارے پاس آوے حالانکہ تم ایک شخص کی اطاعت پر متفق ہو وہ چاہتا ہو کہ تمہاری لاٹھی توڑ دے اور تمہاری جماعت کو متفرق کر دے تو اس کو قتل کر دو''۔اس میں مراد امام اور علمائے دین ہی ہیں کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت خلاف شرع احکام میں جائز نہیں ہے امام مسلم نے کتاب الامارۃ میں ایک باب باندھا باب وجوب طاعة الامراء فى غير معصية یعنی امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی کی اطاعت ضروری ہے مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حضرت ابن مسعود کے بارے میں فرمایا: لا تسئلونى مادام هذا الحبر فيكم جب تک کہ یہ علامہ تم میں رہیں مجھ سے مسائل نہ پوچھو معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی اطاعت کی حاجت نہیں اور ہر مقلد کی نظر میں اپنا امام افضل ہوتا ہے مشکوٰۃ شریف میں ہے:من مات وليس فى عنقه بيعة مات ميتة جاهلية جو مر جائے حالانکہ اس کے گلے میں کسی کی بیعت نہ ہو وہ جہالت کی موت مرا۔اس میں امام کی بیعت یعنی تقلید اور بیعت اولیاء سب ہی داخل ہیں ۔لہٰذا جو خود مجتہد نہ ہو وہ کسی ایک مجتہد کی تقلید ضرور کرے مشکوٰۃ شریف میں ہے: اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ فى النار بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو جماعت مسلمین سے علیحدہ رہا وہ علیحدہ کر کے جہنم میں بھیجا جائے گا۔نیز حدیث شریف میں ہے:ماراٰه المومنون حسنا فهو عند الله حسن جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ آج بھی اور اس سے پہلے بھی عام مسلمان تقلید شخصی ہی کو اچھا جانتے آئے اور مقلد ہی ہوئے آج بھی عرب وعجم میں مسلمان تقلید شخصی ہی کرتے ہیں تفسیر خازن زیر آیت :وكونوا مع الصدقين ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار سے فرمایا کہ قرآن شریف نے مہاجرین کو صادقین کہا: اولئک هم

الصدقون اور پھر فرمایا و کونوا مع الصادقین سچوں کے ساتھ ہو۔لہٰذا تم بھی علیحدہ خلافت نہ قائم کرو ہمارے ساتھ رہو اس سے بھی تقلید شخصی کا ثبوت ملتا ہے کہ سچوں نے تقلید کی ہے تم بھی ان کے ساتھ رہو مقلد بنو۔

تقلید کا وجوب قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اور عمل امت اور اقوال مفسرین سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ: اهد نا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم ہم کو سیدھا راستہ چلا جن پر تو نے احسان کیا۔اس سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم وہی ہے جس پر اللہ کے نیک بندے چلے ہوں اور تمام مفسرین، محدثین، فقہاء، اولیاء، غوث، قطب وابدال اللہ کے نیک بندے ہیں۔وہ سب ہی مقلد گزرے ہیں لہٰذا تقلید ہی سیدھا راستہ ہوا اور اس آیت سے بھی تقلید کا پتہ ملتا ہے: والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه اور سب اگلے پچھلے مہاجر و انصار اور جو لوگ بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔معلوم ہوا کہ اللہ ان سے راضی ہے جو مہاجرین اور انصار کی اتباع یعنی تقلید کرتے ہیں، یہ بھی تقلید ہوئی اور ارشاد خداوندی ہے: اطيعوا الله و اطيعوا الرسول واولى الامر منكم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور حکم والوں کی جو تم میں سے ہیں اطيعوا الله میں اطيعوا فعل امر ہے جو وجوب کیلئے آتا ہے اس پر عمل واجب اور تارک واجب گنہگار ہوتا ہے اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول اور اولى الامر یعنی علمائے مجتہدین کی اطاعت لازم ہے مذکورہ آیت میں اطاعت سے مراد شرعی اطاعت ہے اس سے بھی تقلید ثابت ہوتی ہے، دوسری جگہ میں ارشاد ربانی ہے فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص جس مسئلہ کو نہیں جانتا ہو وہ اہل علم سے دریافت کرے وہ اجتہادی

مسائل جن کے نکالنے کی ہم میں طاقت نہ ہو مجتہدین سے دریافت کیے جائیں اور ارشاد ہے واتبع سبیل من اناب الی اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کی اتباع (تقلید) ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع لانے والوں میں ائمہ مجتہدین اول نمبر پر ہیں تو ان کی تقلید ہمارے لئے ضروری ہے ایک عالم دین نے فرمایا کہ ائمۂ مجتہدین اوتاد الارض اور قواعد الدین ہیں اور ارشاد ہے :فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فی الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پر مجتہد بنا ضروری نہیں بلکہ بعض تو فقیہ بنیں اور بعض دوسروں کی تقلید کریں والذين يقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذرياتنا قرة اعين واجعلنا للمتقين اماماً یعنی اور وہ جو عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو دے ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہم کو پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔ اس آیت کی تفسیر میں تفسیر معالم التنزیل میں ہے فنقتدی بالمتقين ويقتدی بنا المتقون ہم پرہیز گاروں کی پیروی کریں اور پرہیز گار ہماری پیروی کریں اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی پیروی اور انکی تقلید ضروری ہے دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے يوم ندعوا كل اناس بامامهم "جس دن ہم ہر جماعت کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے" اس کی تفسیر "تفسیر روح البیان" میں اس طرح ہے :او مقدم فی الدين فيقال يا حنفی يا شافعی یا امام دینی پیشوا ہے پس قیامت میں کہا جاویگا کہ اے حنفی اے شافعی اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ہر انسان کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جاویگا یوں کہا جائیگا اے حنفیو! اے شافعیو! اے مالکیو! چلو تو جس نے امام ہی نہ پکڑا اس کو کس کے ساتھ بلایا جائے گا اس کے بارے میں

صوفیاء کرام فرماتے ہیں جس کا کوئی امام نہیں اس کا امام شیطان ہے اور ارشاد ہے: ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم یہاں اولی الامر سے مراد علمائے مجتہدین ہیں (ترجمہ) اور اگر اس میں رسول اور امر والے لوگوں کی طرف رجوع کرتے تو ضرور ان میں سے اسکی حقیقت جان لیتے وہ جو استنباط کرتے ہیں ان آیات سے اور ان کے علاوہ بھی آیات ہیں جن سے تقلید کا اثبات ہوتا ہے جو لوگ تقلید سے منکر ہیں وہ حقیقت میں قرآن و احادیث کے معانی سے بے بہرہ ہیں۔

مسلم شریف جلد اول ص ۵۴ میں ہے: عن تمیم الداری ان النبی ﷺ قال الدین النصیحۃ قلنا لمن قال للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتیھم ''حضرت تمیم داری سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے ہم نے عرض کیا کس کی؟ فرمایا اللہ کی اور اسکی کتاب کی اور اسکے رسول کی اور مسلمانوں کے ائمہ کی اور عام مومنین کی اس حدیث کی شرح نووی میں ہے: وقد یتناول ذلک علے الائمۃ الذین ھم علماء الدین وان من نصیحتھم قبول ماروو ہ وتقلیدھم فی الاحکام واحسان الظن بھم یہ حدیث ان اماموں کو بھی شامل ہے جو علماء دین ہیں اور علماء کی خیر خواہی سے ہے انکی روایت کی ہوئی حدیث کا قبول کرنا اور ان کے احکام میں تقلید کرنا اور ان کے ساتھ نیک گمان کرنا۔ مذکورہ حدیث سے بھی وجوب تقلید و تقلید شخصی کا ثبوت ہوتا ہے، تقلید شخصی کے وجوب پر اجماع سے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رسالہ ''انصاف'' میں لکھتے ہیں: بعد المأتین ظھر بینھم التمذھب للمجتھدین باعیانھم وقل من کان لا یعتمد علی مذھب مجتھد بعینہ یعنی ''دوصدی کے بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو ایک امام معین کے مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو'' امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی جن کی میزان

الکبریٰ وغیرہ تصانیف عالیہ سے امام العصر و دیگر کبرائے طائفہ نے جا بجا استناد کیا اسی میزان الکبریٰ میں فرماتے ہیں: یجب علی المقلد العمل بالارجح من القولین فی مذھبه مادام لم یصل الیٰ معرفة ھذه المیزان من طریق الذوق والکشف کما علیه عمل الناس فی کل عصر بخلاف ما اذا وصل الی مقام الذوق ورایٔ جمیع اقوال العلماء وبحور علومھم تنفجر من عین الشریعة الاولیٰ تبتدی منھا و تنتھی الیھا فان مثل ھذا لایومر بالتعبد بمذھب معین لشھودہ تساوی المذاھب فی الاخذ من عین الشریعة اھ ملخصا یعنی مقلد پر واجب ہے کہ خاص اسی بات پر عمل کرے جو اسکے مذہب میں راجح ٹھہری ہو ہر زمانہ میں علماء کا اسی پر عمل رہا ہے البتہ جو ولی اللہ ذوق ومعرفت کی راہ سے اس مقام کشف تک پہونچ جائے کہ شریعت مطہرہ کا پہلا چشمہ جو سب مذاہب ائمہ مجتہدین کا خزانہ ہے اسے نظر آنے لگے وہاں پہنچ کر وہ تمام اقوال علماء کو مشاہدہ کریگا کہ ان کے علوم کے دریا اسی چشمے سے نکلتے اور اسی میں پھر آکر گرتے ہیں ایسے شخص پر تقلید شخصی لازم نہ کی جائے گی کہ وہ تو آنکھوں دیکھ رہا ہے کہ سب مذاہب چشمۂ اولیٰ سے یکساں فیض لے رہے ہیں یہاں سے ثابت کہ جو پایہ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف وولایت کے اس رتبۂ عظمیٰ تک پہونچا اس پر تقلید امام معین قطعاً واجب ہے اور اسی پر ہر زمانے میں علماء کا عمل رہا یہاں تک کہ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی نے کتاب مستطاب کیمیائے سعادت میں فرمایا مخالفت صاحب مذہب خود کردن نزد ہیچکس روانہ باشد'' اپنے مذہب کے امام کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہوگا''۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: **اقول** وانما اراد الاجماع بعد تقرر المذاھب وظھور التمذھب للائمه باعیانھم اذھو الصحیح لا اضافة بین الناس و اصحاب المذاھب کما لا یخفی و عدم الاعتداد فی دعویٰ

الاتفاق بمن شذ و ندر کثیر مشتھر کما لا یخفی علیٰ ذی بصر یعنی میں کہتا ہوں ان کی مراد تقرر مذاہب اور ظہور تقلید معین ائمہ کے بعد کا اجماع ہے کیونکہ یہی صحیح ہے لوگوں اور اصحاب مذاہب کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے جیسا کہ واضح ہے اور دعوی اتفاق میں شاذ و نادر کا اعتبار نہ کرنا کثیر و مشہور ہے جیسا کہ صاحب بصیرت پر مخفی نہیں، جب تقلید شخصی معاذ اللہ کفر و شرک ٹھہری تو تمہارے نزدیک یہ ہر عصر کے علماء اور بارہ سو برس کے عامۂ مومنین معاذ اللہ سب کفار و مشرکین ہوئے نہ سہی آخر اتنا تو اجلی بدیہیات سے ہے جس کا انکار آفتاب کا انکار کہ صدہا برس سے لاکھوں اولیاء علماء محدثین فقہاء عامۂ اہلسنت واصحاب حق و ہدیٰ غاشیۂ تقلید ائمۂ اربعہ اپنے دوش ہمت پر اٹھائے ہوئے ہیں جسے دیکھو کوئی حنفی کوئی شافعی کوئی مالکی کوئی حنبلی یہاں تک کہ فرقۂ ناجیہ اہلسنت و جماعت ان چار مذہب میں منحصر ہو گیا قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہ معتمدین و مستندین طائفہ سے ہیں تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں: اھل السنة قد افترقت بعد القرون الثلثة او الاربعة علی اربعة مذاھب ولم یبق فی الفروع سوی ھذہ المذاھب الاربعة "اہلسنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذہب پر منقسم ہو گئے اور فروع میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا" طبقات حنفیہ و طبقات شافعیہ وغیرہما تصانیف علماء دیکھو گے تو معلوم ہو گا کہ ان چاروں مذہب کے مقلدین کیسے کیسے ائمہ ہدیٰ و اکابر محبوبان خدا گزرے جنہوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو مثلاً حنفی یا شافعی کہا اور ہمیشہ اسی لقب سے یاد کیے گئے اور ہمیشہ اپنے ہی مذہب پر فتویٰ دیے اور ہمیشہ اسی کی ترویج میں دفتر لکھے یہ سب تو معاذ اللہ تمہارے نزدیک چنیں و چناں ہوئے۔ جانے دو عمل نہ سہی قول تو مانو گے ان جماعت کثیرۂ علماء کو کیا جانو گے جنہوں نے تقلید شخصی کے حکم دیئے اور یہی ان کا مذہب منقول ہوا امام مرشد الانام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں مخالفته للمقلد متفق علی کونه منکرا بین المحصلین تمام منتہی فاضلوں کا اجماع

ہے کہ مقلد کا اپنے امام مذہب کی مخالفت کرنا شنیع واجب الانکار ہے۔شرح نقایہ میں کشف اصول امام بزدوی سے منقول من جعل الحق متعددا کا لمعتزلة اثبت للعامی الخیار من کل مذهب مایهواه و من جعل واحداً کعلمائنا الزم للعامی اماماً واحداً یعنی ''جن کے نزدیک مسائل نزاعیہ میں حق متعدد ہے کہ ایک شے جو مثلاً ایک مذہب میں حلال اور دوسرے میں حرام ہو تو وہ عند اللہ حلال بھی ہے اور حرام بھی وہ تو عامی کو اختیار دیتے ہیں کہ ہر مذہب سے جو چاہے اخذ کرلے یہ مذہب معتزلہ وغیرہم کا ہے اور یہ مذہب صحیح نہیں ہے اور غیر مقلدین تو تقلید کو مطلقاً شرک اور نافی ایمان کہتے ہیں حق متعدد ہو یا واحد ہو انہیں اس سے کیا فائدہ وہ تقلید کو شرک و نافی ایمان کہہ کر خود بے ایمان ہوگئے کہ تقلید کا ثبوت قرآن وحدیث واجماع سے ہے جیسا کہ اسی فتویٰ سے ظاہر وباہر ہے اور جو تقلید کو شرک کہتے وہ قرآن وحدیث واجماع امت کا منکر اور خارج از اسلام ہے تو تقلید کیلئے ہم سے دلیل مانگنا انکے لئے ہرگز مفید نہیں ہے وہ پہلے سے سرحد اسلام پار کر چکے ہیں اور کفر کی حد میں داخل ہوچکے ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ اور جو حق کو واحد مانتے ہیں وہ عامی پر امام معین کی تقلید واجب کرتے ہیں یہ مذہب ہمارے علماء وغیرہم کا ہے'' (بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۳۰۵، ۳۰۶) کسی چیز کے امر کا وجوب امر کے صیغے سے ہوتا ہے جبکہ اس وجوب سے کوئی قرینۂ صارفہ نہ ہو مثلاً اتوا الزکوٰة. اقیموا الصلوٰة. اتموا الحج وغیرہ ہاں اگر کوئی قرینۂ صارفہ اس وجوب سے عدول کیلئے ہو تو کبھی استحباب وندب کیلئے ہوتا ہے ''منار'' میں ہے: موجبه للوجوب لا الندب و الاباحة و التوقف ملا احمد جیون استاذ عالمگیر اورنگ زیب رحمہ اللہ علیہ ''نور الانوار ص ۳۱ ر میں فرماتے ہیں: وعندنا الوجوب حقيقة الامر فيحمل عليه مطلقة مالم تقم قرينة خلافه واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) قرآن وحدیث ضرور کافی ہیں لیکن ان کا سمجھنا سب کے بس کی بات نہیں قرآن وحدیث میں

سب کچھ موجود ہے مگران سے مسائل نکالنے کی قابلیت ہونا چاہئے اسلئے ان کو سمجھنے کیلئے کسی امام کی تقلید ضروری ہے بغیر تقلید کے ان کے مسائل و مراحل کو سمجھنا محال قرآن وحدیث روحانی دوائیں ہیں اور امام روحانی طبیب مثلاً سمندر میں موتی ہیں مگران کو نکالنے کیلئے غوطہ خور کی ضرورت ہے ائمہ دین اس سمندر کے غوطہ زن ہیں ابن القیم شاگرد ابن تیمیہ جو غیر مقلدین کا امام مانا جاتا ہے اس نے اعلام الموقعین میں لکھا ہے: لا یجوز لا حد ان یا خذ من الکتاب والسنة مالم یجتمع فیہ شروط الاجتہاد یہ غیر مقلدین کے باطل خیال کا جواب ہے ان کا قول یہ ہے کہ کیا قرآن و حدیث کافی نہیں کافی ضرور ہے مگر ہر غیر مقلد کوان کے امام نے یہ حق نہیں دیا ہے کہ وہ براہ راست قرآن وحدیث سے مسائل کا استخراج کرسکیں ابن القیم نے بتادیا کہ جس کے اندر شروط اجتہاد نہ ہوں وہ کتاب وسنت سے مسائل اخذ نہیں کرسکتا ہے معلوم ہوا کہ مسائل کا استخراج کرنا مجتہدین کا کام ہے اور غیر مجتہدین کو انکی اتباع وتقلید کا حکم ہے لہٰذا کسی امام کی تقلید ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ تو خود حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم کی صحبت کی برکت سے تمام مسلمانوں کے امام اور پیشوا ہیں کہ ائمہ دین امام ابو حنیفہ وشافعی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کی پیروی کرتے ہیں صحابہ کرام خود مشکوٰۃ نبوت سے روشن ہیں ان کی شان تو یہ ہے اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم (مشکوٰۃ شریف باب فضائل الصحابہ) میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جن کی اتباع واقتداو پیروی کروگے ہدایت پا لوگے اسی میں ہے علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین تم لازم پکڑو میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو جس طرح نبی ﷺ کسی کے امتی نہ تھے بلکہ خود نبی ہیں اور سب آپ کی امت ہیں اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تمام مسلمانوں کے امام ہیں۔ مثلاً صف اول کے مقتدیوں کو مکبرین کی ضرورت نہیں صحابہ کرام صف اول کے مقتدی ہیں وہ بلا واسطہ سینہ پاک

مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فیض لینے والے ہیں ہم چونکہ اس بحر سے دور ہیں اسلئے ہم نہر کے حاجتمند ہیں۔ پھر سمندر سے ہزارہا دریا جاری ہوتے ہیں جن سب میں پانی تو سمندر ہی کا ہے مگر ان سب کے نام اور راستے جدا جدا ہیں کوئی گنگا کہلاتا ہے کوئی جمنا۔ ایسے ہی حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم رحمت کے سمندر ہیں اس سینہ میں سے جو نہر امام ابوحنیفہ کے سینہ سے ہوتے ہوئی آئی اسے حنفی کہا جاتا ہے جو امام مالک کے سینہ سے آئی وہ مذہب مالکی کہلایا پانی سب کا ایک ہے مگر نام جداگانہ اور ان نہروں کی ہمیں ضرورت پڑی نہ کہ صحابہ کرام کو جیسے کہ حدیث کی اسناد ہمارے لئے ہیں صحابہ کرام کیلئے نہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد تابعین کرام میں اختلاف ہوا اس کے بعد ائمۂ مجتہدین کی تقلید کی ضرورت پیش آئی نیز جدید مسائل پیدا ہوئے تو استنباط و اجتہاد کی ضرورت ہوئی تدوین احادیث کا کام محدثین نے سنبھالا اور مجتہدین نے اجتہاد فرمایا اسی لئے محدثین میں بھی مقلدین ہوئے ہیں اور صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین کو تقلید کی ضرورت ہی نہیں پڑی چھ صحابہ میں یہ بات ان کے حق میں ہیں جو فقہاء و مجتہدین تھے غیر مجتہد صحابہ فقیہ صحابہ کی تقلید کرتے تھے یونہی تابعی میں یہ سلسلہ قائم رہا پھر ہم نے صحابہ کرام و تابعین عظام کیلئے تقلید واجب کب کہا ہے یہ غیر مقلدوں کی جہالت سے ہے ہم نے تقلید مقلدین کیلئے واجب کہا ہے صحابہ کرام رشد و ہدایت کے آفتاب ہیں تابعین اور ائمہ مجتہدین ان کے فیضان علم سے روشن ہیں منور ہیں انہیں تقلید کی ضرورت نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) مجتہدین کو تقلید کرنا منع ہے جو مجتہد جس درجہ کے مجتہد ہونگے وہ اس درجہ میں کسی کی تقلید نہ کریں گے اور اس سے اوپر والے درجہ میں مقلد ہونگے جیسے امام ابو یوسف و محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کہ یہ حضرات اصول اور قواعد میں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد اور مسائل میں چونکہ خود مجتہد ہیں اسلئے ان میں مقلد نہیں، امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہاں مسئلہ کی بہت ہی چھان بین ہوتی تھی مجتہد

شاگردوں سے نہایت ہی تحقیقی گفتگو کے بعد جو فیصلہ ہوتا وہ اختیار فرماتے تھے امام اعظم کا قول مذکور حق ہے ''کہ کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جاوے تو وہ ہی میرا مذہب ہے صح عن الامام اذا صح الحدیث فھو مذھبی یعنی صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر مسئلہ میں بہت ہی جرح قدح اور تحقیق فرماتے تھے بعد تحقیق و تدقیق اسے اختیار فرماتے اور صحت اجتہادی صحت اصطلاحی سے مختلف ہے قول امام میں وہی مراد ہے ''میزان شریعت کبریٰ'' مطبع ترکی ص ۴۰ ر میں امام شعرانی فرماتے ہیں: کان لایدون مسئلة واحدة مما استنبطه من الکتاب والسنة حتی یعقد لھا مجلسا من العلماء ویقول اترتضون ھذا فاذا قالوانعم قال لابی یوسف او محمد بن الحسن اکتب ذلک وان لم یرتضوه ترکه تفصیل کیلئے ''الفضل الموھبی '' مصنفہ اعلیحضرت قدس سرہ دیکھئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) قرون اولیٰ کے مسلمین کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم کی صحبت کی برکت سے ان کے قلوب منور و مجلی اور کلام خدا و رسول کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں بلا دغدغہ قرآن و حدیث کے مفاہیم و مطالب کو سمجھ لیتے تھے کیوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر قول و فعل خود دلیل شرعی ہے اور تقلید میں ہوتا ہے کہ دلیل شرعی کو بے دیکھے اس کا قول اختیار کرے صحابہ کرام خود مشکوٰۃ نبوت سے روشن ہیں ان کی شان کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان عالیشان ہے: اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اتباع و اقتدا کرو گے ہدایت یافتہ رہو گے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے فرمان کی روایت کرنے والوں میں شدید اختلاف کے باعث ضرورت تقلید درپیش ہوئی نیز جدید مسائل پیدا ہوئے تو استنباط و اجتہاد کی ضرورت ہوئی تدوین احادیث کا کام محدثین نے

سنبھالا اور مجتہدین نے اجتہاد فرمایا اسی لئے محدثین میں بھی مقلدین ہوئے ہیں ''مسلم الثبوت'' میں ہے: اجمع المحققون علی منع العوام من تقلید الصحابة بل علیهم اتباع الذین یسروا وبوبوا وهذبو اونقحواو فرقوا و عللوا وفصلوا الخ محققین علماء نے اجماع فرمایا ہے کہ عوام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی تقلید نہ کریں بلکہ ان پر مجتہدین کی تقلید لازم ہے جنہوں نے تیسر وتبویب وتہذیب وتنقیح وتفصیل وتعلیل فرمائی ہے ''شرح منہاج الاصول'' میں ہے: قال امام الحرمین فی البرهان اجمع المحققون علی ان العوام لیس لهم ان یعملوا بمذاهب الصحابة بل علیهم ان یتبعوا مذهب الائمة من اهل السنة والجماعة وهم اهل المذاهب الاربعة ''یعنی امام الحرمین نے برہان میں فرمایا کہ محققین علماء نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ عوام کو حق نہیں کہ وہ صحابہ کرام کے مذاہب پر عمل کریں بلکہ ان پر لازم ہے کہ وہ ائمہ اربعہ کی اتباع کریں'' حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ'' جلد ۲/ص ۶۹۲/میں ہے: واعلم انه لا یجوز لا حد العمل بغیر المذاهب الاربعة لا لطعن فی غیر المذاهب الاربعة من مذاهب الصحابة والتابعین و تابعی التابعین والسلف الماضین وانما لعدم وصول مذاهبهم الینا بطریق التواتر والنقل المقطوع یعنی ''جان تو اے مخاطب بیشک جائز نہیں کسی کیلئے عمل مذاہب اربعہ کے علاوہ اور یہ اس بنا پر نہیں کہ مذاہب اربعہ کے علاوہ اور مذاہب صحابہ وتابعین وتبع تابعین وسلف ماضین میں کوئی خرابی ہے بلکہ اس بنا پر کہ ان کے مذاہب ہم تک تواتر اور نقل مقطوع کے ذریعہ نہیں پہونچے ہیں۔ ویسے ہمارا اعتقاد یہی ہے اور یہی واجب بھی ہے کہ ائمہ اربعہ اور سفیانین اور اوزاعی واسحٰق راہویہ وغیرہ ائمہ ہدایت پر تھے اور ان حضرات سے جو بطریق تواتر منقول ہے وہ ہدایت ہے'' اور حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہے حضور پرنور ﷺ نے فرمایا: قد ترکتکم علی البیضاء لیلها کنهارها لایز

یع عنہا بعدی الاھالک ومن یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بما عرفتم من سنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدین (الحدیث)''میں نے تم کو (شریعت) بیضاء پر چھوڑا اس کی رات مثل دن کے ہے نہیں کترائے گا اس سے مگر جو ہلاک ہونے والا ہے اور تم سے جو زندہ رہے گا تو عنقریب دیکھے گا بہت اختلاف تو تم پر لازم ہے (جو پہچان لو) میری سنت اور خلفائے راشدین مھدین کی سنت کی پیروی کرنا۔غیر مقلدین کا اس حدیث پر بھی عمل نہیں ہے وہ خلفائے راشدین کی مخالفت کرتے ہیں سیدنا عمر فاروق اعظم کی سنت کے خلاف آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں تین طلاقیں بیک مجلس میں نافذ و واقع ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے سیدنا فاروق اعظم کا فرمان ہے اس کو ترک کرتے ہیں اور حضور ﷺ کے فرمان واجب الاذعان والقبول کے برخلاف خلفائے راشدین کی مخالفت کرتے ہیں اس فعل نے ان کی گردن سے اتباع رسول علیہ السلام کا پٹہ نکال دیا گویا وہ اطیعوا الرسول پر عامل نہیں اور جو اطیعوا الرسول کا عامل نہیں وہ اطیعوا اللہ پر بھی عامل نہ ہوگا۔انکا مذہب انہیں کفر وضلالت کی اندھیری میں پہونچا چکا۔والعیاذ باللہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ بلکہ ائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب مہذب یہی ہے انـــا نعمل اولا بکتاب اللہ ثم بسنة رسول اللہ ثم باحادیث ابی بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم و فی روایة اخری انه کان یقول ما جاء عن رسول اللہ ﷺ فعلی الراس والعین بابی وامی ولیس لنا مخالفته وماجاء نا عن اصحابه تخیرنا وماجاء عن غیرھم فھم رجال ونحن رجال یعنی''بیشک ہم عمل کرتے ہیں اولاً کتاب اللہ پر پھر سنت رسول اللہ پر پھر خلفائے راشدین کی احادیث پر اور ایک روایت میں ہے کہ سیدنا امام اعظم فرماتے تھے جو حضور ﷺ سے مروی ہے تو وہ میرے سر اور آنکھوں پر میرے ماں باپ آپ کے قربان اور ہمارے لئے اس کی مخالفت جائز نہیں اور جو کچھ صحابہ کرام

سے مروی ہے اس میں ہم راجح کو لیتے ہیں اور جوان کے علاوہ سے مروی ہوا تو وہ بھی مرد ہیں اور ہم بھی مرد ہیں یعنی ہم ان تابعین کی روایت کی جانچ کرتے جوقوی ومضبوط ہوا سے اختیار کرتے ہیں بہر حال تقلید شخصی جائز ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کوتقلید کی ضرورت نہ تھی اور پہلے گزرا کہ صحابہ میں بھی یہ حکم ان کا ہے جو مجتہد تھے اور ان کے بعد کے مسلمانوں میں قرآن و حدیث کی افہام وتفہیم میں ائمہ مجتہدین کی حاجت ہے اسلئے ان کیلئے وجوب تقلید کی دلیل مانگنی غلط وباطل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) پہلے تقلید کا معنی اور اس کی تعریف ملاحظہ فرمائیں ،تقلید کے دو معنی ہیں ا۔لغوی ۲۔اصطلاحی ''لغتاً'' قلادہ در گردن بستن'' گلے میں ہار یا پٹہ ڈالنا۔ اصطلاحاً کسی کو محقق وثقہ سمجھتے ہوئے اسکے قول وفعل کو دلائل و براہین کا تتبع لئے بغیر اپنے اوپر لازم جاننا حضرت العلام ملا احمد جیون علیہ الرحمہ کی کتاب ''نورالانوار'' بحث تقلید میں ہے :التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعه یقول اوفی فعله علی زعم انه محق بلا نظر فی الدلیل تقلید کے معنی ہیں کسی شخص کا اپنے غیر کی اتباع کرنا اس میں جو اسکو کہتے یا کرتے ہوئے پائے یہ سمجھ کر کہ وہ محقق ہے دلیل میں نظر کئے بغیر نیز حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کتاب المستصفیٰ جلد دوم ص ۳۸۷ میں فرماتے ہیں: التقلید هو قبول قول بلا حجة حضرت قاضی محب اللہ بہاری کی کتاب ''مسلم الثبوت'' میں ہے : التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجة پھر تقلید دو طرح کی ہے ا۔تقلید شرعی ۲۔تقلید عرفی۔

تقلید شرعی: شریعت کے احکام عملیہ میں کسی کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں جیسے روزے ،نماز ،حج ،زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل میں ائمہ دین کی اتباع کی جاتی ہے، **تقلید عرفی:** دنیاوی باتوں میں کسی کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں جیسے اطباء علم طب میں بوعلی سینا کی اور شعراء داغ ،امیر یا مرزا غالب کی اور نحوی وصرفی حضرات سیبویہ اور خلیل وغیرہ کی پیروی کرتے ہیں۔

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون درآیت کریمہ غور طلب است
اول سوال کردن دوم سوال از اہل الذکر نہ از ہر کس و ناکس سوم این وقت جہالت و نادانستن است
چرا ہر کہ از قرآن و حدیث مسئلہ واقعہ دستیاب نشود پس براو لازم است کہ از مجتہد مذہب خود سوال کند
پس ہر کہ سوال کرد و بر قول او عمل کرد مقلد ثابت شد و اگر سوال نکند یا بقول مجتہد عمل نکند و انکار کند غیر
مقلد گشت، اگر آیت کو مطلق ہی مانا جائے تو بھی یہ آیت تقلید شخصی کے وجوب کے منافی نہیں کہ
مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے المطلق يجرى على اطلاقه جس سے مراد فرد کامل اور
آیت میں اسئلوا فعل امر ہے جو وجوب کیلئے آتا ہے اور اہل الذکر سے مراد علمائے مجتہدین
ہیں جن سے سوال کرنا وجوب پر دال اب دیکھنا یہ ہے کہ مسئول شافعی المسلک ہے یا حنفی المسلک
مالکی ہے یا حنبلی ۔فرض کرو کہ وہ حنفی المسلک ہے تو اس کا پیرو و متبع شخص معین ہے اب مطلب یہ ہوا
کہ خاص اہل ذکر سے سوال واجب نیز اسکی اتباع و تقلید واجب اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان عالیشان
ہے مافرطنا فی الکتب من شی ہم نے کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی، مگر احکام ظاہر لوگ
نہیں سمجھ سکتے جس کے سبب عوام کو علماء علماء کو ائمہ اور ائمہ کو رسول کی طرف رجوع واجب ہوئی کہ
فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون ''ذکر والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے'' اس
آیت کے مطابق اہل علم سے وابستہ ہو کر مسئلہ کی حقیقت معلوم کرنی ہے تو علماء اپنے امام و مقلد کے
قول پر ہی مسئلہ کی حقیقت بتاتے ہیں اور عمل کرتے ہیں لہٰذا اس آیت سے بھی تقلید شخصی کا اظہار ہوتا
ہے کہ نماز، روزے، زکوٰۃ حج میں ائمہ مجتہدین کے اقوال کو ماننا تقلید ہے اور یہ آیت یہ نشاندہی کرتی
ہے کہ جو احکام شرعیہ کو بذات خود حاصل نہیں کر سکتا اس پر لازم ہے کہ وہ اہل علم یعنی جہلاء علماء سے
اور علماء مجتہدین سے اور مجتہدین رسول سے وابستہ ہو کر مسئلہ کی حقیقت معلوم کریں (اعلیٰ حضرت
فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسالہ ''بیعت و خلافت کے احکام'' میں یہی فرمایا ہے) کہ

وہی براہ راست تمام احکام شرعیہ اصل ماخذ سے حاصل کرتے ہیں وامسحوا برؤسکم میں حکم اجمالاً بیان ہوا ہے آیت سے یہ جانکاری نہیں ملی کہ پورے سر کا مسح فرض ہے یا چوتھائی سر کا یا ایک بال کا اسی طرح قرآن مجید کے بعض آیات کا حکم منسوخ ہو گیا مثلاً بیوہ عورت کی عدت کے متعلق دو آیت پیش ہوئیں ایک آیت میں مدت عدت ایک سال اور دوسری آیت میں چار مہینے دس دن ۔اب فیصلہ کرنا ہے کہ کونسی آیت منسوخ اور کونسی ناسخ ۔اسی طرح جب کوئی انسان علم حدیث میں مہارت حاصل کئے بغیر احادیث پر عمل کریگا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ صحیح حدیث کے مقابلہ میں کسی ضعیف یا منسوخ روایت پر عمل کر بیٹھے گا اسلئے عام آدمی کیلئے اسکے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرے مثلاً قرؤ کے دو معنی ہیں حیض اور طہر اسکے لئے کوئی نص قرآن وحدیث میں موجود نہیں جو کہ قرؤ کو حیض یا طہر کے معنی کیلئے متعین کرے جب قرآن و حدیث میں کوئی نص ثابت نہیں تو یہ تعین صرف مجتہد ہی کے قول سے ہوگا لہٰذا قول مجتہد کا اعتبار و اقرار ہی تقلید ہوئی اب جس نے قول حنفی پر عمل کیا اور اس کو تسلیم کیا وہ حنفی کہلایا اور جس نے قول شافعی کو مانا وہ شافعی ہوا بنابرایں خاکہ تقلید شخصی کا وجوب مندرجہ بالا آیت سے ثابت لہٰذا آیت اپنی جگہ مسلّم اس پر کوئی اعتراض نہیں ۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ علامہ سیوطی نے ''اکلیل'' میں اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ عام آدمی کیلئے مسائل فرعیہ میں مجتہد کی تقلید ضروری ہے ''روح المعانی'' ج ۱۴ ص ۱۴۸ میں ہے: واستدل بها ايضا على وجوب المراجعة للعلماء فيما لا يعلم وفى الاكليل للجلال السيوطى انه استدل بها على جواز تقليد العامى فى الفروع الى ان قال لا فرق بين تقليد احد ائمة المذاهب الاربعة و تقليد غيره من المجتهدين ملخصا الخ اور اہل ذکر سے متعلق ایک حدیث مروی ہے: اخرج ابن مردويه

عن انس قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ان الرجل یصلی و یصوم و یحج و یغزو وانه لمنافق قیل یا رسول الله بماذا دخل علیه النفاق قال لطعنه علی امامه و امامه اهل الذکر یعنی ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے ہیں رسول خدا ﷺ بیشک آدمی نماز پڑھیگا روزہ رکھے گا حج کریگا جہاد کریگا اور بیشک وہ منافق ہوگا عرض کی گئی یا رسول اللہ کس سبب سے اس میں نفاق داخل ہوا فرمایا اپنے امام پر طعن کرنے کے سبب اور اس کا امام اہل الذکر ہے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اہل ذکر سے مراد وہی اولی الامر ہیں لہٰذا ثابت و محقق ہوگیا مذاہب اربعہ کے امام اولی الامر ہیں۔ اور یہی حضرات قرآن وحدیث سے جو مسائل منصوص نہیں استنباط کرنے والے اور اجتہاد کرنے والے حکم ظاہر فرمانے والے ہیں۔ اور جو مسائل واضح طور پر قرآن وحدیث سے معلوم ہیں ان سے سوال کرنے کے کوئی معنی ہیں وہ غیر مقلد خود ہی نکال لیں گے اگرچہ انکی فہم کج غلط نکالے حرام کو حلال اور حلال کو حرام بتائے۔ والعیاذ باللہ۔ اولی الامر سے مراد علمائے مجتہدین ہیں حدیث شریف میں اولی الامر کے معنی کی تصریح ہے سنن دارمی میں ہے: اخبرنا یعلی حدثنا عبد المالک عن عطاء قال اولی الامر ای اولی العلم و الفقه اور تفسیر اتقان سیوطی میں ہے: عن ابی طلحة عن ابن عباس قال اولی الامر اهل الفقه و الدین و اخرج بن جریر و منذر و ابن ابی حاتم و الحاکم عن مجاهد و عن ابن عباس هم اهل الفقه و الدین واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) خلافت کا مستحق وہ ہے جو ساتوں شرائط خلافت کا جامع ہو یعنی مرد، عاقل، بالغ مسلم، حر، قادر، قرشی ہو۔ یہ ساتوں شرائط ایسی ضروری ہیں کہ ان میں سے اگر ایک بھی شرط کم ہو تو خلافت صحیح نہ ہوگی، تمام کتب عقائد میں اس کی تصریح ہے امام ابوالبرکات نجم الملۃ والدین عمر تفتازانی کا

ارشادشرح عقائدص ۱۱۲/۱۱۴ ار میں ہے: ویکون من قریش ولا یجوز من غیر ہم یعنی یشترط ان یکون الامام قرشیا لقوله علیه الصلاة والسلام الائمة من قریش فهذا وان کان خبرا واحداً لکن لما رواه ابو بکر رضی الله تعالیٰ عنه محتجا به علی الانصار ولم ینکره احد فصار مجمعا علیه ویشترط ان یکون من اهل الولایة المطلقة الکاملة ای مسلما ذکراً عاقلاً بالغاً اذ ما جعل الله للکا فرین علی المؤمین سبیلا والعبد مشغول فی خدمة المولیٰ مستحقرفی اعین الناس والنساء ناقصات عقل و دین والصبی والمجنون قاصر ان عن تدبیر الامور والتصرف فی مصالح الجمهور سائساً ای مالکا للتصرف فی امور المسلمین قادراً علی تنفیذ الاحکام و حفظ حدود دار الاسلام وانصاف المظلوم من الظالم اه مختصرا۔ شرط قرشیت جس پر اجماع امت ہو چکا یعنی اجماع صحابہ واتفاق سائر ائمہ واتباع جمیع علماء جنکی تصریحات کی یہ شرط قطعی اجماعی ہے مثلاً شروح مواقف ومقاصد کا ارشاد ہے: اجمعوا علیه فصار دلیلا قاطعا یفید الیقین باشتراط القرشیة حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے "شرح فقہ" اکبر ص ۱۴۷ ار میں فرمایا ہے: یشترط ان یکون الامام قرشیاً لقوله علیه السلام وهو حدیث مشهور ولیس المرادبه الامامة فی الصلوٰة فتعینت الامامة الکبریٰ انہیں شرائط کے پیش نظر حضرت محقق علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ شرح منیہ میں فرماتے ہیں کہ آج کل کوئی خلیفہ نہیں اور وہ جو مصر میں ہے نام کا خلیفہ ہے حقیقی نہیں، بعض شروط خلافت اس میں موجود نہیں جسے شروط خلافت کا ذرا بھی علم ہو اس پر یہ ظاہر ہے: لا خلافة الان والذی یکون بمصر انما یکون خلیفة اسما لا معنی لانتفاء بعض شروط الخلافة فیه علی مالا یخفی علی من له ادنیٰ علم بشروطها لہٰذا خلافت

راشدہ بیشک حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک رہی عند التحقیق یہ صحیح نہیں کہ پھر خلافت ہی نہ رہی ان کے بعد حضرت امیر معاویہ خلیفہ ہوئے اور خاندان عباسیہ میں تو ۹۵۰ ر تک رہی ہاں جب سے اب تک خلافت دنیا سے خالی ہے اہل حل وعقد کے نزدیک ارشاد پاک حضور پرنور ﷺ ہے: الخلافة بعدی ثلثون سنة ثم یکون بعدها ملکا عضوضاً شرح عقائد ص ۱۰۹ ار میں ہے: الخلافة ثلثين سنة ثم بعد ها ملک و امارة لقوله ﷺ الخلافة الخ وقد استشهد علی رضی الله تعالیٰ عنه علی راس ثلثين سنة من وفات ﷺ فمعوية ومن بعده لا يكونون خلفاء بل ملوکا وامراء وهذا مشكل لان اهل الحل واعقد من الامة قد كانوا متفقين على خلافة الخلفاء العباسية و بعض المروانية كعمربن عبد العزيز مثلا ولعل المرادان الخلافة الكاملة التى لايشوبها شى من المخالفة وميل عن المتابعة تكون ثلثين سنة وبعدها قد تكون وقد لا تكون اسلام میں سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے بعدہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے بعد ملک عضوض فرمایا گیا تو حقیقت خلافت بنی امیہ وعباسیہ خلافت راشدہ نہیں جو کامل طور پر منہاج نبوت پر ہو ہاں بعض حضرات مثل عمر بن عبدالعزیز خلیفہ تھے جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کی خلافت راشدہ کے مثل تھی خلافت راشدہ میں کسی کو ولی عہد بالتخصیص مقرر نہ کیا گیا ہاں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت چھ صحابہ کے درمیان دائر کر دی تھی اور سیدنا عمر فاروق کی وہ شان ہے کہ ارشاد ہوا: اقتدوا بالذين بعدی ابی بكر و عمر میرے بعد پیروی کرنا انکی جو میرے بعد خلفاء ہونگے یعنی ابوبکر وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اسلام میں خلیفۂ وقت بمشورۂ اصحاب رائے ہوا ہے ولی عہد مقرر کر سکتا ہے اگر وہ ولی عہد پابند شرع ہو تو اس کی اتباع لازم ہے جبکہ اس کا حکم خلاف شرع نہ ہو حدیث شریف میں ہے: **لاطاعة لمخلوق في معصية الله تعالىٰ** اور فاسق ولی عہد کا حکم بجالانے کی اجازت و رخصت اسی وقت ہوگی جبکہ جان، عزت و آبرو کے ضرر کا اندیشہ ہو۔ شرع میں ایک دلیل عزیمت ہے اور دوسری رخصت ہے مثلاً کوئی کافر کسی مومن کو کلمۂ کفر بکنے پر مجبور کرے "کہ کلمۂ کفر بک ورنہ قتل کر دوں گا" اسلام کی طرف سے اس کو اجازت و رخصت ہے کہ دل میں تصدیق باقی رکھتے ہوئے زبان سے کلمۂ کفر کہہ دے تو وہ شخص کافر نہ ہوگا مگر عزیمت یہی ہے کہ اپنی جان قربان کر دے مگر کلمۂ کفر نہ بکے۔ موجودہ دور میں امراُ و سلاطین کے انتخاب میں عوام کے ووٹنگ کا تصور اسلامی نقطۂ نظر سے صحیح نہیں ہے چونکہ امراُ و سلاطین بعض فاسق و فاجر بہتیرے کفار و مرتدین ہیں اور Voting نئے ایجادات میں سے ہے البتہ اسلام میں قرع اندازی ہے مثلاً چند آدمی امامت کے اہل ہیں اور سب برابر ہیں تو وہاں بحسب فرمودات فقہاء و علماء قرع اندازی کر کے امام منتخب کر لیں گے ا ور وہاں Concept of Voting نہیں ہوتا ہے اور عوام سے رائے بھی نہیں لی جاتی ہے اور موجودہ جمہوریت اسلام کش ہے کہ اس کا معنی سیکولرزم ہے جو انگریزی ڈکشنری کے مطابق لادینیت ہے اسلام میں کسی امر کو عملی جامہ پہنانے سے قبل مشورہ کر لینے کا حکم ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: **واذ قال ربک للملٰئکة انی جاعل فی الارض خلیفة الخ** اور حضور رحمت عالم امام ہدایت سید عالم ﷺ کے اقوال و افعال سے بھی مشورہ کرنے کا حکم ثابت ہے اور خلیفہ کا انتخاب مشورہ سے ہوگا اس وقت جبکہ انصار و مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں امامت پر گفتگو ئیں ہوئیں فریق اول چاہتا تھا کہ امام انصار سے ہو اور فریق ثانی کی خواہش تھی کہ مہاجرین سے بالآخر فریق اول نے کہا کہ ایک امام ہم میں سے ہو اور ایک امام تم میں سے انصار پر حجت کیلئے سیدنا

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: الائمة من قریش یعنی امام قریش سے ہوں گے اس کو سب صحابۂ کرام نے قبول فرمایا تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا مجمع علیہ ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ دوام العیش فی الائمۃ من قریش ص ۲۹ ر میں فرماتے ہیں: و دلیل اهل السنة قوله ﷺ الائمة من قريش قال العراقي اخرجه النسأى من حديث انس والحاكم من حديث على و صححه اه قلت و كذا اخرجه احمد من حديث ابى هريرة و ابى بكر الصديق والطبرانى من حديث على و عنده عن انس الخ تفصیل کیلئے دوام العیش فی الائمۃ من قریش ملاحظہ فرمائیں، مجلس شوریٰ بنانے کا حق مسلمان سنی صحیح العقیدہ اور لائق مشورہ کو ہے مجلس شوریٰ کے بہت سے اختیارات ہیں تفصیل کیلئے کتاب ''الاحکام السلطانیہ'' ملاحظہ فرمائیں۔ امراؤ سلاطین کی غلط روش پر مجلس شوریٰ ایکشن بھی لے سکتی ہے اور معزول بھی کر سکتی ہے اور امراؤ سلاطین بضرورت مجلس شوریٰ توڑ سکتے ہیں اسلام میں خلیفہ کا انتخاب کبھی اجماع صحابہ سے ہوا اور کبھی تقلید سے (یعنی سابق خلیفہ دوسرے کو نامزد کر دے) اور کبھی بیعت سے فتاویٰ سراجیہ ص ۴۹۵ ر کتاب الفوائد میں ہے: كانت خلافة ابى بكر عبد الله بن ابى قحافة باجماع الصحابة رضى الله عنهم و خلافة عمر بن الخطاب رضى الله عنهما بتقليده و خلافة عثمان بن عفان رضى الله عنهما ببيعة الصحابة و خلافة على بن ابى طالب رضى الله عنهما كذلك اسلام میں سیاست جائز ہے جبکہ شریعت کے خلاف نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) اجماع، رسول اللہ ﷺ کی امت کے اہل حل وعقد کا کسی امر دینی پر اتفاق کرنے کو اجماع کہتے ہیں، جتہاد فقیہ کا احکام شرعیہ نکالنے میں پوری قوت صرف کرنے کا نام اجتہاد ہے، قیاس لغت میں اندازہ کرنا یا ایک چیز کو دوسرے کے مطابق و مساوی کرنا شریعت میں علت مشترکہ کی وجہ سے اصل

کے حکم کو دوسری جگہ ثابت کرنا قیاس ہے۔ بلفظ دیگر حکم اور علت میں فرع کو اصل کے مطابق کرنا قیاس ہے۔ جیسے ''حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ علت یعنی قدر و جنس ایک ہونے کی وجہ سے زیادتی لینے کو حرام کہتے ہیں'' شریعت کے دلائل چار ہیں: قرآن، حدیث، اجماع امت اور قیاس، قیاس وہاں ہوتا ہے جہاں نص موجود نہ ہو اور جب قرآن و حدیث میں مسئلہ کی دلیل، حلت و حرمت کا حکم مل جائے تو وہاں قیاس کی ضرورت نہیں ہر کس و ناکس کا قیاس معتبر نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ قیاس کرنے والا مجتہد ہو، قیاس اصل میں حکم شریعت کو ظاہر کرنے والا ہے خود مستقل حکم کا مثبت نہیں یعنی قرآن و حدیث کا ہی حکم ہوتا ہے مگر قیاس اس کو یہاں ظاہر کرتا ہے قیاس کا ثبوت قرآن و حدیث و افعال صحابہ سے ہے قرآن فرماتا ہے فاعتبروا یااولی الابصار ''تو عبرت والے نگاہ والو'' یعنی کفار کے حال پر اپنے کو قیاس کرو کہ اگر تم میں ایسی حرکات کیں تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ دیگر مثال کے طور پر حالت حیض میں عورت سے جماع حرام ہے، کیوں؟ پلیدی کی وجہ سے حرام ہونے کی علت پلیدی ہے۔ اسی کو قیاس کہتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۲۴، کتاب الامارۃ باب ما علی الولاۃ میں ہے کہ جب حضرت معاذ ابن جبل کو حضور علیہ السلام نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا کتاب اللہ سے۔ فرمایا کہ اگر اس میں نہ پاؤ، تو عرض کیا اسکے رسول کی سنت سے، فرمایا کہ اگر اس میں بھی نہ پاؤ تو عرض کیا کہ اجتهد برائي ولا ا لو قال فضرب رسول الله ﷺ علی صدره وقال الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله لما یرضی به رسول الله اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا، راوی نے فرمایا کہ پس حضور علیہ السلام نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس کی توفیق دی جس سے رسول راضی ہیں اس سے قیاس ثابت ہوتا ہے اور چونکہ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں اجماع نہیں ہوسکتا اسلئے اجماع کا ذکر حضرت

معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ کیا، عصر حاضر میں اجتہاد ممکن نہیں کہ اس کا حق اللہ کے نیک بندوں کو تھا اس زمانہ میں ایسا کون محدث ہے جو احادیث کا اس قدر علم رکھتا ہو کہ تمام احادیث پھر اس کی تمام اسنادوں پر اطلاع رکھتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ امام صاحب نے یہ حکم کس حدیث سے لیا ہے جب یہ چیزیں مفقود تو اجتہاد ممتنع، اجتہاد کا دروازہ برسوں سے بند ہے امام ابن الہمام صاحب فتح القدیر متوفی ۸۶۱ھ کے بارے میں علماء نے فرمایا: بلغ رتبة الاجتهاد پھر بھی وہ مجتہد نہیں ہیں علامہ ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے بھی مجتہد ہونے کا دعویٰ کیا تھا لیکن ان کو بھی علماء نے تسلیم نہیں کیا میزان الکبریٰ صفحہ ۳۸ر میں ہے: فان ذلک مقام لم یدعه احد بعد الائمة الاربعة الاالامام محمد بن جریر ولم یسلموا له ذلک اسی میں ہے: ولم یدع الاجتهاد المطلق غیر المنتسب بعد الائمة الاربعة الا الامام محمد بن جریر الطبری ولم یسلم له ذلک اور علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے بھی مجتہد ہونے کا دعویٰ کیا تھا لیکن انہیں بھی علماء نے تسلیم نہیں کیا میزان میں ہے: ولما ادعی الجلال الدین السیوطی رحمة الله مقام الاجتهاد المطلق تو اجتہاد ایسی چیز نہیں ہے کہ ہر ناخواندہ عامی قرآن وحدیث سے مسائل استنباط کرنے کا دعویٰ کرے، وہ احکام جن میں نص نہ ملتا ہو ان میں اجماع واجتہاد ہے اور جن احکام میں اجماع واجتہاد ہو چکا ہے ان سے بھی قیاس کیا جا سکتا ہے اجماع امت سے مراد امام اور علماء دین ومجتہدین ہیں۔ اجماع ہو سکتا ہے اور ہر دور میں ہوتا رہا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

کتبہ محمد شمشیر عالم رضوی پورنوی غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ر سوداگران بریلی شریف

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ